۷۸۶

المامون

یعنی

خلیفہ مامون الرشید کے سوانح حیات، اوس کی ولادت تعلیم و تربیت، ولیعہدی
تخت نشینی، خانہ جنگیاں، فتوحات، وفات، اور اوس کے عہد کے ملکی حالات
اور علمی حیثیت، اور اُسکے اخلاق و عادات، اور اُسکے زمانہ کے باکمالونکا تذکرہ

از

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ

باہتمام مسعود علی ندوی،

دار المصنفین اعظم گڈھ کے مطبع معارف میں چھپی،

سنہ ۱۹۲۶ء

فہرست کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ

سیرۃ النبی صلعم، حصہ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ
. . . . للعہ/ سے

ایضاً حصہ دوم، طبع اول قیمت قسم اعلیٰ تقطیع کلان عـہ
〃 〃 طبع دوم، قیمت باختلاف کاغذ تقطیع
خورد . . . . صہ/، عہ/

سیرۃ النبی حصہ سوم، تقطیع کلاں، قسم اول . . . عـہ/
قسم دوم . . . . سے

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت /

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے
حالات . . . . عہ/

الغزالی، امام غزالی کی سوانحعمری اور ان کا فلسفہ عہ/

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانحعمری اور ان کے اجتہادات
اور مسائل . . . . عہ/

سوانح مولنا روم، مولانا جلال الدین رومی کی مفصل
سوانحعمری مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر تقریظ، عہ/

رسائل شبلی، مولانا کے گیارہ مختلف علمی مضامین کا
مجموعہ . . . . عہ/

مقالات شبلی، مولانا کے تیرہ مختلف مضامین کا مجموعہ، عہ/

بیان خسرو، خسرو کے حالات زندگی، اور انکی شاعری پر
ریویو ۸/

شعر العجم، حصہ اول، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری
کا آغاز و قدماء کا دور . . . . . سے

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور عہ/

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور عہ/

ایضاً حصہ چہارم، فارسی شاعری پر ریویو سے

ایضاً حصہ پنجم، فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی
شاعری پر تبصرہ . . . . . . عہ/

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی
زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو . . . ۸/

موازنۂ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو سے، ہے

سفرنامۂ روم و مصر و شام، مطبوعہ معارف پریس
قیمت . . . . . . عہ/

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر
اعتراضات اور ان کے جوابات، قیمت باختلاف کاغذ
و طبع . . . عہ/، عہ/، ۸/

علم الکلام، مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ اس کی
عہد بعہد کی ترقیاں اور علمائے متکلمین کے نظریات
اور مسائل، طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس . . عہ/

الکلام، مولانا کی مشہور تصنیف، جدید علم الکلام جس میں
عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کیا
ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے، طبع
سوم مطبوعہ معارف پریس، قیمت . . . . عہ/

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں
مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین و اعلیٰ

فہرست مضامین المامون حصہ اوّل و دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمدہٗ و نستعینہ و نصلی علی رسولہ الکریم، یہ نہایت سچا مقولہ ہے کہ وہ قوم نہایت بدنصیب ہے، جو اپنے بزرگون کے ان کامون کو جو یاد رکھنے کے قابل ہین بھلا دے، یا انکو نہ جانے بزرگون کے قابل یادگار کامون کو یاد رکھنا اچھا اور برا دونون طرح کا پھل دیتا ہے، اگر خود کچھ نہ ہون، اور نہ کچھ کرین اور صرف بزرگون کے کامون پر شیخی کیا کرین، تو استخوان جدر وش کے سوا کچھ نہین، اور اگر اپنے مین ویسا ہونے کا چسکا ہو تو پھر وہ امرت ہے، مگر ہم وہ کرین یا یہ کرین، یہ تو پچھلی بات ہے، پہلے ہمکو یہ دیکھنا ہے، کہ وہ دلچسپ حالات اور پرفخر واقعات ہمکو ملین کہان سے، ہماری تاریخین اس زمانہ کی لکھی ہوئی ہین جسمین زمانہ نے تاریخ نویسی کے فن کو پوری طرح پر ترقی نہین دی تھی، اس لئے ہمارے بزرگون کے کامون کے گوہر آبدار کہین بکھرے پڑے ہوئے ہین، اور کہین کوڑے کرکٹ مین رلے ملے ہین ایک نہایت لائق شخص کا کام ہے جو ان کو چنے اور لڑی مین پرو کر سجائے،

ہم کو نہایت خوشی ہے کہ ہمارے دوست مخدوم اور ہمارے مدرستہ العلوم کے پروفیسر **مولینا مولوی محمد شبلی نعمانی** نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور ایک سلسلہ ہیروز آف اسلام کا لکھنا چاہا ہے، اسی سلسلہ مین کی یہ کتاب ہے، جو **المامون** کے نام سے موسوم ہے، انھون نے خلفائے بنی عباس مین سے مامون الرشید بن ہارون الرشید کو عباسی خلفار کا ہیرو قرار دیا ہے، اور اس کے تمام کارنامے اچھے یا برے نہایت خوبی اور

بے انتہا خوش اسلوبی سے اس مین لکھے ہین،

تاریخانہ واقعات لکھنے چندان مشکل نہ تھے، مگر وہ باتین جنکے لکھنے کا اس زمانہ کے مؤرخون کو بہت کم خیال تھا، یا ان کی قدر نہین کرتے تھے اور اس زمانہ مین انھین کی تلاش اور انھین کی قدر کیجاتی ہی، تلاش کرنی مشکل تھی، مولٰنا نے اسمین پوری یا جہانتک ممکن تھی کامیابی حاصل کی ہی، پہلے حصّہ مین اُنھون نے تاریخانہ واقعات لکھے ہین اور نہایت خوبی اور اختصار سے دکھایا ہے، کہ خلافت کا سلسلہ کیونکر اور کیون خاندان بنی امیہ کو برباد کرکے عباسی خاندان مین پہونچا اور کیا اسباب جمع ہوئے، جس سے امین اس کا بھائی مقتول اور خود مامون تمام مملکت اسلامی کا مالک الملک لاشریک لہٗ بن گیا،

جابجا واقعات دلچسپ سے بھی اِس حصّہ کو آراستہ کیا ہے جس کے سبب سے یہ سوکھا اور پھیکا تاریخی حصّہ نہایت دلچسپ بن گیا ہے،

دوسرے حصّہ مین انتظام سلطنت، آمدنی مملکت، فوجی انتظام، عدالت اور اسکی جزئیات کو جہان جہان سے ملین چُن چُن کر ایک جگہ جمع کیا ہے، اور مامون کی خصلت اور اُسکی سوشیل حالت، اُسکی پرائیویٹ زندگی اُس کے مشغلون اور اس کی مجلسون کا ذکر کیا ہے اور اس زمانہ کی زندگی اور طرزِ معاشرت کا نقشہ کھینچ دیا ہے، یہ حصّہ نہایت ہی دلچسپ ہے، شان اور عظمت اور جلال خلافت کے ساتھ ایسی ایسی سادہ اور بے تکلف باتون سے بھرا ہوا ہے، کہ اِس سے اُسکو اُس سے اِسکو رونق ہوتی ہے،

اس حصّہ مین لطائف و ظرائف کیساتھ علمی اور خصوصاً علم ادب کے ایسے ایسے نکتے مذکور ہین جو ادیب کے لئے سرمایۂ ادب اور ظریف کیلئے سرمایۂ ظرافت ہین،

اس قدر جزئیات کو تلاش کرنا اور نظمِ اسلوب سے ایک جگہ جمع کرنا کچھ آسان کام

نہ تھا مصنف نے کوئی ایسی بات نہین لکھی جسکا حوالہ معتبر ماخذ سے نہ دیا ہو، ہر ایک
جزوی بات پر بھی اس کتاب کا جس سے وہ بات لی گئی حوالہ دیا ہے، اس کے حاشیون
پر جسقدر کتابون کے حوالے ہین، ان کو دیکھکر اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے مین کسقدر
جانکاہی ہوئی ہوگی، اور مصنف کو کتنے ہزارون ورق تاریخون کے اُلٹنے پڑے ہون گے اور
اِسی کے ساتھ جب یہ خیال کیا جائے کہ مصنف نے ان جزئیات کو ایسی کتابون سے تلاش
کرکے نکالا ہے، جنکی نسبت خیال بھی نہ ہوتا تھا، کہ ان مین مامون کے حالات ہونگے
تو اس محنت کی وقعت وقدر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے،

یہ کتاب اُردو زبان مین لکھی گئی ہے اور ایسی صاف وشستہ اور برجستہ عبارت ہے کہ
دِلّی والون کو بھی اُس پر رشک آتا ہوگا،

اُردو زبان نے بہت کچھ ترقی کی ہے، مگر اس بات کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے کہ
ہر فن کے لئے زبان کا طرزبیان جداگانہ ہے، تاریخ کی کتابون مین ناول (قصّہ)
اور ناول مین تاریخانہ طرز گو کیسی ہی فصاحت و بلاغت سے برتا گیا ہو دونون
کو برباد کرتا ہے،

لارڈ مکالی جو انگریزی زبان کا بے نظیر ادیب ہے، اسکے تاریخانہ ایسے باعتبار فصاحت و بلاغت کے اپنا
نظیر نہین رکھتے، مگر ایشائی اور شاعرانہ طرز ادا سے تاریخانہ اصلیت کو بہت کچھ نقصان پہونچانے والے ہین،
ہمارے لائق مصنف نے اِس کا بہت کچھ خیال رکھا ہے اور باوجود تاریخانہ مضمون
ہونے کے ایسی خوبی سے اِس کو ادا کیا ہے کہ عبارت بھی فصیح اور دلچسپ ہے اور تاریخ
اصلیت بدستور اپنی اصلی صورت پر موجود ہے جو خوبصورت ہے، خوبصورت ہے، جو بھونڈی ہے،
بھونڈی ہے، نہ خوبصورتی کو زیادہ خوبصورت بنایا ہے اور نہ بھونڈے پن کو زیادہ بھونڈا اور در حقیقت

یہی کمال تاریخ نویسی کا ہے،

اس کتاب کا حقِ تصنیف مصنف نے اپنی فیاضی اور قومی ہمدردی سے مدرستہ العلوم علی گڈھ کو عطا کیا ہے،

پہلا اڈیشن اس کتاب کا اسی سال مین کمیٹی کے فائدے کیلئے چھاپا اور سب فروخت ہوگیا اور لوگون کی طلب باقی رہی، مین نے کمیٹی کی طرف سے اس کے فائدے کیلئے دوسرا اڈیشن نکالنے کا ارادہ کیا، اور اس کیلئے یہ دیباچہ لکھا،

مگر مجھکو مصنف کا دوبارہ شکریہ ادا کرنا پڑا کہ انھون نے مہربانی سے پہلے اڈیشن پر نظر ثانی کی اور بعض نہایت مفید اور ضروری مضامین اس مین اضافہ کئے اور حکمائے عہد مامون مین بالتخصیص نہایت مفید اضافہ کیا، مجھکو امید ہے کہ یہ اڈیشن پہلے اڈیشن سے بھی زیادہ مطبوعِ طبع ہوگا،

سید احمد خان

سکریٹری کمیٹی مدرستہ العلوم علی گڑھ

۱۲/ اکتوبر ۱۸۸۹ء،

۷۸۶

رائل ہیروز آف اسلام

یعنی

نامور فرمانروایان اسلام

کا

پہلا اور دوسرا حصہ،

المامُون،

اس کتاب کے دو حصے ہین، پہلے حصے مین تمہید، ترتیب، خلافت، مامون الرشید
کی ولادت تعلیم و تربیت، ولیعہدی، تخت نشینی، خانہ جنگیان، فتوحات ملکی، اور وفات کے
حالات ہین، دوسرے حصے مین ان مراتب کی تفصیل ہے، جن سے اس عہد کے
ملکی حالات اور مامون الرشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہوسکتا ہے، نیز ان
تمام کارنامون کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہانِ عالم کے عہد سے
علمی حیثیت مین ممتاز تسلیم کیا گیا ہے:-

،، مرتبہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم،،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمانہ کے انقلاب سے مسلمانون کی قومی خاصیتین گو بہت کچھ بدل گئین اور بدلتی جاتی ہین، تاہم اپنی قومی تاریخ کے ساتھ جو دلچسپی اور شغف انکو پہلے تھا، اب بھی ہے جس طرح قومی روایتون کے محفوظ رکھنے مین وہ ہمیشہ نام آور رہے ہین آج بھی گذشتہ تاریخ کی طرف انکو وہ جوشِ التفات ہے، کہ اُس سے زیادہ نہین ہوسکتا، فرق ہے تو یہ ہے کہ اب سے سو برس پہلے جو زبانین ہماری ملکی اور قومی زبانین تھین ان مین زمانہ کے امتداد اور اسلامی حوصلہ مندیون نے قومی تاریخ کے بے انتہا ذخیرے مہیا کر دئے تھے جسکا یہ اثر تھا کہ افسانون کی طرح یہ روائتین عام لوگون مین پھیل گئی تھین اور قصہ طلب حوالے اس کثرت سے ان زبانون مین داخل ہو گئے تھے کہ ہمارے لٹریچر کا ہر جملہ گویا قومی تاریخ کا ایک مختصر سا متن تھا، لیکن آج جو زبان (اُردو) ہماری عام ضرورتون کی کفیل ہے، اس کے خزانے مین قومی تاریخ کا جسقدر سرمایہ ہے، ضرورت سے بہت کم ہے، ہندوستان کی بہت سی تاریخین لکھی گئین اور مغلیہ و تیموریہ کے کارنامے بڑی آب و تاب سے دکھائے گئے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کی مجموعی تاریخ بھی ہماری قومی تاریخ کا ایک بہت چھوٹا حصہ ہے، اسلام کو تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے اس وسیع مدت مین اسکی فتوحات کہان کہان پہونچین، کس کس کو اس نے تاج و تخت دیا، کتنی سلطنتین قایم کین، کبھی بنو امیہ کو عروج ہوا، کبھی عباسیہ کا ستارہ چمکا، آج دیلم نے تاجِ حکومت سر پر رکھا، کل سلجوق کا علم اقبال

بلند ہوا، کبھی ایوبیہ نے روم وشام کے دفتر الٹ دیئے، کبھی ملیثین اٹھے اور یورپ کو پامال کر آئے اگرچہ یہ خاندان مختلف ملک اور مختلف نسل سے تھے، لیکن اسلامی اتحاد نے ان سب کو ایک قوم کہکر پکارا اور انھین کے رزم بزم کے کارنامے ہماری قومی تاریخ بن گئے، جن کو اُردو زبان مین ڈھونڈھنا چاہین تو کہان ڈھونڈھین،

اُردو زبان کی یہ کم مایگی کچھ محل تعجب بھی نہین، اُردو اگرچہ دیکھتے دیکھتے ترقی کی بہت زینے طے کر گئی اور قریب ہے کہ وہ ایک علمی زبان کے رتبہ تک پہونچ جائے لیکن علمار کا گروہ جو عربی زبان اور عربی تصنیفات کا مالک تھا، اور اس وجہ سے تاریخی ذخیرے بھی گویا خاص اسی کے قبضۂ اختیار مین تھے، اس کی طرف مطلقاً ملتفت نہ ہوا، تصنیف و تالیف تو ایک طرف ہمارے علمار اس زبان مین خط و کتابت کرنا بھی عار سمجھا کیے، حقیقت یہ ہے کہ اُردو کچھ اس تیزی سے بڑھی کہ بہت سے لوگ اور خصوصاً یہ سادہ مزاج گروہ اسکی رفتار ترقی کا اندازہ بھی نہ کر سکا، چونکا تو اس وقت جب وہ (اُردو) ملک کی انشاپردازی اور عام تصنیفات پر پورے اقتدار کے ساتھ قابض ہو چکی تھی اور میرا تو خیال ہے کہ انمین بہت سے اب تک وہی صحراے عرب اور بہارستان فارس کا خواب دیکھ رہے ہین، موجودہ نسلین جنھون نے حال کی آب وہوا مین پرورش پائی، البتہ اردو کا حق سمجھتے ہین اور انکی دلی خواہش ہے کہ اپنی ملکی زبان کو ترقی کے اعلی رتبہ پر پہونچائین، اسی کا اثر ہے کہ ملک مین اُردو انشاپردازی کا ایک عام جوش پھیل گیا ہے، اور ہر طرف سے نئی تصنیفات کی صدائین آرہی ہین، لیکن چونکہ زمانہ کی پُرپیچ ضرورتون نے اس نئے گروہ کو بہت کم موقع دیا کہ عربی زبان پر دسترس پاسکے، اس لئے عربی تصنیفات سے وہ فائدہ نہ اٹھا سکا اور قومی تاریخ کے اصلی خزانے اس کی آنکھون سے چھپے رہ گئے، مجبورانہ پرزور ادر ایجاد

پسند طبیعتین جو کسی طرح نچلی نہین بیٹھ سکتی تھین، تذکرون اور ناولون پر جھکین جس سے اتنا ضرور ہوا کہ اُردو کی وسعت کا ایک قدم اور آگے بڑھا لیکن افسوس اور عبرت کی جگہ ہے کہ زبان عربی اور فارسی کو ہٹا کر ہماری علمی اور قومی زبان بنی، وہ اسی خاص سے محروم رہ گئی، جو قایم مقامی کی حیثیت سے اس کا ذاتی حق تھا، یہی ایک چیز ہے جو قومی فیلنگ اور قومی جوش کو زندہ رکھ سکتی ہے اور اگر یہ نہین تو قوم قوم نہین،

انھی خیالات کی بنا پر ایک مدت سے میرا ارادہ تھا کہ اسلامی حکومتون کی ایک نہایت مفصل اور بسیط تاریخ لکھون لیکن مشکل یہ تھی کہ نہ مین تمام خاندانون کا استقصا کر سکتا تھا نہ کسی خاص سلسلہ کے انتخاب کی مجھکو کوئی وجہ مرجح ملتی تھی، آخر مین نے یہ فیصلہ کیا کہ **رائل ہیروز آف اسلام** (یعنی نامور فرمانروایانِ اسلام) کا ایک سلسلہ لکھون جس کا طریقہ یہ ہو کہ اسلام مین آج تک خلافت وسلطنت کے جتنے سلسلے قائم ہوئے ان مین سے صرف وہ نامور انتخاب کر لئے جائین جو اپنے طبقہ مین عظمتِ حکومت کے اعتبار سے اپنا ہمسر نہ رکھتے تھے اور ان کے حالات اس ترتیب اور جامعیت سے لکھے جائین کہ تاریخ کے ساتھ لائف کا مذاق بھی موجود ہو جن خاندانون کو مین نے اس غرض کیلئے انتخاب کیا ہے ان کے نام یہ ہین،

خاندان یا سِلسلہ	ہیرو یعنی وہ نامور جو اپنے خاندان یا سلسلہ مین سب سے ممتاز ہے،	خاندان یا سلسلہ	ہیرو یعنی وہ نامور جو اپنے خاندان یا سلسلہ مین سب سے ممتاز ہے،
خلفائے راشدین[۱]	حضرت عمرؓ، خلیفہ دوم،	عباسیہ[۳]	مامون الرشید
بنو اُمیہ[۲]	ولید بن عبد الملک	بنو امیہ اندلس[۴]	عبد الرحمٰن ناصر

خاندان یا سلسلہ	ہیرو یعنی وہ نامور جو اپنے خاندان یا سلسلہ مین سب سے ممتاز ہے،	خاندان یا سلسلہ	ہیرو یعنی وہ نامور جو اپنے خاندان یا سلسلہ مین سب سے ممتاز ہے،
بنو حمدان	سیف الدولہ،	ایوبیہ	سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس
خلفائے سلجوقیہ	ملک شاہ،	موحدین اندلس	یعقوب بن یوسف،
نوریہ	نور الدین محمود زنگی،	ترکان روم	سلیمان اعظم،

ان خاندانون کے سوا اور بھی بہت سے اسلامی خاندان ہین جو تاج و تخت کے مالک ہوئے، مگر مین نے انکو دانستہ چھوڑ دیا ہے، ان مین سے بعضون کے متعلق (مثلاً غزنویہ مغلیہ تیموریہ) تو اس وقت ہماری زبان مین متعدد تصنیفین موجود ہین، بعض ایسے ہین کہ شانِ حکومت یا وسعت سلطنت کے اعتبار سے ان کو یہ رتبہ حاصل نہین کہ **ہیروز** کے معزز دربار مین ان کے لئے جگہ خالی کی جائے،

یہ حِصَّہ جو مین قوم کے سامنے پیش کر رہا ہون **مامون الرشید عباسی** کی تاریخ ہے، اور اسی مناسبت سے اسکا نام **المامون** ہے، اِس بات کا مجھکو بھی افسوس ہے کہ چند مجبوریون کی وجہ سے اِس سلسلہ مین ترتیب کی پابندی نہ کر سکا، اور خلفائے راشدین و بنو اُمیہ کو چھوڑ کر پہلے اُس خاندان کو لیا، جو ترتیباً تیسرے نمبر پر تھا، آیندہ بھی شاید مین ترتیب کی پابندی نہ کر سکون لیکن یہ قطعی ارادہ ہے کہ اگر زمانہ نے مساعدت اور عمر نے وفا کی تو اس سلسلے کے کل حِصّے جس طرح ہو سکے گا پورے کرون گا،

مامون الرشید کے تاریخی حالات کے متعلق عربی مین جس قدر مشہور اور مستند تاریخین ہین خوش قسمتی سے اکثر اس حِصَّہ کی ترتیب کے وقت میرے استعمال مین ہین لیکن مین

علانیہ اعتراف کرتا ہون کہ موجودہ زمانہ مین تاریخ کا فن ترقی کے جس پایہ پر پہونچ گیا ہے اور یورپ کی دقیقہ سنجی نے اُس کے اُصول و فروع پر جو فلسفیانہ نکتے اضافہ کئے ہین، اس کے اعتبار سے ہماری قدیم تصنیفات ہمارے مقصد کے لئے بالکل کافی نہین،

تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری[1]، مروج الذہب مسعودی، کامل بن الاثیر جزری[3]، ابن خلدون، ابو الفدار، دول الاسلام ذہبی، تاریخ الخلفار سیوطی، عیون والحدائق، اخبار الدول قرمانی، تاریخ ابن واضح کاتب عباسی، فتوح البلدان، بلاذری[2]، معارف بن قیتبہ، اعلام الاعلام، النجوم الزاہرۃ یہ وہ مبسوط اور مستند تاریخین ہین جو اسلامی تاریخون مین ممتاز خیال کی جاتی ہین، اور دولت عباسیہ یا خاص مامون الرشید کے حالات سے آگاہی کا ذریعہ، ان سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے، لیکن ان تمام تاریخون کو پڑھ کر اگر یہ معلوم کرنا چاہو کہ فلان عہد مین طریقِ تمدن اور طرز معاشرت کیا تھا، حکومت اور فصل مقدمات کے کیا آئین تھے، خراج ملک کیا تھا، فوجی قوت کس قدر تھی، ملکی عہدے کیا کیا تھے، تو اِن باتون مین سے ایک کا پتہ لگنا بھی مشکل ہو گا، خود فرمانروائے وقت کے طور و طریقے اور عام اخلاق و عادات کا اندازہ کرنا چاہو تو وہ جزئی حالات اور مفید تفصیلین نہ ملین گی جن سے اس کی اخلاقی تصویر ایک بار آنکھون کے سامنے پھر جائے، جن واقعات کو بہت بڑھا کر لکھا ہے، اور ہزارون صفحے اسکی نظر کر دیئے ہین وہ

[1] یہ نہایت مستند اور ضخیم تاریخ ہے، ابن اثیر و ابن خلدون اور ابو الفدار کا اصلی ماخذ یہی کتاب ہے، سترہ جلدون مین بمقام ہالینڈ نہایت اہتمام سے چھاپی گئی ہے اور ہنوز ناتمام ہے،

[2] بلاذری نہایت قدیم مورخ ہے، خلیفہ متوکل باللہ عباسی المتوفی ۲۴۷ھ ہجری کے عہد مین موجود تھا اس کی تاریخ جرمنی مین چھپی ہے،

[3] تاریخ کامل مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر چھپی ہے، اور نہایت مشہور اور مفید تاریخ ہے،

صرف تخت نشینی، خانہ جنگیان، فتوحات ملکی، اندرونی بغاوتین، عمال کے عزل ونصب کے حالات
ہین، یہ واقعات بھی کچھ ایسے عامیانہ طریقے پر جمع کردیئے ہین، نہ ان کے اسباب وعلل کا مرتب
سلسلہ معلوم ہوتا ہے، نہ ان سے کسی قسم کے دقیق تاریخی نتیجے مستنبط ہوسکتے ہین،

مثلاً اسی مامون الرشید کے عہد مین بہت سی بغاوتین ہوئین، ان کے متعلق جس
تاریخ کو اُٹھالو نہایت تفصیلی حالات ملین گے، لیکن اگر یہ تحقیق کرنا چاہو کہ کس قسم کے اندرونی
واقعات نے ان بغاوتون کو پیدا کیا تھا اور ان کے نشو ونما کی وہ ابتدائی اور تدریجی رفتار
جس پر عوام تو کیا خواص کی نگاہین بھی نہ اٹھین کب شروع ہوچکی تھی، تو یہ تاریخی دفتر بہت
کم مدد دین گے، اور تم کو تمامتر اپنے اجتہاد سے کام لینا پڑیگا، تاریخ عالم کا ہر واقعہ بہت سے مختلف
واقعات کے سلسلے مین بندھا ہے، انھین ریشہ دوانیون کا پتہ لگانا اور ان سے فلسفیانہ نکتہ سنجی
کے ساتھ تاریخی نتائج کا مستنبط کرنا یہی چیز ہے، جو علم تاریخ کی جان اور روح ہے، اور یورپ کو اس
فن کے متعلق جس اختراع وایجاد پر زیادہ تر ناز ہے، وہ اسی طلسم کی پردہ کشائی ہے، اس سے میرا یہ مقصد
نہین کہ اگلے مصنفون کی کوشش پر نکتہ چینی کرون، ان لوگون نے جو کچھ کیا، موجودہ اور آیندہ
نسلین ہمیشہ اُسکی ممنون رہین گی، لیکن زمانہ کا ہر قدم آگے ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ ترقی
کی جو حد کل مقرر ہوچکی تھی آج بھی قائم رہے گی؟

اس کے علاوہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہر زمانہ کا مذاق مختلف ہے، جن باتون کو قدمانے
اس خیال سے نظر انداز کر دیا، کہ یہ جزئی اور عام معمولی باتین تصنیف کی متانت کے شایان
نہین، آج انھین کی تلاش ہے کہ اس عہد کی عام معاشرت اور طرز زندگی کا ان سے اندازہ
کیا جائے، اسی ضرورت سے مین نے اس کتاب کے دو حصے کئے، پہلے حصے مین وہی معمولی
واقعات ہین، جو عموماً تاریخون مین مل سکتے ہین، یعنی **مامون** کی ولادت، ولیعہدی، تخت نشینی،

خانہ جنگیان، بغاوتین، فتوحات ملکی، وفات، **دوسرے** حصّہ مین ان مراتب کی تفصیل ہے جن سے مامون کے پولٹیکل انتظامات اور سوشیل حالات کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے، اگرچہ اِس خاص حصّہ کی ترتیب کے وقت واقعات کی تلاش و جستجو مین خاص تاریخی تصنیفات کا پابند نہ تھا، تراجم، طبقات، مقامی جغرافیے، سفرنامے، تفتیشات غرض جہان سے جو بات ملی اخذ کی، تاہم اِس بات کی سخت احتیاط کی کہ جو کچھ لکھا جائے، نہایت صحیح اور مستند تاریخی روایتون سے لکھا جائے،

"ناظرین اِس موقع پر حصّہ دوم جہان سے شروع ہوا ہے، اسکی تمہید بھی ملاحظہ فرمادین"

مامون الرشید کی اصلی تاریخ شروع کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ہم مختصر طور پر دولت عباسیہ کے قیام کے ابتدائی حالات لکھین، عام مؤرخون نے عباسیہ کے ظہور اقبال اور بنوامیہ کے زوال کا زمانہ قریباً ساتھ ساتھ خیال کیا ہے، اور اُن مشہور واقعات سے بھی جو شہرت عام کی روشنی مین چمک رہے ہین، یہی گمان ہوتا ہے کہ عباسیون کو اپنی رقیب سلطنت کی بربادی مین بہت کم عرصہ لگا لیکن تاریخی اصُول کے لحاظ سے کسی طرح خیال مین نہین آسکتا کہ ایک ایسی پرزور سلطنت ایسے فوری صدمہ سے دفعتہً زیروزبر ہوجائے، یہ بات بھی کم تعجب کی نہین کہ جب خلافت کے دعوی مین ہمیشہ پیغمبرصلعم کا قرب زیادہ مؤثر سمجھا جاتا تھا، تو عباسیہ اور سادات کے ہوتے، بنوامیہ کیونکر اس منصب پر قابض ہوگئے۔ ان باتون کے سمجھانے کیلئے ہم خلافت کے اجمالی سلسلہ کو اِس ترتیب سے لکھتے ہین جس سے وہ تمام عقدے خود بخود حل ہوجاوین جو ان خلافتون کی پولٹیکل حیثیتون کے مطابق تاریخی فلسفہ کے راز ہین،

خلافت کا اجمالی سلسلہ بنی ہاشم و بنی امیہ کی حریفانہ طاقتیں بنو امیہ کی سلطنت ہاشمیون کی کوششین دولتِ عباسیہ کا آغاز

آنحضرت صلعم سے پہلے عرب کی تمام قوت و شوکت کا اصلی مرکز قریش کا قبیلہ تھا لیکن قریش کے بھی دو برابر حصے ہو گئے تھے[1]، ہاشم و امیہ اور جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے صاف تصریح کر دی ہے، جمعیت اور ملکی اقتدار مین بنو امیہ کا پلہ بنو ہاشم سے بھاری تھا، البتہ آنحضرت صلعم کے وجود مبارک سے بنو ہاشم فخر اور اعزاز مین اپنے حریفون سے نمایان طور پر ممتاز ہو گئے، آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد جب خلافت کی نزاع پیدا ہوئی تو گو فوری طور پر صدیق اکبر رضہ پر اتفاق عام ہو گیا لیکن بنو ہاشم دیر تک اپنے اِدّعا پر اڑے رہے؛ اور ان کو اپنی ناکامی پر تعجب اور افسوس دونون ہوا، حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے بعد شاید بنی ہاشم کے دعوے نئے سر سے پیش ہوتے لیکن حضرت عمر رضہ کی باضابطہ ولیعہدی نے اس کا موقع نہ دیا، حضرت عمر رضہ نے اپنی وفات کے قریب چھ شخصون کو چنا جن کی حالت یہ تھی کہ وہ ان کے نزدیک ایسی مساویانہ درجہ رکھتی تھین، کہ وہ کسی کے حق مین ترجیح کا فیصلہ نہ کر سکے، حضرت علی رضہ بھی انتخاب شدہ لوگون مین شامل تھے، اور گو حضرت عباس رضہ نے ان کو ہدایت کی کہ وہ اپنی خلافت کو بخت و اتفاق کے ہاتھ مین نہ دین بلکہ بغیر کسی کی اعانت کے آپ اپنے استحقاق کا فیصلہ کر لین، لیکن جناب امیر رضہ کی بے غرضی اور فیاض دلی نے اِس اختلاف انگیز تحریک کے قبول کرنے کی اجازت نہ دی اور جب عبدالرحمٰن بن عوف نے جو

[1] قریش کے اور بھی چھوٹے چھوٹے حصے ہو گئے تھے، لیکن برابر کے حریف صرف یہی دو تھے،

اِس نزاع کے طے کرنے کے لئے ثالث مقرر ہوئے تھے، حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ لیا، حضرت علیؓ نے "صبر جمیل" کہا اور تن بتقدیر راضی ہو گئے، حضرت عثمانؓ خاندان بنو اُمیہ سے تھے، اور ان کی خلافت ایک نئے تاریخی سلسلہ کا دیباچہ تھی، حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نہ ہاشمی تھے نہ اُموی، اس لئے اُن کے عہد تک بنو اُمیہ و ہاشم دونون خاندان خلافت مین کچھ حصّہ نہین رکھتے تھے،

حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت مین تمام بڑے بڑے ملکی عہدے بنی اُمیہ کے ہاتھون مین دیدیئے، امیر معاویہؓ پہلے ہی شام کے گورنر تھے، لیکن اِس عہد مین ان کا اقتدار اِس حد تک پہونچ گیا کہ شام کے فرمان روا سے مستقل سمجھے جاتے تھے، حضرت عثمانؓ کی خلافت قریباً بارہ برس رہی اور اگرچہ اخیر مین اسی خاندانی رعایت پر لوگ اُن سے ناراض ہو گئے اور انکی شہادت تک نوبت پہونچی، لیکن اِس وسیع مُدت مین بنی اُمیہ کا خاندان مُلکی و مالی دونون حیثیت سے نہایت طاقتور ہو گیا، جس کا یہ اثر تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے عہد مین امیر معاویہ رضؓ نے ہمسری کا دعویٰ کیا، اور اگرچہ ذاتی فضائل و مذہبی تقدس مین ان کو حضرت علیؓ سے کچھ نسبت نہ تھی تاہم ایک مُدت تک وہ مساویانہ طاقت کے ساتھ جناب امیر کے حریف رہے اور جنگ کا جو اخیر فیصلہ ہوا وہ بھی گویا اُنھین کے حق مین ہوا،

اب اسلام مین ہاشمی اور اموی دو طاقتین حریف مقابل بنکر قائم ہوئین اور انکی باہمی معرکہ آرائیون کی مسلسل تاریخ شروع ہو گئی، امام حسن علیہ السلام نے گو مصلحتہً خلافت سے ہاتھ اُٹھالیا اور بظاہر امیر معاویہ کی حکومت بیداغ رہگئی، لیکن اِسی زمانہ مین آل ہاشم و شیعگان علیؓ نے حضرت امام حسینؓ کو خلیفہ کرنا چاہا اور جب اُنھون نے انکار کیا تو اُن کے علاتی بھائی محمد بن حنفیہ کے ہاتھ پر خفیہ بیعت کی اور اکثر شہرون مین نقیب مقرر کئے

حضرت امام حسینؓ کے جانکاہ واقعہ کو ہم دوہرانا نہین چاہتے، افسوس ہے کہ اِس عبرت انگیز حادثہ نے خاندانِ نبوت کی تمام زندہ یادگارین مٹا دین، اور ایک مدت کیلئے یہ توقع جاتی رہی کہ اس مقدس گھر سے خلافت کی صدا بلند ہو، یزید کے مرنے کے بعد محمدؐ بن حنیفہ کا گروہ شاید اپنے مخفی راز سے پردہ اٹھا دیتا لیکن ہاشمیون ہی مین عبد اللہ بن زبیر دوسرے دعویدار ہو گئے، اور اپنی مشہور شجاعت و اولوالعزمی سے حجاز و اطراف عرب مین مستقل حکومت قائم کر لی، اس زمانہ مین بنو اُمیہ مین سے مروان بن حکم نے جو حضرت عثمانؓ کا چچا زاد بھائی تھا اور ان کا میر منشی رہ چکا تھا ۶۴ھ مین شام و مصر پر قبضہ کر لیا اور وہ گو خود بہت کچھ کامیاب نہین ہوا، لیکن اس کے بیٹے عبد الملک نے جو ۶۵ھ مین تخت نشین ہوا اس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی جو دولت بنی اُمیہ کے مہیب لقب سے مشہور ہے، عبد اللہ بن زبیر مکہ معظمہ مین قلعہ مین بند ہو کر شہید ہوئے، اور تمام دنیائے اسلام باستثنا عبد الملک کے قبضۂ اقتدار مین آ گئی، یہ حکومت جسکو اموی کی بہ نسبت مروانی کہنا زیادہ موزون ہے، قریباً ۷۰ برس تک قائم رہی، اور اسی قلیل مدت مین دس شخص تخت نشین خلافت ہوئے، اِس خاندان مین عبد الملک و ولید و سلیمان و ہشام، نہایت عظمت و اقتدار کے بادشاہ گذرے، صرف ولید کی فتوحات پر اگر لحاظ کیا جاوے تو دولت عباسیہ اپنی چھ سو برس کی زندگی مین اس کی ہمسری کا دعوی نہین کر سکتی، اس عہد مین حدودِ اسلامی کا دائرہ اِس قدر وسیع ہو گیا تھا کہ سندھ و کابل و ایران و ترکستان و عرب و شام و ایشیائے کوچک و اسپین اور تمام افریقہ اس مین داخل تھا، با این ہمہ بنی ہاشم اپنی کوششون مین برابر سرگرم تھے اور مختلف وقتون مین بڑے زور شور سے مقابلہ کو اُٹھے، اگرچہ ولید و ہشام کے پر زور ہاتھون نے سلطنت کو ہر خطرے سے بچا لیا لیکن بنیادِ حکومت مین کسی قدر تزلزل پیدا ہو گیا، اور جب اُس عظمت و اقتدار کے فرمان روا اُٹھ گئے تو حکومت مروانی

کا ڈھیر بالکل ڈھیلا پڑ گیا، اس وقت تک خلافت کی کوششین صرف سادات اور علوئین کی طرف سے ہوتی رہین، عباسی خاندان ابتک بظاہر ایک گمنامی کی حالت مین تھا علوئین مین سے عبداللہ جو محمد بن حنفیہ کے بیٹے اور حضرت علیؓ کے پوتے تھے اپنے پیروون کی ایک تعداد کثیر رکھتے تھے، اور خراسان وایران مین جابجا اُن کے خفیہ نقیب مقرر تھے ۹۸ھ مین ان کو زہر دیا گیا اور چونکہ اُن کے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ سادات مین اس وقت کوئی صاحب اثر شخص موجود تھا اس لئے وہ محمد بن علی کو جو حضرت عباس (رسول اللہ صلعم کے عم بزرگوار) کے پرپوتے تھے، اپنا جانشین کر گئے، اسی طرح علوئین کی مجتمعہ قوت عباسی خاندان کی طرف منتقل ہوگئی گویا یہ پہلا دن تھا کہ دولت عباسیہ کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا، آل عباس کے نقبا تمام عراق وخراسان مین پھیل گئے، اور ۱۰۲ھ و ۱۰۵ھ و ۱۰۷ھ و ۱۰۹ھ و ۱۱۸ھ مین اُنکی طرف سے نمایان کوششین عمل مین آئین، بعض اوقات حکام بنی اُمیہ پر یہ سازش کھُل گئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ جن لوگون پر شبہہ ہوا وہ گرفتار ہو کر قتل کر دیئے گئے، اس اثنا مین کبھی کبھی علوئین نے بھی علم خلافت بلند کیا مثلاً ۱۲۱ھ مین زید بن علی و ۱۲۵ھ مین یحیٰی بن زید نے اپنی حوصلہ مندی کے جوہر دکھائے اور میدان جنگ مین داد شجاعت دے کر مارے گئے، یہ لڑائیان ان دعویدارون کو تو کچھ مفید نہ ہوئین مگر عباسیون نے اس سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ ان کے حریف بنی اُمیہ کی فوجی طاقت کو سخت صدمے پہونچے ۱۲۶ھ مین محمد بن علی کا انتقال ہوگیا، اور ان کے بیٹے ابراہیم امام باپ کے جانشین ہوئے ۱۲۸ھ مین ابراہیم کو ابومسلم خراسانی ایک عجیب وغریب شخص ہاتھ آیا جس نے اپنے حسن تدبیر اور زور بازو سے اس کام کو انجام تک پہونچایا، اور بانیِ دولت عباسیہ کے لقب سے مشہور ہوا، اپنی طرف سے سینکڑون نقیب مقرر کئے اور تمام اطراف

مین بھیجے، طرفداران آل عباس کے لئے سیاہ لباس یا ایک سیاہ دھجی بطور نشان کے مقرر کی، ان نقیبون نے خراسان و فارس کے تمام اضلاع مین خفیہ سازشون کے جال پھیلا دیئے، اور ایک خاص دن ٹھہر گیا کہ اس تاریخ کو ہوا خواہان آل عباس جہان جہان ہون دفعتہً اٹھ کھڑے ہون، رمضان کی ۲۵ تاریخ ۱۲۹ھ؁ ہجری شب پنجشنبہ سفیدنج ایک گاؤن مین جو ہرات کے نواحی مین ہے، ابو مسلم نے خلافت عباسیہ کی عام منادی کردی، اور ابراہیم کے بھیجے ہوئے علمون پر جن کا نام ظل و سحاب تھا سیاہ پھریرے آویزان کئے ہر طرف سے لوگ جوق جوق آتے تھے اور ظل و سحاب کے نیچے جمع ہوتے جاتے تھے، ابو مسلم نہایت کامیابی کے ساتھ فتوحات حاصل کرتا ہوا خراسان کی طرف بڑھا اور عمال بنی امیہ کو پے در پے شکستین دین، اس زمانہ مین بنو امیہ کا اخیر فرمان روا مروان الحمار تخت نشین حکومت تھا، خراسان کے گورنر نے اس کو نامہ لکھا کہ "آل عباس مین سے ابراہیم کے علم خلافت بلند کیا اور ابو مسلم خراسانی جو ان کا نقیب ہے خراسان کے اضلاع پر قبضہ کرتا جاتا ہے"

ابراہیم امام اس وقت حمیمہ مین تھے اور ان کی فوجی جمعیت جو کچھ تھی ان سے بہت دور خراسان کے فتوحات مین مصروف تھی، مروان نے بلقاد کے عامل کو لکھا کہ ابراہیم کو پابزنجیر کر کے دار الخلافہ روانہ کرے، چونکہ ان کے ساتھ کچھ جمعیت نہ تھی، بغیر کسی وقت کے گرفتار کر لئے گئے، چلتے چلتے اپنے عزیزون سے کہتے گئے کہ کوفہ چلے جائین اور ابو العباس سفاح کو (جو ان کے حقیقی بھائی تھے) خلیفہ بنائین،

سفاح نے کوفہ پہونچکر جمعہ کے دن ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ؁ کو خلافت کا اعلان کیا اور بڑے تزک و احتشام سے مسجد جامع جا کر خلافت عباسیہ کا نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا، اودھر ابو مسلم نے سمرقند، طخارستان، طوس، نیشاپور، رے، جرجان، ہمدان، نہاوند پر

فوجین بھیجین اور یہ تمام ممالک عباسیون کے علم اقبال کے سایہ مین آگئے، شہرزور پر خود مروان کے بیٹے عبداللہ سے مقابلہ ہوا، اور ابوعون نے جو ابومسلم کا ایک فوجی افسر تھا عبداللہ کو شکست فاش دی، یہ خبر سنکر مروان ایک فوج عظیم کے ساتھ جو تعداد مین لاکھ سے زیادہ تھی اور جس مین بنو امیہ کا تمام شاہی خاندان شریک تھا ابوعون کے مقابلہ کو بڑھا ادہر سفاح نے محمد بن علی اپنے چچا کو ابوعون کی مدد کو بھیجا مروان نے شکست کھائی اور مصر کو روانہ ہوا، چند روز بھاگتا پھرا، اور آخر ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲ھ کو بوصیر (مصر کا ایک شہر ہے) کے گرجے مین محصور ہوکر مارا گیا، اور اُس کے قتل کے ساتھ مروانی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا، اُس کے بعد عباسیون نے بڑی سفاکی کے ساتھ قتل عام شروع کیا اور بالاتفاق ٹھہر گیا کہ خاندان بنی اُمیہ کا ایک بچہ دنیا مین زندہ نہ رہنے پائے، ڈھونڈھکر ان کا پتہ لگایا جاتا تھا، اور قتل کر دیئے جاتے تھے اِس پر بھی عباسیون کا جوش انتقام کم نہ ہوا خلفائے بنی اُمیہ یعنی امیر معاویہ یزید عبدالملک ہشام کی قبرین اُکھڑوا ڈالین اور اگر ایک ہڈی بھی ثابت ملگئی تو آگ مین جلادی، اس ہنگامہ مین بنو امیہ مین سے ایک شخص عبدالرحمن نام اندلس (اسپین) کو بھاگ گیا اور زور بازو سے وہ عظیم الشان سلطنت قایم کرلی جس کو آل عباس ہمیشہ رشک کی نگاہ سے دیکھا کئے اور کچھ نہ کرسکے عباسیون کی خلافت پانسو چوبیس برس تک قایم رہی اور اس مدت مین ۳۷ تخت نشین گذرے مامون جس کا حال ہم لکھنا چاہتے ہین اس خاندان کا چھٹا خلیفہ تھا ذیل کے دو شجرون سے خلافت و نسب کی ترتیب معلوم ہوگی،

شجرة النسب	شجرة الخلافت
حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم	سفاح

عبد اللہ مشہور صحابی ہین

علی المتوفی سنہ ۱۱۷ھ نہایت جمیل اور صاحب وجاہت تھے

محمد المتوفی سنہ ۱۲۶ ہجری

سفاح دولت عباسیہ کا پہلا خلیفہ ہے سنہ ۱۳۲ھ مین تخت نشین ہوا

منصور سنہ ۱۲۶ھ مین تخت نشین ہوا

منصور دوانیقی سفاح کا بھائی تھا

مہدی ابن منصور سنہ ۱۵۸ھ مین تخت نشین ہوا

ہادی بن مہدی سنہ ۱۶۹ھ مین تخت نشین ہوا

ہارون الرشید بن المہدی سنہ ۱۷۰ھ مین تخت نشین ہوا

مامون الرشید بن ہارون الرشید

ہارون الرشید، بڑی عظمت و شان کا خلیفہ گذرا، شاہزادگی کے زمانہ مین روم پر لشکرکشی کی، اور پے در پے فتحین کرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا، سریر خلافت پر بیٹھا تو اسلام کے ملکی حدود اِس قدر وسیع کر دیئے کہ دولت عباسیہ مین کبھی نہین ہوے تھے، قیصر روم نے چند بار خراج دینے سے انکار کیا، مگر اُس نے ہر بار شکست دی قیصر کے پائے تخت ہرقلہ[1] کو برباد کر دیا، اور بزور یہ شرط لکھوائی کہ پھر کبھی آباد نہ کیا جائے گا، شاہان شان و شوکت اور علم و ہنر کی سرپرستی نے ہارون الرشید کی شہرت کو اور بھی چمکایا، اس کی قدردانی کی ندائے عام نے دلون مین وہ شوق اور حوصلے پیدا کر دیئے کہ زمانہ کے تمام اہل کمال دربار مین کھنچ آئے، اور آستانہ خلافت علوم و فنون کا مرکز بن گیا، خود بھی نہایت طباع اور قابل تھا، اُس کی علمی مجلسین ادبی تصنیفات کی جان ہین حق یہ ہے کہ اگر اُس کا دامن انصاف برامکہ کے خون سے رنگین نہ ہوتا، تو ہم اس کے ہوتے عباسیون مین سے کسی

[1] ایشیائے کوچک مین ایک نہایت آباد اور مشہور شہر تھا۔ یونانی خاندان جو اس زمانہ مین قیصر کہلاتا تھا اِس کا پایہ تخت یہی شہر تھا، عربی مورخ اس کو ہرقلہ لکھتے ہین اب ویران ہو کر ایک معمولی شہر رہ گیا ہے،

فرمان روا کو انتخاب کی نگاہ سے نہ دیکھ سکتے، مامون جس کے حالات ہم اس کتاب مین لکھنا چاہتے ہین، اسی ہارون کا فرزند رشید تھا،

مامون کی ولادت اور تعلیم و تربیت

ربیع الاول ۱۷۰ھ مین پیدا ہوا، اس کی ولادت کی رات بھی عجیب رات تھی جس مین ایک خلیفہ (ہادی) نے وفات پائی، دوسرا (ہارون الرشید) تخت نشین ہوا تیسرا (مامون) عالم وجود مین آیا۔ خلیفہ مہدی نے وصیت کی تھی کہ "میرے بعد ہادی تخت نشین ہو اور اُس کے بعد ہارون" ہادی نے بدنیتی سے ہارون کو محروم کرنا چاہا، اور چونکہ ہارون خانہ جنگیون سے ہمیشہ پرہیز کرتا تھا، اس لئے ممکن تھا کہ ہادی اپنے خودغرضانہ ارادہ مین کامیاب ہو جاتا لیکن موت نے دفعتہً اُس کی تمام اُمیدون کو خاک مین ملا دیا، ہارون بستر خواب پر سو رہا تھا کہ وزیر اعظم یحیٰی نے جگا کر مژدۂ خلافت سنایا، ہارون نے نہایت یاس سے کہا، "دیکھو! تم ہنسی کرتے ہو بھائی صاحب سن لین گے تو یہی ہنسی بلائے جان ہو گی"، یحیٰی نے عرض کیا "قضائے الٰہی نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا، آپ اطمینان سے سریر خلافت کو زینت دین"، اسی گفتگو مین خواص مژدہ لائی کہ "مشکوی معلی مین وارث تاج و تخت پیدا ہوا"، یہی وہ مبارک فال لڑکا تھا جسکی قسمت مین مامون الرشید اعظم ہونا لکھا تھا ہارون نے مبارک فالی کے لحاظ سے عبداللہ نام رکھا، کیونکہ بانی دولت عباسیہ یعنی خلیفہ سفاح کا بھی یہی نام تھا، مامون کی مان ایک کنیز تھی، جس کا نام مراجل تھا اور بادغیس ہرات کا ایک شہر ہے، مین پیدا ہوئی تھی، علی ابن عیسیٰ گورنر خراسان نے اسکو ہارون کی خدمت مین پیشکش بھیجا تھا افسوس ہے کہ مراجل دو چار روز کے بعد انتقال کر گئی اور مامون کو مادر مہربان

کے دامن شفقت مین پلنا نصیب نہ ہوا۔

مامون جب قریبًا پانچ برس کا ہوا ہے، تو بڑے اہتمام سے اس کی تعلیم وتربیت شروع ہوئی، دربار مین جو علما اور مجتہدین فن موجود تھے، ان مین سے دو شخص یعنی کسائی نحوی اور یزیدی قرآن پڑھانے کے لئے مقرر ہوئے، مامون کا سن ہی کیا تھا، مگر طباعی اور فطانت کے جوہر ابھی سے چمک رہے تھے، کسائی کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ مامون کو پڑھنے کے لئے کہتا تھا، اور آپ چپکا سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا، مامون کہین غلط پڑھجاتا تو فورًا کسائی کی نگاہ اُٹھ جاتی، اتنے اشارے سے مامون متنبہ ہو جاتا اور عبارت کو صحیح کر لیتا، ایک دن سورۂ صف کا سبق تھا، کسائی حسب عادت سر جھکائے سن رہا تھا جب مامون اس آیت پر پہنچا، یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (اے ایمان والو، وہ بات کیون کہتے ہو؟ جو کرتے نہین)، تو بے اختیار کسائی کی نظر اُٹھ گئی مامون نے خیال کیا کہ مین نے شاید آیت کے پڑھنے مین کچھ غلطی کی، مگر جب پھر مکرر پڑھا تو معلوم ہوا کہ صحیح پڑھی تھی، تھوڑی دیر کے بعد جب کسائی چلا گیا، تو مامون ہارون کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر حضور نے کسائی کو کچھ دینے کے لئے کہا تو ایفائے وعدہ فرمائیے، ہارون نے کہا ہان اُس نے قاریون کیلئے کچھ وظیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی تھی جس کو مین نے منظور بھی کیا تھا، کیا اُس نے تم سے کچھ تذکرہ کیا، مامون نے کہا نہین، ہارون نے پوچھا پھر تم کو کیونکر معلوم ہوا مامون نے اس وقت کا ماجرا عرض کیا اور کہا کہ خاص اس آیت پر کسائی کا دفعۃً چونک پڑنا بے وجہ نہین ہو سکتا تھا، ہارون نے کم سن بیٹے کی اس ذہانت سے نہایت متعجب اور خوش ہوا[1]، یزیدی مامون کا صرف معلم نہ تھا بلکہ اتالیق بھی تھا، اور مامون کے عام افعال وعادات

---

[1] دیکھو منتخب کتاب المختار من نوادر الاخبار صفحہ ۱، منہ،

کی نگرانی اُس سے متعلق تھی اس فرض کو یزیدی نہایت سچائی سے ادا کرتا تھا،

ایک دن یزیدی اپنے معمول پر آیا، مامون اُس وقت محل مین تھا، خدام نے یزیدی کے آنے کی اطلاع کی مگر کسی وجہ سے مامون کو باہر آنے مین ذرا دیر ہوئی، نوکرون نے موقع پاکر یزیدی سے شکایت کی کہ جب آپ تشریف نہین رکھتے تو صاحبزادے تمام ملازمون کو نہایت دق کرتے ہین، مامون جب باہر آیا تو یزیدی نے چھ سات بید مارے، اتنے مین خادمون نے وزیر السلطنت جعفر بن یحیٰی برمکی کے آنے کی اطلاع کی، مامون فوراً آنسو پونچھ کر فرشس پر جا بیٹھا، اور حکم دیا کہ اچھا آنے دو، جعفر حاضر ہوا، اور دیر تک ادھر اُدھر کی باتین کرتا رہا، یزیدی کو ڈر ہوا کہ مامون جعفر سے کہین میری شکایت نہ کردے، جعفر چلا گیا تو یزیدی نے پوچھا کہ میری شکایت تو نہین کی مامون نے سعادتمندانہ لہجہ مین کہا "استغفر اللہ" مین ہارون الرشید سے تو کہنے کا نہین جعفر سے کیا کہون گا، کیا مین یہ نہین سمجھتا کہ تادیب و تعلیم سے مجھ کو کس قدر فائدے پہنچین گے، خلفا کا دستور تھا، کہ دربار مین جو لوگ معتمد اور صاحب فضل و کمال ہوتے تھے، اولاد کو ان کی آغوش تربیت مین دے دیتے تھے، اور انھین کے اہتمام مین وہ تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے ہارون نے اسی قاعدے کے موافق مامون کی سنہ ۱۸۲ھ مین جعفر برمکی کے حوالہ کیا، مامون کی قابلیت علمی اور عام لیاقتون کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہوا کہ وہ جعفر برمکی کی آغوش تربیت مین پلا، جو قابلیت وزارت کے علاوہ علوم و فنون مین دستگاہ کمال رکھتا تھا، اور زیادہ تر اسی سرپرستی مین ممالک اسلامیہ مین فضل و کمال کا رواج ہوا، یزیدی کا بڑا بیٹا محمد بھی جو نہایت متبحر اور شاعر تھا مامون کی تربیت و تعلیم پر مامور تھا،

سلہ تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۳۱۹، منہ

مامون کو مورخون نے حافظ القرآن لکھا ہے[1]، غالباً اسی زمانہ مین وہ حافظ ہوا ہوگا بہرحال قرآن مجید کے ختم کرنے کے بعد اُس نے نحو و ادب پڑھنا شروع کیا، اور وہ مہارت حاصل کی کہ جب کسائی نے ایک موقع پر امتحان لیا، اور نحو کے متعدد مسئلے پوچھے تو اُس نے اس برجستگی سے سوالون کے جواب دیئے کہ خود کسائی کو تعجب ہوا، اور ہارون نے جوش طرب مین سینہ سے لگالیا[2]،

اس امتحان مین ہارون کا دوسرا بیٹا امین بھی شریک تھا جو مامون سے ایک برس چھوٹا تھا، اور جس کو اس بات مین مامون سے شرف حاصل تھا کہ اس کی مان زبیدہ خاتون تھی، اور اس اعتبار سے نجیب الطرفین تھا،

یزیدی نے مامون و امین کو برجستہ گوئی اور حسن تقریر کی بھی تعلیم دی تھی، ان دونون کی قابلیت پر یزیدی کو خود تعجب ہوتا تھا، اور وہ کہا کرتا تھا کہ "خلفائے بنی اُمیہ کے لڑکے قبائل عرب مین بھیجدیئے جایا کرتے تھے کہ شستہ بیانی سیکھین مگر تم تو گھر بیٹھے ان سے کہین زیادہ فصیح اور زبان آور ہو" اول اول اس نے جمعہ کے دن ایک بڑے مجمع مین جو فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا ایسے پرتاثیر لہجہ مین پڑھا کہ تمام حاضرین کے دل دہل گئے اور اکثر لوگ رو پڑے ابو محمد یزیدی نے اس پر ایک قصیدہ لکھا، کتاب الاغانی مین یہ قصیدہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہارون نے اس کے صلے مین یزیدی کو ۵۰ ہزار درہم عطا کئے،

فقہ کی تعلیم کے لئے سلطنت کے ہر حصہ سے فقہا بلائے گئے، اور مامون نے اُن کے فیض صحبت سے ایک ماہر فقیہ کا رتبہ حاصل کیا، علم حدیث کی سند ہشیم، عباد بن العوام

---

[1] خلفا مین صرف ابو بکر صدیقؓ، حضرت عثمانؓ، مامون الرشید حافظ القرآن گذرے ہین سیوطی صفحہ ۲۲،

[2] دیکھو درازی فی ذکر الذراری صفحہ ۲۹، منہ

یوسف بن عطیہ ابو معاویۃ الفریر، اسمٰعیل بن علیۃ، حجاج الاعور وغیرہ سے حاصل کی، حدیث کے فن مین مالک بن انس امام وقت تھے اور بڑے بڑے ائمہ فن جن مین امام شافعی بھی داخل ہین، ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے، ہارون الرشید نے ان کی خدمت مین درخواست کی، کہ حریم خلافت مین قدم رنجہ فرماکر شہزادون کو علم حدیث پڑھائین امام مالک نے کہلا بھیجا، کہ علم کے پاس لوگ خود آتے ہین وہ دوسرون کے پاس نہین جاتا انھون نے اس بات سے ہارون کو اور بھی غیرت دلائی کہ "یہ علم تمھارے ہی گھر سے نکلا ہے اگر تمھین اس کی عزت نہ کروگے تو وہ کیونکر عزت پاسکتا ہے" اس معقول جواب کو ہارون نے نہایت خوشی سے تسلیم کیا، اور شہزادون کو حکم دیا کہ امام موصوف کی درسگاہ عام مین حاضر ہون[1]۔

ہارون الرشید خود بہت بڑا فقیہ اور پایہ شناس فن تھا، موطا کے پڑھنے کے لئے جو علم حدیث کی نہایت معتبر اور مشہور کتاب ہے وہ اکثر امام مالک کی خدمت مین حاضر ہوا ہے اور چونکہ اس کو اپنی اولاد کی تعلیم کا شروع ہی سے نہایت اہتمام تھا، امین اور مامون بھی اس درس مین اس کے ساتھ ہوتے تھے[2]، ہرچند دار الخلافہ بغداد مین جس پایہ کے علما، موجود تھے اس وقت اور کہین نہ تھے، تاہم ہارون کی خواہش تھی کہ ملک مین اور جو ارباب فن ہین ان کے فیض تعلیم سے بھی مامون وامین محروم نہ رہین، جب وہ کوفہ گیا جو اُس وقت فقہ وحدیث کا مرکز تھا، تو وہان کے تمام محدثین کو طلب کیا، چنانچہ دو شخص کے سوا اور سب

---

[1] حکم وآداب بیاقوت المستعصمی صفحہ ۷، [2] سیوطی صفحہ ۲۹، موطا کا وہ نسخہ جسمین ہارون الرشید نے پڑھا تھا، مدت تک مصر کے کتب خانہ مین موجود تھا، سیوطی صفحہ مذکور،

حاضر ہوئے، یہ دو بزرگ عبد اللہ بن ادریس و یحییٰ بن یونس تھے جنھون نے اپنے طریق عمل سے ثابت کیا کہ امام مالک کے سوا اور لوگ بھی ہین جو علم حدیث کی اصلی عزت کرتے ہین، ہارون نے حکم دیا کہ مامون و امین خود اُن کی خدمت مین حاضر ہون، ابن ادریس نے سو حدیثین روایت کین، اور جب اسی وقت مامون نے ان حدیثون کو زبانی سنا دیا تو ابن ادریس بھی اسی کی قوتِ حافظہ اور واقفیت پر عش عش کر گئے ہ[1]

علوم مروجہ وقت مین سے مامون نے اگرچہ ہر ایک علم مین دستگاہ مناسب حاصل کی تھی لیکن خاص فقہ ادب تاریخ، ایام عرب مین وہ بڑے بڑے ماہرینِ فن کا ہمسر گنا جاتا تھا، اور درحقیقت ایک ایسے شخص کو جو بالطبع ذکی ہو، جس نے یزیدی اور کسائی جیسے مجتہدین فن سے تعلیم پائی ہو جو ابو نواس، ابو العتاہیہ، سیبویہ۔ فرا کی علمی مجلسون مین شریک رہا ہو، ایسا ہی یگانۂ فن ہونا چاہئے، جیسا کہ مامون تھا، بچپن مین ایک دن اُس نے اصمعی سے پوچھا، کہ یہ شعر کس کا ہے؟

ماکنت الا کلحم میت ۔۔۔۔ دعا الی اکلہ اضطراد

اصمعی نے کہا ابن عیینۃ المہلبی کا مامون نے کہا نہایت بلند خیال ہے مگر فلان شعر سے ماخوذ ہے، اصمعی کو اس وسعت نظر اور واقفیت پر نہایت تعجب ہوا[2]، مامون نے اسی زمانہ مین شعر لکھنا بھی شروع کیا تھا، اور چونکہ طبیعت نہایت موزون اور نظر از بس وسیع تھی برجستہ کہتا تھا، اور خوب کہتا تھا، ایک موقع پر ہارون الرشید

---

[1] سیوطی صفحہ ۲۲۲

[2] مرآۃ الجنان یافعی ترجمہ اصمعی،

نے جب فوج کو حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے بعد سفر کے لئے تیار رہے اور ہفتہ گذر جانے پر بھی لوگون
کو اُس کے ارادہ کا ٹھیک حال نہین معلوم ہوا تو مامون نے ارکینِ دربار کی فرمایش سے خلیفہ
وقت کی خدمت مین یہ قطعہ لکھا:-

یا خیر من دبت المطی بہ ومن تقدی بسرجہ الفرس

اے ان سب لوگون سے بہتر جن کو سواریان لے کر چلتی ہین! اور وہ جن کے گھوڑے
پر ہمیشہ زین رہتا ہے،

ھل غایۃ فی المسیر نعرفھا ام امرنا فی المسیر ملتبس

سفر کا کوئی وقت ہے جس کو ہم لوگ جان سکین یا یہ امر ہمارے لئے مبہم رہے گا،

ما علم ھذا الا الی ملک من نورہ فی الظلام نقتبس

اس بات کا علم صرف اُس بادشاہ کو ہے جس کے نور سے ہم لوگ تاریکی مین روشنی
حاصل کرتے ہین،

ہارون کو اس وقت تک نہین معلوم تھا کہ مامون نے شاعری کی ہے، اگرچہ
اس طباعی، اور ذہانت پر نہایت خوش ہوا، مگر رقعہ پر بطور جواب کے یہ لکھا "اے جان
پدر تم کو شعر سے کیا کام، شعر عام آدمیون کے لئے باعث فخر ہے مگر عالی رتبہ لوگون کے لئے
کچھ عزت کی بات نہین،

۱۸۸ھ مین جب ابراہیم موصلی کسائی نحوی عباس ابن الاحنف شاعر ایک ہی دن
قضا کر گئے، تو ہارون الرشید نے حکم دیا کہ خود شہزادۂ مامون جا کر اُن کے جنازے کی نماز
پڑھائے، مامون نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوا تو پوچھا کہ کس کا جنازہ سب سے آگے رکھا گیا ہے؟
لوگون نے عرض کی "ابراہیم کا"، مامون نے کہا نہین عباس کا جنازہ آگے رکھو" نماز سے

فارغ ہوکر واپس چلا تو ایک درباری نے عرض کی کہ عباس کو کیا ترجیح تھی، مامون نے کہا ان دو شعرون کی وجہ سے، ؎

وسعی بہا ناس فقالوا انما لھی التی تشقی بہا و تکابد

فجحد تھم لیکون غیرک ظنھم انی لیعجبنی المحب الجاحد

(یعنی معشوق کی نسبت لوگون نے مجھ سے کہا کہ تم اُسی پر مرتے ہو، مین نے انکار کیا. تاکہ لوگ تیری نسبت گمان نہ کرین، مجھ کو وہ عاشق پسند ہے جو وقت پر مکر جائے، علامہ ابو الفرج اصفہانی نے اس واقعہ کو ابراہیم کے تذکرہ مین نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت فن ادب کو وہ عزت حاصل تھی کہ اس قسم کے مذہبی فرائض مین بھی اُس کا لحاظ کیا جاتا تھا

مامون نے ان علوم سے فارغ ہوکر فلسفہ کی طرف توجہ کی، ہارون الرشید نے جو عالیشان محکمہ کتب علمیہ کے ترجمے کا قایم کیا تھا. اور جس مین ہندو، پارسی، عیسائی وغیرہ ہر مذہب و ملت کے لوگ نوکر تھے، جو مختلف زبانون کی کتب فلسفہ و طبیہ کے ترجمے کرتے رہتے تھے مامون کی تکمیل فلسفہ مین بہت مددگار ہوا، لیکن اس موقع پر ہم اس کی تفصیل نہین کرتے اور اس موقع کیلئے اُٹھا رکھتے ہین، جہان ہم ملکی تاریخ سے فارغ ہوکر اُس کے عام اخلاق و عادات کا تذکرہ کرین گے اور اسی موقع پر اس کی علمی مجلسین، علماء سے مناظرے مسائل علمیہ کے متعلق ایجادات، فلسفہ کی ترویج کا حال لکھین گے، یہان مختصر طور پر صرف وہ حالات بیان کئے ہین، جو اسکی ابتدائی تعلیم سے متعلق تھے،

مامون کی ولیعہدی سنہ ۱۸۲ھ

ہارون الرشید کی اولاد ذکور ۱۲ تھی، جن مین سے چار ایسے لائق وقابل تھے جنکو وہ ولیعہدی کیلئے انتخاب کرسکتا تھا، مامون، امین، موتمن، معتصم۔ معتصم گو نہایت قوی اندام، دلیر، شجاع اور فنون جنگ سے واقف تھا لیکن جاہل محض تھا، ہارون نے اس بنا پر اس کو خلافت سے بالکل محروم کردیا، امین کی مان زبیدہ، اور اس کا ماموں عیسی بن جعفر بن المنصور دربار مین ایک پولیٹیکل طاقت رکھتے تھے کیونکہ اراکین دربار وافسران فوج جو اکثر بنی ہاشم تھے، اتحاد نسب کی وجہ سے زبیدہ کے ساتھ تھے، سنہ ۱۷۵ھ مین عیسی بن جعفر نے وزیر السلطنت فضل بن یحیی سے امین کی ولیعہدی کے لئے سفارش کی، اگرچہ امین کی عمر اس وقت کل پانچ برس کی تھی اور اس وجہ سے خاندان شاہی کے چند ممبر اس تجویز پر راضی نہ تھے، تاہم فضل کی بات ٹالی نہین جاسکتی تھی، ہارون نے تمام دربار سے امین کیلئے بیعت لی، امین اگرچہ نہایت ذکی الطبع، فصیح، خوش تقریر، پاکیزہ رو، خوش شمائل تھا، اس کے ساتھ اُس نے نحو، ادب، فقہ مین نہایت مہارت حاصل کی تھی، لیکن عیش طلب اور راحت پسند تھا، ہارون کو بھی روز بروز اُس کی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا، مامون کی ذاتی خوبیون نے ہارون کو بالکل اپنا گرویدہ کرلیا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ ,,مین مامون مین منصور کا حزم، مہدی کی متانت، ہادی کی شان وشوکت پاتا ہون اور اگر اپنے سے بھی اُس کو نسبت دینا چاہون تو دے سکتا ہون،، مین نے امین کو خلافت مین اُس پر ترجیح دی، حالانکہ مجھ کو معلوم ہے کہ وہ فضول خرچ اور اپنی خواہشون کا مطیع ہے

اور لونڈیان اور عورتین اُس کی مشیر کار ہین، اگر زبیدہ کا لحاظ اور بنو ہاشم کا دباؤ نہ ہوتا تو مین مامون کو ترجیح دیتا[1]،

ہارون نے ایک دن ابو عیسیٰ[2] اپنے چھوٹے بیٹے سے جو حسن و جمال مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا کہا، "کاش تیرا حسن مامون کو ملا ہوتا"، خود مامون سے بھی وہ کہا کرتا تھا کہ "ساری خوبیان تجھی مین ہوتین، تو خوب ہوتا اور اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو مین ابو عیسیٰ[1] کا حسن بھی تجھی کو دیتا[3]،

زبیدہ کو ان باتون سے نہایت رنج ہوتا تھا، وہ ہارون کو طعنہ دیتی تھی کہ تم ایک کنیز زادہ کو میرے لخت جگر پر ترجیح دیتے ہو، دونون مین اکثر اس بات پر بحثین رہتی تھین اور چونکہ زبیدہ عام لیاقتون مین بھی امین کو مامون سے کم درجہ پر تسلیم نہین کرتی تھی، ہارون اکثر موقعون پر دونون کا امتحان لیتا تھا، اور نتیجہ امتحان پر زبیدہ کو شرمندہ ہونا پڑتا تھا، ایک دن اس نے چند مسواکون کی طرف اشارہ کر کے جو اُس کے پاس رکھی تھین، امین سے پوچھا کہ یہ کیا چیزین ہین امین نے کہا "مسلویک" یعنی مسواکین، پھر اُس نے مامون کو بلا کر یہی سوال کیا اُس نے جواب دیا کہ۔ "ضد محاسنک یا امیر المومنین[4]"،

ایک اور دن ہارون نے دو خاص غلامون سے کہا کہ امین سے تنہائی مین بطور

---

[1] سیوطی صفحہ ۱۳۱، [2] ذراری صفحہ ۴۴، [3] تمام عباسی خاندان خلافت، اور خاندان خلافت مین ابو عیسیٰ نہایت حسین اور صاحب جمال تھا، اس کے ساتھ شاعر نکتہ سنج اور موسیقی کا بڑا ماہر تھا، مامون الرشید کو ابو عیسیٰ سے نہایت محبت تھی، علامہ آغانی نے لکھا ہے کہ مامون الرشید اپنے بعد اُس کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتا تھا مگر، افسوس کہ وہ یوسف جمال مامون کی زندگی ہی مین مرگیا، مامون نے کئی دن تک اُس کے غم مین کھانا نہین کھایا، [4] مراۃ الجنان ترجمہ المامون،

خود پوچھو کہ جب خلافت آپ کو ملیگی تو حضور ہمارے ساتھ کیا سلوک فرمائین گے، امین نے نہایت
خوش ہوکر کہا کہ مین تم کو اس قدر انعام وجاگیرین دون گا کہ نہال ہو جاؤ گے، مگر جب مامون
کے پاس گئے تو اُس نے دوات جس سے لکھ رہا تھا اُٹھا کر اس کے منہ پر پھینک ماری
اور کہا کہ بدمعاش جس دن امیر المومنین نہ ہون گے تو ہم لوگ جی کر کیا کرین گے ہم ان
پر فدا نہ ہو جائین گے[1]،

اس پر بھی ہارون امین کی ولیعہدی کو مسترد نہین کرسکتا تھا، مامون کے لئے
اتنا کیا کہ سنہ ۱۸۲ھ مین امین کے بعد اُس کی ولیعہدی پر لوگون سے بعیت لی، اور سر دست
خراسان وہمدان کے صوبہ جات کا گورنر مقرر کیا، تیسرے بیٹے قاسم کو جزیرہ ثغور وعواصم کی
حکومت دی اور مامون کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لائق نہ ثابت ہو تو وہ معزول کرسکتا ہے، اگرچہ
ہارون نے اس طور پر ملک کی تقسیم کردی تھی مگر وہ امین کی طرف سے مطمئن نہ تھا، وہ جانتا
کہ امین خود غرض اور عیش پرست ہے اور چونکہ تمام عمائد بنی ہاشم اور افواج کا بڑا حصہ اُس
کا طرفدار ہے، اس کو دوسرون کی حق تلفی پر بآسانی جرأت ہوسکتی ہے، اس خیال سے
سنہ ۱۸۶ھ مین جب وہ مکہ معظمہ گیا تو امین کو تنہا خانہ کعبہ کے اندر لیجا کر فہمائش کی پھر مامون
کو بلایا اور اس سے بھی اس معاملہ کے متعلق دیر تک باتین کین، اس کے بعد دونون سے
جدا جدا معاہدے لکھوائے جسمین ہر ایک نے اسکی تقسیم کو تسلیم کیا، جو ہارون نے ان
کے لئے تجویز کی تھی، صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ تقسیم کی رو سے مامون کو جو
ممالک ملے اُس مین کرمان شاہ، نہاوند، قم، کاشان، اصفہان، فارس، کرمان،
رے، قومس، طبرستان، خراسان، زابل، کابل، ہندوستان، ماوراءالنہر، ترکستان،

[1] طبری صفحہ ۷۵۴،

داخل تھے، امین کو بغداد، واسط، بصرہ، کوفہ، شامات، سواد عراق، موصل، جزیرۂ حجاز، مصر، اور بغداد کے انتہائے حدود تک کی حکومت ملی، اس معاہدے پر دونوں سے دستخط کرائے، اور وہ ایک جمِ غفیر کے سامنے جس مین یحیٰی برمکی وزیر السلطنت جعفر بن یحیٰی فضل ابن ربیع حاجب اور خاندان خلافت کے تمام اعیان اور فقہا و علما شامل تھے باواز بلند پڑھکر سنایا گیا، تمام حاضرین نے بطور شہادت کے اس پر دستخط کئے اور جب ہر طرح سے مصدق ہوگیا، سونے کے نلوے مین جو زمرد و یاقوت سے مرصع تھے رکھکر حرم کعبہ مین دروازے کے اوپر آویزان کیا گیا، کعبہ کے دربانون سے حلف لیا گیا کہ اس کی نہایت احتیاط کرین گے، اور حج کے زمانہ مین کسی منظر عام پر وہ آویزان کر دیا جائیگا، اگرچہ یہ معاہدے نہایت طولانی اور بالکل فضول باتون سے بھرے ہوئے ہین، تمام تحریر مین ایک بات بھی ایسی نہین جس سے کوئی دقیق پولٹیکل خیال پیدا ہوتا تاہم اس خیال سے کہ وہ ایک قدیم زمانہ کی تحریر ہے، اور اس سے اس وقت کے عام خیالات اور طریق معاملات کا اندازہ ہوتا ہے ہم بجنسہ اس کا ترجمہ اس مقام پر لکھتے ہین[1]

---

[1] علامۂ ازرقی نے جو ۲۰۲ھ مین موجود تھے ان دونون معاہدون کو تمامہا تاریخ مکہ مین نقل کیا ہے دیکھو تاریخ مذکور از صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۶، مطبوعہ جرمن مقام لیپزگ، ابن واضح کاتب عباسی نے بھی ان معاہدون کو اپنی تاریخ مین قدرے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے،

دستاویز جو امین نے لکھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط، یہ ایک تحریر ہے جس کو محمد بن امیر المومنین ہارون نے امیر المومنین ہارون کے لئے لکھا بحالت ثبات عقل صحت جسم، و درستیِ فعل اطاعت مندانہ بلا جبر و اکراہ کہ مجھکو امیر المومنین ہارون نے ولیعہد سلطنت کیا ہے، اور عموماً تمام مسلمانون پر میری بیعت لازم کی، میرے بھائی عبد اللہ بن امیر المومنین کو میرے بعد میری رضامندی سے نہ جبر و اکراہ سے خلافت اور ولیعہدی اور مسلمانون کے ہر ایک معاملہ کی افسری حاصل ہو گی، اور اس کو امیر المومنین نے اپنی زندگی مین اور اپنے بعد خراسان اور اس کے اضلاع و فوج و خراج و محکمہ ڈاک و پرچہ نویسی و بیت المال و بیت الصدقہ و عشر عشور کی ولایت دی ہے پس مین اقرار کرتا ہون کہ جو کچھ امیر المومنین نے بیعت و خلافت و ولیعہدی اور مسلمانون کے عام معاملات کی افسری میرے بھائی عبد اللہ کو دی ہے، مین ان سب اُمور کو تسلیم کرون گا، خراسان اور اس کے اضلاع کی حکومت جو اس کو امیر المومنین نے عطا کی ہے یا زمین خاصہ مین سے جو جاگیرین اسکو دی ہین، یا کوئی جائداد خاص کر دی ہے یا کوئی زمین یا جاگیر اس کو خرید دی ہے، اور جو چیزین اپنی زندگی مین بحالت صحت از قسم مال و جواہرات و اسباب و کپڑے و غلام و مویشی، کم ہون خواہ زیادہ اس کو عنایت کی ہین، وہ سب عبد اللہ بن امیر المومنین کی ہین، جو اُس کے لئے تسلیم کر لیا گیا ہے، اور جسمین کچھ عذر نہین ہے اور مین نے اور عبد اللہ بن امیر المومنین نے ان تمام چیزونکو ایک ایک کر کے بقید نام و نشان و جگہ جان لیا ہے اور اگر ہم دونون مین سے کسی چیز کی نسبت ان چیزونمین اختلاف رائے ہو تو عبد اللہ کا قول قابل تسلیم ہوگا مین اُن چیزونمین سے کسی چیز کو

اپنا مال نہ قرار دون گا نہ اس سے چھینونگا نہ کم کرونگا، وہ شے خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی، اور نہ ولایت خراسان اور کسی صوبہ سے جسکی حکومت امیر المومنین نے اسکو دی ہے مجھکو کچھ بحث ہوگی مین عبد اللہ کو اِن صوبون سے نہ معزول کرون گا۔ نہ خلع بیعت کرون گا، نہ کسی اور کو اُس کا قائم مقام کرون گا، نہ کسی اور شخص کو ولیعہدی اور خلافت مین اس پر مقدم کرون گا، نہ اُسکی جان یا خون یا صورت یا ایک سرِ مو کو ضرر پہنچاؤن گا، نہ اُس کے جزئی یا کلی امور مین یا حکومت مال و جاگیر و زمین خاصہ کے متعلق، کوئی رنج دہ بات کرون گا کسی وجہ سے اسکی کسی چیز مین تبدیلی نہ کرون گا، نہ اُس سے نہ اس کے عمال سے نہ اُس کے متوسلون سے کچھ حساب کتاب سمجھون گا، خراسان اور اس کے صوبون اور ان علاقون مین جس کی حکومت امیر المومنین نے اپنی زندگی مین وحالت صحت مین اُس کو دی ہے، جو کچھ انتظامات خود اُس نے یا اُس کے عمال نے کئے ہون گے مثلاً خراج، خزانہ طراز، ڈاک، صدقات، عشر، عشور، وغیرہ اُس کے درپے نہ ہون گا، اور نہ کسی اور کو اجازت یا حکم دون گا، نہ ایسا خیال دل مین لاؤن گا نہ اپنے لئے وہان کوئی جاگیر کی زمین طلب کرون گا، اور امیر المومنین ہارون نے جو کچھ زمانِ خلافت مین اس کو عطا کیا ہے، جس کا اس دستاویز مین ذکر ہے اور جس پر مجھ سے اور عام لوگون سے بیعت لی گئی ہے، اس مین کچھ کمی نہ کرون گا، نہ اور کسی کو اجازت دون گا کہ اس سے تعرض کرے یا اس کا مخالف بنے، یا اُسکی بیعت کو توڑے، اس بارہ مین کسی شخص کی خلق اللہ مین سے کوئی بات نہ سنون گا نہ اس پر ظاہر یا باطن مین راضی ہون گا نہ اُس سے چشم پوشی کرون گا نہ غفلت کرون گا، اور نہ کسی نیک آدمی سے نہ بد سے نہ سچے شخص سے نہ جھوٹے سے نہ ناصح سے نہ فریب دہندہ سے، نہ قریب سے

نہ بعید سے نہ اولاد آدم مین سے کسی شخص سے نہ مرد سے نہ عورت سے کوئی مشورہ یا فریب
یا حیلہ کسی بات مین ظاہر یا باطن مین حق یا باطل مین قبول کرون گا،
جس سے کسی معاہدہ یا شرط کا فاسد کرنا مقصود ہو، جو مین نے عبداللہ بن امیرالمومنین سے
کی ہے، اور جس کا اس دستاویز مین ذکر ہے، اور اگر کوئی شخص عبداللہ سے برائی کا ارادہ
کرے یا ضرر پہونچانا چاہے یا اسکی بیعت توڑنا چاہے یا اُس سے ارادہ جنگ کرے یا
اُسکی جان یا جسم یا سلطنت یا مال یا حکومت مین مجتمعاً، یا تنہا ظاہر یا باطن مین کچھ تعرض کرنا
چاہے تو میرا فرض ہوگا کہ اسکی مدد کرون الو حفاظت کرون اور جو اپنی جان و جسم و مال
و خون و چہرہ و حرم و حکومت سے دفع کرون، وہ اس سے بھی دفع کرون اور اسکی اعانت کو لشکر بھیجون اور ہر مخالف کے
مقابلہ مین اس کی مدد کرون اور نہ چھوڑدون اُس کو اور نہ الگ ہوجاؤن اُس سے، اور جب
تک مین زندہ ہون اس بارہ مین اُس کے کام کو اپنا کام سمجھون گا، اور اگر امیرالمومنین کو موت
آجائے اور مین اور عبداللہ ابن امیرالمومنین اس وقت امیرالمومنین کے پاس موجود ہون یا ہم
مین سے صرف ایک شخص حاضر ہو یا کوئی نہ حاضر ہو، ایک ہی جگہ ہون یا مختلف مقامات
مین، اور عبداللہ بن امیرالمومنین، خراسان کے علاقہ حکومت مین نہ ہو تو میرا فرض ہوگا کہ اُس کو
خراسان روانہ کرون اور وہان کی حکومت و صوبے و فوج اس کے حوالہ کرون مین اس
مین نہ تاخیر کرون گا نہ اس کو روکون گا، نہ اپنے سامنے نہ کسی اور شہر مین خراسان کے ادہر
اور فوراً اس کو روانہ کرون گا، خراسان اور اس کے مضافات کا حاکم کرکے مستقل
طور پر بغیر اس کے کہ کسی کو اس کا شریک کرون، اور ان سب لوگون کو اُس کے ساتھ
کرون گا جن کو امیرالمومنین ہارون نے عبداللہ کی ہمراہی مین مخصوص کیا ہے از قسم افسران
فوج و لشکر و ندیم و منشی و عمال و غلام و خادم اور جو اُس کے ہمراہ ہون مع ان کے اہل و عیال

ان مین سے مین کسی کو نہ روکون گا، اور نہ کسی کو اس مین شریک کرون گا، مین عبداللہ پر
نہ کوئی امین بھیجون گا نہ پرچہ نویس، نہ بندار اور نہ قلیل یا کثیر مین اس کا ہاتھ پکڑون گا،
جو کچھ اس تحریر مین مین نے شرطین کین، اور جو کچھ لکھا ہے، ان کی نسبت امیرالمومنین
ہارون کو اور عبداللہ بن امیرالمومنین کو ذمہ دیتا ہون خدا کا اور امیرالمومنین کا اور اپنا
اور اپنے آباو اجداد کا، اور تمام مسلمانون کا، اور وہ سخت عہد جو خدا نے انبیا، اور مرسلین
اور عامۂ خلایق سے لئے ہین، اور اس قسم کے عہد و میثاق اور قسمین جن کے پورے کرنے
کا خدا نے حکم دیا ہے اور جس کے توڑنے اور بدلنے سے ممانعت کی ہے، پھر اگر مین
توڑدون کوئی شرط جو مین نے امیرالمومنین ہارون اور عبداللہ بن امیرالمومنین سے کی
ہے اور جس کا اس تحریر مین ذکر ہے، یا خیال کرون اس چیز کے توڑنے کا جس پر مین
قائم ہون یا اسکو بدلون یا خیال کرون یا بدعہدی کرون یا کسی شخص سے چھوٹے یا
بڑے، نیک یا گنہگار، مرد یا عورت جماعت یا تنہا، کسی سے کوئی بات اُس کے
خلاف قبول کرون تو مین بری ہون، خدائے عزوجل سے اور اسکی ولایت سے اور
اس کے دین سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن منترک
ہو کر خدا سے ملون، اور ہر ایک عورت جو آج میرے عقد نکاح مین ہے، یا آیندہ
تیس برس تک میرے عقد نکاح مین آئے مطلقہ ہو تین طلاق سے طلاق الحرج
اور مجھ پر فرض ہوگا، بیت اللہ کو ننگے پاؤن پیادہ جانا تیس حج کو جو مجھ پر نذر اور واجب
ہون گے خدا نہ قبول کرے مگر اس کا پورا کرنا، اور جو مال آج میرا ہے یا جسکو مین
تیس برس تک حاصل کرون وہ کعبہ کے لئے مجھکو بطور ہدیہ کے بھیجنا ضرور ہوگا اور
جتنے غلام آج میرے مملوک ہین، یا آیندہ تیس برس تک ہون سب آزاد ہون گے

اور جو کچھ مین نے ہارون امیر المومنین، اور عبد اللہ ابن امیر المومنین کیلئے لکھا ہے اور شرط کی ہے اور قسم کھائی ہے اور اس تحریر مین ذکر کیا ہے مجھکو اس اس کا پورا کرنا لازم ہوگا، مین اس کے خلاف دل مین کوئی خیال نہ لاؤن گا، اور اس کے سوا نیت نہ کرون گا اور اگر دل مین ایسا خیال لاؤن یا کچھ اور نیت کرون تو یہ عہد و پیمان اور قسمین سب مجھ پر لازم اور واجب ہون گی، اور امیر المومنین کے افسران فوج اور خود لشکر اور تمام شہرون کے لوگ اور عام مسلمان سب میرے عہد بیعت و خلافت و ولایت سے بری ہون گے، اور میرے خلع بیعت سے ان پر کچھ حق مواخذہ نہ ہوگا حتی کہ مین ایک بازاری آدمی کے برابر ہون گا، مجھکو ان لوگون پر کچھ حق نہ ہوگا، نہ ولایت نہ اطاعت نہ بیعت اور ان لوگون کو بے مواخذۂ شرعی ان تمام قسمون اور عہدون کا توڑنا جائز ہوگا جو انھون نے میرے حق مین کئے ہین[1]،

---

[1] اس معاہدے پر ۲۷ بڑے بڑے عمائد داعیان کے دستخط ہین ہمنے تطویل کے خوف سے ان کے نام نہین لکھے،

مامون نے بھی ایک ایسی دستاویز لکھی یا اسکی طرف سے لکھی گئی جسکا خلاصہ یہ ہی

کہ امیر المومنین ہارون نے مجھ کو امین کے بعد ولی عہد کیا اور امین نے ایک دستاویز لکھی جس مین اس نے میرے حقوق کو اس تفصیل سے تسلیم کیا اور اس پر قسم کھائی، مین بھی امین کی اطاعت کرون گا اور اگر فوج وغیرہ کی مدد چاہے گا تو کافی اعانت کرون گا، جب تک وہ اپنے اقرار سے نہ پھرے اور اگر امین چاہے گا کہ اپنے بیٹون مین کسی کو میرے بعد ولی عہد کرے تو مین اُس کو تسلیم کرون گا بشرطیکہ امین میرے حقوق مین خلل انداز نہ ہو، لیکن اگر خود امیر المومنین ہارون اپنے فرزندون مین سے کسی کو میرے بعد ولی عہد قرار دین تو مجھکو اور امین کو تسلیم کرنا لازم ہو گا،

اب تک تو بظاہر امین و مامون، ملکی تقسیم اور جاہ و اقتدار مین برابر کے حصہ دار تھے، مگر متعدد تجربون نے ثابت کر دیا تھا کہ امین خلافت کے بوجھ کو کسی طرح سنبھال نہین سکتا، اسی خیال سے ہارون نے اُس کے اختیارات کم کرنے شروع کیے اسی کے ساتھ مامون کو ہر موقع پر ترجیح دی، اور گویا طریق عمل سے بتا دیا کہ خلافت اعظم کا مستحق مامون ہے، سنہ ۱۸۹ھ مین بمقام قرماسین علی رُوس الاشہاد ظاہر کیا کہ مال، خزانہ اسلحہ، اسباب، جو کچھ ہے مامون کا ہے، پھر تمام دربار سے کہا کہ "تم لوگ اس پر گواہ رہو"، سنہ ۱۹۰ھ مین جب روم پر حملہ آور ہوا تو شہر رقہ پر جس کو بجائے بغداد کے دارالخلافہ

قرار دیا تھا، مامون کو اپنا جانشین کر گیا، اور تبرکاً خلیفہ منصور کی خاتم خلافت بھی عنایت کی، امین اِن کارروائیون کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا تھا، مگر کچھ نہ کر سکتا تھا،

سنہ ۱۹۲ھ مین خراسان کے بعض اضلاع مین بغاوت برپا ہوئی، جس کے فرو کرنے کو ہارون خود روانہ ہوا، راہ مین بیمار ہوا، اور تمام ملک مین یہ خبر عام ہو گئی، امین کی سازش کے لئے یہ ایک عمدہ موقع تھا، کیونکہ دربار مین جتنے صاحب منصب تھے سب اُس کے طرفدار تھے، اور خصوصاً وزیر اعظم فضل بن الربیع تو گویا امین کا دست و بازو تھا، وہ عرب کی نسل سے تھا اور امین نے اُسی کے اہتمام مین تعلیم و تربیت پائی تھی، ہارون کے ساتھ اُس وقت اگرچہ امین و مامون دونون مین سے کوئی نہ تھا فضل بن الربیع کی وجہ سے دربار پر امین کا اثر غالب تھا، ہارون کی بیماری کی خبر سنکر امین نے فوراً ایک قاصد روانہ کیا اور بہت سے خطوط دیئے جو اہل دربار کے نام تھے،

ہارون الرشید نے اسی مرض مین ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۹۳ھ کو انتقال کیا،

اُس کے مرنے کے بعد قاصد نے امین کے خطوط جنکا مشترک مضمون یہ تھا کہ:

"فوج مع تمام خزانہ و سلاح و اسباب کے دار الخلافہ بغداد مین حاضر ہو"، تمام درباریون کو حوالہ کئے افسران فوج اور بعض عمائد اس حکم کی تعمیل مین کسی قدر متامل ہوئے لیکن فضل بن الربیع وہ شخص تھا کہ سارا دربار اُس کے اِشارون پر حرکت کرتا تھا، اُس نے لوگون کو یقین دلایا کہ امین کے سامنے جو خاص دار الخلافہ پر قابض ہے مامون کو ہرگز فروغ نہین ہو سکتا، چونکہ فوج بھی سکونت کے تعلق سے بغداد ہی کی طرف مائل تھی، امین اپنی تدبیر مین پورا کامیاب ہوا، مامون کی بدقسمتی اس سے زیادہ کیا ہو گی کہ فوج و حشم ایک طرف خزانہ عامرہ مین سے جس مین اسباب و جواہرات کے علاوہ پچاس کرو ڑ

کے صرف درہم و دینار تھے، اس کو ایک حبہ بھی نصیب نہ ہوا، غرض متفقاً سب نے بغداد کا رخ کیا مامون اُس وقت مرو مین تھا جب یہ خبر پہونچی تو ارکین دربار کو جمع کیا اور صلاح پوچھی، سب نے بڑے جوش سے کہا کہ دو ہزار سوار ساتھ ہون تو ہم شاہی فوج کو بزور واپس لا سکتے ہین،، مگر فضل بن سہل نے جو وزارت اعظم کے پایہ پر ممتاز تھا، مامون کو الگ لیجا کر کہا یہ گنتی کے آدمی، شاہی فوج پر جسکا شمار نہین ہوسکتا فتح تو کیا حاصل کر سکتے ہین، جب شکست کھا کر جان سے نا اُمید ہون گے تو حضور کو امین کے حوالہ کردین گے کہ اس کارگذاری کی صلہ مین اپنی جانین بچالین، اگر یہی منظور ہے تو خط بھیج کر پہلے فوج کا عندیہ دریافت کرلیا جائے،، دو خاص خادم یہ نامے لے کر گئے فضل بن الربیع نے خط پڑھکر کہا،، مین تو اے عام کا پاپیادہ ہون جس طرف سب ہون گے مین بھی ہون گا، لیکن عبد الرحمٰن ایک فوجی افسر فوج نے قاصدون کے پہلو پر نیزہ رکھکر کہا، کہ تمھارا آقا ہوتا تو یہ برچھی اُس کے پہلو سے پار ہو چکی ہوتی،، اب مامون کو چند در چند مشکلون کا سامنا تھا، اِدہر تو اُس کے مالی اور فوجی دونون بازو ضعیف تھے، ادہر یہ ڈھنگ دیکھکر خراسان کی اکثر سرحدی ریاستین بغاوت پر کمر بستہ ہو گئین، مامون خلافت سے یک لخت مایوس ہو گیا اور اگر فضل بن سہل نے نہایت استقلال سے اُس کو تسکین نہ دی ہوتی تو غالباً وہ حکومت سے دست بردار ہو جاتا، اُس نے فضل سے صریح لفظون مین کہدیا کہ سلطنت مجھ سے نہین سنبھل سکتی تم سیاہ و سفید کے مالک ہو، اور مین عنان حکومت تمھارے ہاتھ مین دیتا ہون،

فضل کو بظاہر کوئی سہارا نہ تھا، اُس نے مامون کے افسران فوج سے جب اعانت کی درخواست کی تو سب نے کانون پر ہاتھ رکھا، اور کہا کہ ،، حاشا! ایسے دو بھائیون

کے معاملہ مین کون دخل دے سکتا ہے، تاہم فضل کے عزم وثبات مین ذرا فرق نہ آیا
اُس نے اپنے مضبوط اور پیش بین دل سے یہی صدا سنی کہ مامون ضرور کامیاب ہوگا، مامون
کے ساتھ اگرچہ فوجی جمعیت بہت کم تھی، لیکن علماء وفضلا کا ایک بڑا گروہ موجود تھا جو
اُسکی علمی مجلسون کو رونق دیتا تھا اور جن کے زہد و تقویٰ کا ملک پر بڑا اثر تھا، فضل نے
اِن مذہبی جنرلون سے جو کام لیا بڑے بڑے فوجی افسرون سے بھی نہین ہوسکتا تھا، یہ
لوگ تمام اطراف و دیار مین پھیل گئے اور وعظ و افتا کے ذریعہ سے وہ اقتدار حاصل کیا کہ
اُن کی ایک صدا پر ملک کا ملک اُمنڈ آیا،

مامون نے خود بھی فصل خصومات اور شاہانہ فیاضیون سے ایسا حُسن قبول حاصل
کیا کہ اُس کے عدل و انصاف کے گھر گھر چرچے تھے، خصوصاً خراسان کا ایک چوتھائی
خراج معاف کر دینے سے تمام ملک اُس کے ساتھ جان دینے پر آمادہ ہو گیا اور بڑے
جوش سے یہ صدائین بلند ہوئین کہ "کیون نہ ہو! ہمارا بھانجا اور ہمارے پیغمبر صلعم کے چچا کا
بیٹا ہے،" چونکہ مامون کی ماں عجمی تھی، اس لئے تمام ایرانی اُسکو اپنا بھانجا کہتے تھے،

مامون و امین کی مخالفت

امین کو اِس کامیابی کے بعد مامون سے کچھ محبت نہین رہی تھی اُس نے تخت نشینی
کے دوسرے ہی دن قصر المنصور کے سامنے ایک گیند گھر تیار کرایا، فرامین بھیجے کہ قوال مسخرے
ارباب نشاط جہان جہان ہون اُنکی تنخواہین مقرر کردی جائین اور دار الخلافۃ کو روانہ کئے جائین
ہاتھی، عقاب، سانپ، شیر گھوڑے کی شکل کی کشتیان بنوائین اور اُن مین بیٹھکر عالم آب کی
سیر کرتا تھا، ان صحبتون مین اس کو مامون کا خیال بھی نہین رہا، لیکن فضل بن الربیع جو مامون
کی ناکامی کا اصلی باعث تھا اور انھین کارروائیون کے صلے مین وزیر اعظم مقرر ہوا تھا مامون
کی طرف سے مطمئن نہ تھا، اُس نے امین کو اِس بات پر آمادہ کیا کہ "مامون خلافت سے
معزول کردیا جائے،، امین نے پہلے تو انکار کیا، مگر فضل نے کہا کہ "اول جو بعیت تمام
ملک سے لی گئی وہ آپ کے لئے تھی اور غیر مشترک تھی، پھر ہارون الرشید کو اُس مین کسی
قسم کی تبدیلی کا کیا اختیار تھا" یہ بات امین کے دل مین اتر گئی اور اس پر آمادہ ہوا کہ مامون
کو معزول کرکے موسیٰ کے لئے جو اُس کا صغیر السن لڑکا تھا بعیت لے، دربار مین اگرچہ
زیادہ وہی لوگ تھے جو امین کی ہان مین ہان ملاتے تھے تاہم جب عام دربار سے رائے
طلب ہوتی تو عبد اللہ بن حازم نے بے باکانہ کہا کہ ،، اسلام مین آج تک کسی نے عہد شکنی
نہین کی آپ یاد رکھین، کہ اسکی تاریخ آپ کے عہد سے شروع ہوتی ہے،

امین نے خفا ہو کر کہا کہ چپ رہ عبد الملک تجھ سے زیادہ عاقل تھا، اُس کا قول
ہے کہ ایک جنگل مین دو شیر نہین رہ سکتے، پھر افسران فوج طلب ہوئے خزیمہ نے صاف

مخالفت کی اور کہا کہ اگر آپ مامون کی بعیت توڑتے ہین تو ہم سے بھی اپنی نسبت کچھ اُمید نہ رکھئے،،

امین اس وقت اس ارادے سے باز رہا مگر فضل بن الربیع کا جادو بے اثر نہین جا سکتا تھا چند دنون کے بعد تمام ملک مین احکام بھیج دیئے کہ خطبون مین مامون کے بعد موسیٰ کا نام پڑھا جائے، مامون اپنی قوت کا اندازہ کر چکا تھا، اب اُس نے علانیہ مخالفت کی کارروائیان شروع کین،

امین نے جب شاہزادہ عباس کو مامون کے پاس سفیر کر کے بھیجا کہ موسیٰ کی ولیعہدی تسلیم کرے تو اُس نے صاف انکار کیا، اسی طرح امین نے خراسان کے بعض اضلاع طلب کئے تو مامون نے قاصدون سے کہدیا کہ "امین کو اس قسم کی خواہشون سے باز آنا چاہئے"

یہ کارروائیان گویا دیباچہ جنگ تھین اور اس وجہ سے مامون نے احتیاطاً تمام ممالک مین فرامین بھیجے کہ کوئی شخص جبتک سند اجازت نہ رکھتا ہو یا مشہور تاجر نہ ہو، ممالک محروسہ مین داخل نہین ہو سکتا. فوجی افسرون کو تاکید لکھی کہ سرحدی مقامات پر معمول سے زیادہ، فوج و سامان طیار رہے، طاہر بن حسین کو روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہوے بہونچکر دشمن کا سد راہ ہو،

مامون پر فوج کشی ۱۹۵ھ

امین تو بہانہ ڈھونڈھتا تھا، مامون کی گستاخیاں اشتعال جنگ کے لئے اور بھی محرک ہوئین
امین نے وہ دستاویزین جو معاہدۂ بیعت کی نسبت لکھی گئی تھین، مکہ معظمہ سے منگوا کر چاک
کر ڈالین، اور موسیٰ اپنے بیٹے کو جو ہنوز پنج سالہ لڑکا تھا، ناطق بالحق کا خطاب دیا عمال
کو تاکیدی فرمان بھیجے کہ خطبون مین مامون کی بجائے موسیٰ کا نام پڑھا جاوے، فوج کو
طیاری کا حکم دیا سپہ سالار فوج علی بن عیسیٰ کو دو لاکھ دینار انعام مین دلوائے اور سات ہزار
مغرق خلعتین معمولی افسرون کو تقسیم کین، کوچ کے دن فوج اس سر و سامان سے آراستہ ہو کر
نکلی کہ بغداد کے بڑے بڑے معمر اور سن رسیدہ جو فوجی جاہ و حشم کے ہزارون تماشے دیکھ چکے
تھے، حیرت زدہ رہ گئے، علی بن عیسیٰ روانگی کے وقت زبیدہ خاتون (امین کی ماں) سے
رخصت ہونے گیا۔ زبیدہ نے چاندی کی ایک زنجیر منگا کر دی کہ مامون گرفتار ہو تو اس مین
مقید کر کے لانا، اُس کے ساتھ یہ نصیحتین کین، کہ امین اگرچہ میرا لخت جگر ہے تاہم مامون کا بھی
مجھ پر بہت حق ہے، تم جانتے ہو کہ وہ کس کا بیٹا اور کس کا بھائی ہے، گرفتار ہو تو پاس
ادب ملحوظ رکھنا، سخت کہے تو برداشت کرنا، راہ مین رکاب تھام کر چلنا کسی قسم کی
تکلیف نہ ہونے پائے، تو جانتا ہے کہ اس کا کیا مرتبہ ہے یاد رکھ کہ تو اُس کا کسی طرح ہمسر
نہین ہو سکتا غرض علی پچاس ہزار فوج لیکر رے کی طرف بڑھا، راہ مین جو قافلے ملتے
تھے متفق اللفظ بیان کرتے تھے کہ طاہر رے مین بڑی تیاریان کر رہا ہے، مگر علی کثرت

فوج پر اس قدر مغرور تھا کہ اس کو مطلق پروا نہ تھی وہ برابر بڑھتا ہوا رَے کی حد تک پہونچ گیا طاہر کو لوگون نے راے دی کہ شہر مین رہکر علی کا مقابلہ کیا جائے، کیونکہ ایسی مختصر فوج میدان مین کام نہین دیسکتی، طاہر نے کہا کہ اگر دشمن کی فوجین شہر پناہ تک پہونچ گئین تو اُس کا ظاہری غلبہ دیکھکر خود شہر والے ہم پر ٹوٹ پڑین گے، طاہر صرف چار ہزار فوج لیکر باہر نکلا، علی بھی قریب پہنچ گیا تھا۔ دونون فوجین صف آرا ہوئین، علی کی فوج نہایت ترتیب سے بڑھی سب سے آگے زرہ پوشون کا رسالہ تھا، پیچھے سو سو قدم کے فاصلہ پر دس علم اور ہر علم کے نیچے سو سوار تھے علمون کے پیچھے خاص شاہی گارد تھا جس کے قلب مین علی تھا، اور اُس کے پہلو مین بڑے بڑے تجربہ کار افسر تھے، طاہر کی فوج گو نہایت مختصر تھی مگر اُس کے پر زور خطبون نے ہر شخص مین وہ جوش بھر دیا تھا کہ دشمن کی کثرت فوج کا کسی کو خیال ہی نہ تھا سب سے پہلے جس شخص نے صف سے نکل کر لڑائی کی ابتدا کی وہ حاتم طائی علی کی فوج کا ایک نامور بہادر تھا، طاہر نے یہ انتظار نہ کیا کہ اسی کے رتبہ کا کوئی سوار اُس کے مقابل ہو، اس کو صرف اپنے زور بازو پر اعتماد تھا خود مقابلہ کو نکلا اور جوشِ غضب مین آکر دونون ہاتھون سے قبضہ پکڑ کر اِس زور سے تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب نے حاتم کا فیصلہ کر دیا، اِسی کے صلہ مین زبان خلائق سے اس کو ذوالیمینین کا لقب ملا یعنی دائین ہاتھون والا،

اب عام لڑائی شروع ہوئی، علی کی فوج نے طاہر کے میمنہ اور میسرہ پر اس زور سے حملہ کیا کہ طاہر کی فوج کے قدم اُکھڑ گئے، تاہم وہ بذات خود قائم رہا، اور دوبارہ فوج کو ترتیب دے کر اہل علم پر حملہ آور ہوا، اُس کے پے در پے حملون نے علم بردارون کی صفین الٹ دین پھر کچھ ایسی ہل چل پڑی کہ تمام فوج ابتر ہو گئی، علی نے ہزار سنبھالا، مگر نہ سنبھل سکی

اِس ہنگامہ مین دفعتہً ایک تیر آکے لگا اور علی کا خاتمہ ہو گیا، طاہر نے فتح قطعی حاصل کی، اور مامون کو ان مختصر لفظون مین نامۂ فتح لکھا، کتابی الی امیر المومنین ورأس علی بین یدای وخاتمہ فی اصبعی وجنده مصرفون تحت امری، یعنی مین امیر المومنین کو خط لکھ رہا ہون اور علی کا سر میرے آگے ہے، اُس کی انگوٹھی میری انگلی مین ہے، اور اسکی فوجین میرے زیر حکومت ہین،

قاصدون نے رے سے مرو تک کی مسافت جو ڈھائی سو فرسنگ سے کم نہ تھی تین دن مین طے کی، اور چوتھے دن مامون کے دربار مین حاضر ہوئے، دو دن کے بعد علی کا سر پہونچا، بنظر عبرت تمام خراسان مین تشہیر کیا گیا،

امین حوض کے کنارے کوثر اپنے پیارے غلام کے ساتھ مچھلیون کا شکار کھیل رہا تھا، حوض مین رنگ برنگ کی مچھلیان پڑی تھین، جنکو سونے کی نتھلیان پہنائی تھین نتھلیون مین بیش قیمت موتی پڑے تھے کہ جس کے شکار مین جو مچھلی آئے موتی بھی اسی کو ملے،

امین خوبصورت لونڈیون کے ساتھ ہمیشہ اُس کے کنارے شکار کھیلا کرتا تھا۔ آج بھی وہ اسی شغل مین تھا، کہ دفعتہً مسرور نے فوج کی شکست اور علی کے مارے جانے کی خبر سنائی، امین نے جھلا کر کہا چپ بھی رہ! کوثر دو مچھلیان پکڑ چکا ہے اور مجھ کو صبح سے اب تک ایک بھی نہین ملی، شکار سے فارغ ہوا تو فضل بن ربیع کو طلب کیا، اُس نے شکست کی یہ تلافی کی کہ مامون کے وکیل کو جو بغداد مین رہتا تھا پکڑ بلایا اور مال و اسباب کے علاوہ دس لاکھ روپیے وصول کئے،

امین نے ایک اور فوج طیار کی جس کی تعداد بیس ہزار سے کم نہ تھی عبد الرحمن

سپہ سالار مقرر ہوا اس زمانہ مین طاہر ہمدان کے قریب مقیم تھا، یہ فوج بھی ہمدان کی سرحد
پر پہونچکر ٹھہری، عبد الرحمن نے اس شہر کو صدر مقام قرار دیا اور ضروری موقعون پر سوار
پیادے متعین کیئے طاہر نے شہر پر حملہ کیا، مہینون محاصرہ رہا آخر عبد الرحمن امن کا طالب
ہوا، اور شہر چھوڑ کر کسی طرف نکل گیا، طاہر قزوین پر بڑھا یہان کا عامل جس کا نام
کثیر تھا، اس کی آمد کی خبر سُنکر پہلے ہی بھاگ گیا تھا قزوین پر تو قبضہ ہوگیا، مگر دفعۃً
عبد الرحمن ایک فوج عظیم لے کر پہونچا، اور اس تیزی سے حملہ آور ہوا، کہ طاہر کی فوجین ہتھیار
بھی نہ سنبھال سکین، صرف پیادون کی جماعت مسلح تھی وہ نہایت ثابت قدمی سے
لڑی، اتنی فرصت پاکر سوارون نے بھی ہتھیار سنبھالے، اور سخت معرکہ ہوا، عبد الرحمن
کی فوج نے شکست کھائی، تاہم وہ خود ثابت قدم رہا، اور جب اُس کے ساتھیون نے
کہا کہ اب لڑنا بے سود ہے بھاگ چلیے، تو اُس نے نہایت غیظ سے کہا کہ مین خلیفہ
امین کو شکست کھایا ہوا منہ دکھانا نہین چاہتا، نہایت بہادری سے لڑا اور مارا گیا،
اس فتح نے دور دور تک طاہر کا سکہ بٹھا دیا جبل کے تمام علاقے اُس کے قبضہ
مین آگئے تاہم یہ شکستین امین کے حوصلے کو پست نہ کرسکین، اُس نے ایک اور عظیم الشان
فوج آراستہ کی جو تعداد مین کم وبیش چالیس ہزار تھی، سپہ سالار وہ مقرر کیئے جو دولت
عباسیہ کے مشہور اور نامور افسر تھے، یعنی احمد بن زید و عبد الرحمن بن حمید، طاہر ان
بہادرون کا کسی طرح مقابلہ نہین کرسکتا تھا، اور اِس بات کو وہ خود بھی سمجھ گیا تھا
اب اُس نے تلوار کے بدلے تدبیر سے کام لیا جعلی خطوط اور قاصدون کے ذریعہ سے
ان دونون افسرون مین پھوٹ ڈال دی، اور یہان تک نوبت پہونچی کہ خود یہ دونون
آپس مین لڑ گئے مدت تک ایک دوسرے کے مقابلہ مین شجاعت کے جوہر

دکھاتے رہے اور جس طاقت سے طاہر کے مقابلے کو آئے تھے باہم دگر صرف کر کے بغداد واپس گئے،

ان فتوحات نے مامون کی اُمیدین وسیع کر دین، امیر المومنین کا لقب اختیار کیا اور درباریون کو بڑے بڑے عہدے دیئے، فضل کو اُن تمام ممالک کا گورنر مقرر کیا، جو ہمدان سے تبت تک طول مین اور بحر فارس سے جرجان و بحر دیلیم تک عرض مین خاص خلافت مامونیہ کے زیر نگین تھے، اس کے ساتھ ذوالریاستین کا لقب دیا اور تیس لاکھ درہم ماہوار تنخواہ مقرر کی، اسی طرح حسن بن سہل کو وزیر الخراج، علی بن ہشام کو وزیر الحرب، نعیم کو وزیر القلم مقرر کیا،

اہواز-بصرہ-بحرین-عمان وغیرہ

طاہر خود شلاشان مین ٹھہرا، اور رستمی کو اہواز پر بھیجا، محمدؐ بن یزید بن حاتم المہلبی جو این کا عامل تھا اسی اطراف مین موجود تھا رستمی کی آمد سنکر اہواز پہونچا، قلعہ بندی شروع کی، مگر اس کے دوسرے ہی دن رستمی اور قریش (جس کو طاہر نے ایک فوج گران کے ساتھ رستمی کی مدد کو بھیجا تھا) پہنچے، نہایت سخت معرکہ ہوا، محمد کی فوج نے شکست کھائی، مگر وہ خود چند جان نثار غلامون کے ساتھ میدان جنگ مین کھڑا رہا، اگرچہ فتح سے ناامید ہو چکا تھا، تاہم اس نے اپنے غلامون سے کہا کہ "جو بھاگ گئے اُن کے واپس پھرنے کی امید نہین جو ساتھ ہین اُن کا ثابت قدم رہنا یقینی نہین، مین تو لڑکر مارا جاؤن گا تم کو اجازت ہے جدہر چاہو چلے جاؤ مین تمہارے مرنے سے بہر حال تمہارا زندہ رہنا زیادہ پسند کرتا ہون، سب نے متفق اللفظ کہا کہ آپ کے بعد دنیا اور زندگی دونون پر لعنت ہے محمدؐ اور اس کے جان نثار غلام گھوڑون سے اتر پڑے اور پیادہ حملہ آور ہوے، اگرچہ محمدؐ نے طاہر کے بہت سے آدمی ضایع کئے مگر خود جان بر نہ ہو سکا، محمد عرب کے مشہور خاندان آل مہلب سے تھا جسکی دلیری اور بہادری عرب کے کارنامون مین ضرب المثل کی طرح مشہور ہے، اور چونکہ وہ خود بھی شجاع اور یادگار سلف تھا طاہر کو بھی اس کے مارے جانے کا افسوس رہا، اس فتح نے، اہواز-یمامہ-بحرین-عمان تک مطلع صاف کر دیا، اور یہ تمام علاقے طاہر کے قبضہ مین آگئے، اب وہ واسط کی طرف بڑھا۔ یہان

کا عامل پہلے ہی بھاگ گیا تھا، کوفہ۔ بصرہ۔ موصل کے عمالون نے خود طاہر کے پاس اطاعت کے خطوط بھیجے، اور رجب ۱۹۶ھ تک طاہر کی فتوحات سے صرف بغداد اور اُس کے متعلقات بچ رہے، مدائن مین برمکی نے بہت کچھ تیاریان کین، دار الخلافہ سے بھی ہر روز مدد چلی آتی تھی، مگر طاہر کا کچھ ایسا رعب چھا گیا تھا کہ جب برمکی اس کے مقابلے کو نکلا، تو فوج کی صفین بھی درست نہ ہو سکین ایک کو سنبھالا تو دوسری ابتر ہو گئی مجبور ہو کر خود سب کو اجازت دے دی کہ جہان چاہین چلے جائین،

ان فتوحات کی شہرت عام ہوتی جاتی تھی، اور ملک مین مامون کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا، حرمین مین بھی اس کا سکہ و خطبہ جاری ہو گیا۔ داؤد جو مکہ معظمہ کا حاکم تھا اُس نے تمام اعیان عرب کو جمع کیا، اور مجمع عام مین ایک نہایت پر اثر تقریر کی جب امین کی بُرائیان کین تو ان فقرون سے ساری مجلس کو کپ کپا دیا، کہ یہ وہی امین ہے جس نے حرمت حرم کا بھی خیال نہ کیا، اور معاہدون کی تصدیق صحن کعبہ مین ہوئی تھی اُن کو چاک کر کے آگ مین جلا دیا، داؤد اس تقریر کے بعد منبر پر چڑھ گیا اور سر سے ٹوپی اتار کر پھینک دی، کہ اسی طرح مین امین کو خاک پر پھینکتا ہون، سب نے غائبانہ مامون کے لئے بیعت کی، مامون کو جب یہ خبر پہونچی تو داؤد کو پانچ لاکھ درہم بطور نظر بھیجے، اور مکہ کی حکومت اس پر مستزاد کی، چند روز کے بعد یمن وغیرہ کے عمال نے بھی طاہر کی اطاعت قبول کی اور امین کی حکومت بغداد کی حد تک رہ گئی تاہم اس نے ایک عظیم الشان لشکر جسمین قریبًا چار سو افسر تھے، علی بن محمد کی ماتحتی مین ہرثمہ کے مقابلہ کو روانہ کیا رمضان ۱۹۶ھ مین مقام نہروان دونون فوجین مقابل ہوئین، امین کی یہ اخیر کوشش بھی کچھ کامیاب نہ ہوئی فوج نے شکست کھائی

اور علی زندہ گرفتار ہوا۔ اب صرف یہ تدبیر باقی رہ گئی کہ مال وزر کی طمع دلاکر دشمن کی فوج توڑ لی جائے، امین کے خزانہ عامرہ مین ہارون الرشید کے زمانہ کا اب بھی بہت کچھ اندوختہ موجود تھا جو اس ضروری موقع پر تیغ وخنجر سے زیادہ کام آیا۔

قریبًا پانچہزار آدمی اسی طمع پر طاہر کا ساتھ چھوڑ کر دارالخلافہ بغداد مین حاضر ہوئے امین نے خطوط مین جو وعدے کئے تھے اُس سے بھی زیادہ انعام وصلہ دیا اور فخر کے طور پر اُنکی داڑھیان مشک سے رنگوائین۔ یہ لوگ اور بہت سی فوج لیکر طاہر سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے، صرصر مین مقابلہ ہوا۔ مگر نتیجہ جنگ نے ثابت کر دیا کہ جو لوگ طاہر کے ساتھ دغا کر چکے تھے، امین کے ساتھ وفاداری نہین کر سکتے تھے، طاہر نے فتح قطعی حاصل کی اور بے شمار غنیمت ہاتھ آئی۔ امین نے ایک نئی فوج تیار کی جس مین عوام بغداد کے عوام بھرتی تھے، انہین مین سے کمانیر و جنرل بھی مقرر کئے اور ایک ایک کو گران بہا انعامات سے مالامال کر دیا قدیم افسر جوان فیاضیون سے محروم رہے، نہایت ناراض ہوئے ادہر طاہر نے ان سے خط وکتابت شروع کی جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ علانیہ باغی ہو گئے، درباریون نے عرض کیا کہ انعام وصلہ کی طمع دلاکر ان کو قابو مین لانا چاہئے لیکن امین کو اپنی نوآزمودہ فوج پر اس قدر ناز تھا کہ قدیم تجربہ کار لشکر کی کچھ پروا نہ کی اور ان نوآزمودون کو حکم دیا کہ باغیون کو گرفتار کر لائین، ادہر امین کی پرانی اور نئی فوجین باہم معرکہ آرا تھین، ادہر طاہر بے روک ٹوک بڑھتا چلا آیا اور ذی الحجہ ۱۹۶ھ مین باب الانبار پہنچکر ایک باغ مین مقام کیا، امین کے بہت سے افسر اُس کے پاس حاضر ہو گئے، اور بڑے بڑے انعامات وصلے حاصل کئے،

بغداد کا محاصرہ ۱۹۷ھ

اگرچہ امین کی تمام قوت صرف ہو چکی تھی، اور بظاہر دار الخلافہ مین کوئی شخص طاہر کا سدّ راہ نہ تھا۔ تاہم طاہر نے نہایت احتیاط سے کام لیا۔ بغداد ایک مدت سے خلفائے عباسیہ کا پائے تخت اور انکی طاقت کا اصلی مرکز تھا، خاص شہر کی آبادی دس لاکھ سے کم نہ تھی جن مین اکثر مسلمان تھے، اور سپہ گری کا فطرتی جوہر رکھتے تھے اس لحاظ سے بغداد پر قبضہ حاصل کرنا کچھ آسان کام نہ تھا، طاہر نہایت تدبیر سے چلا۔ بڑے بڑے نامور افسر جو ساتھ تھے اُن کو خاص خاص حصّون پر متعین کیا، اور یہ حکم دیا کہ جو لوگ حلقۂ اطاعت مین آئین، اُن کو امن دیا جائے، باقی حصّون پر منجنیقون کے ذریعہ سے آگ اور پتھر برسائین اور تمام عمارتون کو خاک کے برابر کر دین، نہایت سفاکی اور بیرحمی سے ان احکام کی تعمیل ہوئی، ہزارون عالیشان مکان برباد کر دیئے گئے، محلے کے محلے تباہ ہو گئے، افراہیم و محمد بن علیسی، سعید بن مالک نہایت دلیری سے لڑے، مگر، عاجز ہو کر طاہر کی پناہ مین آتے گئے، رفتہ رفتہ، عبد اللہ، یحیی بن ہامان، محمد طائی وغیرہ نے بھی جو امین کے ارکان خلافت تھے، اطاعت قبول کی، صرف شہر کے اوباش اور عیار باقی رہ گئے، جو طاہر کے سدّ راہ تھے، لیکن ان کے زیر کرنے مین طاہر نے جو دقتین اٹھائین، بڑے بڑے معرکون مین بھی نہین اُٹھائی تھین، قصر صالح پر ان لوگون نے اس دلیری سے مقابلہ کیا کہ طاہر کی بہت سی فوج ضائع ہوئی، اور چند مشہور افسر مارے گئے، مورخین کا بیان ہے کہ علی کے معرکے سے لیکر آج تک طاہر کو کبھی ایسی سخت لڑائی کا سامنا نہین ہوا تھا، اس شکستہ

کے انتقام بن طاہر نے حکم دیا، کہ دجلہ سے والرقیق تک اور باب الشام سے بالکوفہ تک جس قدر آبادی ہے، کلیتہً برباد کر دی جائے، اس پر بھی اہل شہر مطیع نہ ہوے، تو گذر گاہون پر پہرے بٹھا دیئے کہ باہر سے رسد کی کوئی چیز نہ آنے پائے، لیکن عیار اب بھی زیر نہ ہوئے قصر شماسیہ پر طاہر نے عبد اللہ کو متعین کیا تھا عیارون نے اسکو سخت شکست دی اور جب طاہر کی طرف سے ہرثمہ مدد کو آیا تو عیارون نے اسکو زندہ گرفتار کر لیا، طاہر خود گیا تو بڑے سخت معرکہ سے عیار پیچھے ہٹے،

پورے برس دن محاصرہ رہا، اور دار الاسلام بغداد ایک ویرانہ سے بدتر ہو گیا ایسا معمور اور پر رونق شہر دور دور تک کھت دست میدان پڑا تھا امین کے عالیشان قصر و محل جو تقریبًا دو کروڑ کے صرف مین طیار ہوئے تھے، اُن کے صرف کھنڈر باقی رہ گئے تھے اہل شہر پر جو سختیان گذرین ان کا اندازہ کون کر سکتا ہے، سینکڑون گھرانے برباد ہو گئے، ہزارون بچے یتیم بن گئے، ہر گلی کوچہ مین دردناک آوازین بلند تھین شعرا نے نہایت جان کاہ مرثئے لکھے، جرمی کا ایک قصیدہ اب بھی موجود ہے، جو ۱۱۵ شعرون کا ہے، اور اس قیامت انگیز واقعہ کی پوری تصویر ہے، بغداد اتنا کچھ برباد ہو چکا تھا، تاہم طاہر کو شہر مین داخل ہونے کی جرأت نہین ہوتی تھی، اور اگر خزیمۃ جو امین کے درباریون مین نہایت باا‌ثر شخص تھا ساتھ نہ دیتا تو بغداد کی فتح مین شاید بہت زیادہ دیر لگتی، خزیمۃ ۱۲ محرم سنہ ۱۹۸ھ کو مشرقی دروازہ سے بغداد مین داخل ہوا اور دجلہ پر علم نصب کر کے اعلان کیا کہ خلیفہ امین معزول کر دیا گیا، اس اشتہار سے شہر کا مشرقی حصّہ گو یا کامل طور سے فتح ہو گیا،

دوسرے دن طاہر نے مغربی حصّہ پر حملہ کیا، بازار کرخ کے متصل سخت معرکہ ہوا طاہر نے قصر الوضاح پر تھوڑی سی فوج متعین کی، اور بذات خود مدینۃ المنصور، قصر زبیدہ

قصر الخلد کا محاصرہ کیا، یہ عالیشان ایوانات جو خلفائے عباسیہ کے یادگار تھے بجائے خود ایک شہر تھے اور ان کے گرد جدا جدا شہر پناہ تھی

عبرت، اِس محاصرہ مین ابراہیم بن المہدی جو ہارون الرشید کا بھائی اور فن موسیقی مین یگانۂ روزگار تھا، امین کے ساتھ تھا، اس کا بیان ہے کہ "ایک رات - امین دل بہلانے کے لئے محل سے باہر نکلا، اور مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ ابراہیم! دیکھئے! کیا سہانی رات ہے، چاند کیسا صاف اور روشن ہے دجلہ پر اس کا عکس پڑتا ہے تو کیسا خوشنما معلوم ہوتا ہے، ایسے پرلطف وقت مین کیا چیز ضرور ہونی چاہئے؟ شراب مین نے کہا، سمعاً و طاعۃً غرض شراب آئی، امین نے میری طرف پیالہ - بڑھایا مین نے مزے مین آکر چند اشعار گائے، امین نے کہا، نغمہ ہے تو ساز بھی ہونا چاہئے، حسب الطلب ایک مغنیہ کنیز آئی، امین نے نام پوچھا، تو اُس نے کہا "ضعف" امین اس متوحش نام سے متوحش ہوا، پھر کچھ گانے کی فرمایش کی - تو وہ یہ شعر گائی، ؎

کلیب لعمری کان اکثر ناصراً　　وایسر جرماً منات مزج بالدم

یعنی "اپنی عمر کی قسم! کلیب کے مددگار زیادہ تھے، اور وہ تجھ سے زیادہ مدبر اور عاقل بھی تھا تاہم خون مین رلایا گیا"، امین اور مکدر ہوا، اور دوسری چیز گانے کی فرمایش کی اُس نے یہ شعر گایا - ؎

ابکی فراقہم عینی فارقہا　　ان التفرق للاحباب بکاءٌ

یعنی "ان لوگون کے فراق نے میری آنکھون کو رُلایا، اور نیند کھودی جدائی دوستون کو سخت رولانے والی چیز ہے"، امین نہایت منغص ہوا، اور خفا ہوکر کہا "کمبخت تجھے اس کے سوا کچھ اور بھی گانا آتا ہے"، اس نے عرض کیا، مین نے وہی اشعار گائے کہ حضور انکو سنکر خوش ہون، پھر اس نے چند اور ایسے ہی دردناک اشعار گائے، امین نے نہایت

غصہ مین آکر کہا، ملعونہ دور ہو، اُٹھی تو ایک بلور کے پیالے سے جو نہایت خوبصورت بنا ہوا تھا، اور امین اس کو زب رباح کہا کرتا تھا، ٹھوکر کھا کر گری، اُس کے صدمے سے پیالہ بھی ٹوٹ گیا، امین میری طرف مخاطب ہوا کہ "دیکھتے ہو، آج کیا باتین پیش آتی ہین، غالباً اب میرا وقت پورا ہو چکا" اسی گفتگو مین کسی طرف سے آواز آئی قضی الامر الذی فیہ تستفتیان، یعنی، جس امر مین تم دونون بحث کرتے ہو طے ہو گیا، امین نے مجھ سے کہا "کچھ سنا بھی"؟ مین نے عرض کیا کہ "مجھکو تو کوئی چیز سنائی نہین دی" تاہم اُٹھکر مین نہر کے قریب گیا، وہان کوئی نظر آیا، تو واپس آکر پھر باتون مین مشغول ہوا، دوبارہ پھر وہی آواز آئی امین زندگی سے مایوس ہو کر اُٹھا اس واقعہ کے دو ہی تین دن کے بعد قتل کیا گیا،،

اس یاس اور ناامیدی مین امین کو بھائی یاد آیا، اُس نے طاہر کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا آپس کی خانہ جنگیون سے یہ نوبت پہونچی کہ اب عزت اور ناموس کی طرف سے بھی اندیشہ ہے مجکو ڈر ہے کہ یہ موقع دیکھکر غیرون کو خلافت کی ہوس نہ پیدا ہو بہر حال مین اسپر راضی ہون کہ تو مجکو امان دے تو بھائی مامون کے پاس چلا جاؤن، اگر اس نے عنایت کی تو اُس کے رحم اور فیاض دلی سے یہی توقع ہے اگر قتل کرا دیا تو گویا ایک زور نے دوسرے زور کو توڑا، اور تلوار نے تلوار کو کاٹا، اگر شیر پھاڑ ڈالے تو اس سے اچھا ہے کہ مجکو کتا نوچ کھائے، یہ یقینی ہے کہ امین اگر مامون تک پہونچ جاتا تو مامون کی رحمدلی اور برادرانہ الفت کا جوش پھر بھی منفع ہوتا اور اگر تختِ خلافت کی عزت نہ ملتی تو کم سے کم اُسکی جان ضرور بچ جاتی لیکن طاہر نے جسکی قسمت مین تھا کہ ایک خلیفہ ہاشمی کا قاتل کہلائے اس درخواست کو نامنظور کیا،

امین کا قتل ۲۵ محرم سنہ ۱۹۸ھ

طاہر کے پیہم حملون نے امین کے طرفدارون کو یقین دلا دیا کہ اب اُن کے روکنے کی کوشش قریبًا بیکار ہے، محمّد بن حاتم بن الصقر۔ ومحمّد بن اغلب افریقی جن کی پامردی سے طاہر اب تک امین پر دسترس نہین پا سکتا تھا، اب وہ بھی ہمت ہار گئے، اور امین کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ نمک خوارون نے کور نمکی کی۔ دشمن حریم شاہی تک پہونچ گیا اب صرف یہ تدبیر ہے کہ رفقا مین سے سات ہزار جان نثار خاص انتخاب کرلئے جائین جن کے لئے اصطبل خاصہ مین اسی تعداد کے گھوڑے موجود ہین، انھین کی حفاظت مین حضور رات کے وقت یہان سے نکل جائین، اس کے ہم ذمہ دار ہین کہ طاہر یا کوئی اور شخص ہمارے روکنے کا حوصلہ نہین کرسکتا، شام کا ملک سامنے ہے، حضور وہین کا قصد کرین، وہان اس قدر خزانہ و مال موجود ہے کہ ہم کافی قوت کافی طور سے بڑھا سکتے ہین اور پھر دشمن کے حملون سے بھی کچھ خوف نہ ہوگا امین نے یہ رائے تسلیم کی اور مصمم ارادہ کرلیا کہ دار الخلافہ چھوڑ کر کسی طرف نکل جائے طاہر کو یہ خبر پہونچی تو اس نے سلیمان بن منصور، محمّد بن علیسٰی وغیرہ کو بلا بھیجا، یہ لوگ ظاہر مین امین کے ساتھ تھے، اور اس کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے لیکن جان کے خوف سے طاہر کے خلاف کوئی بات نہین کرسکتے تھے، طاہر نے ان لوگون سے کہا کہ، اگر امین بچکر نکل گیا تو تم کو اپنی زندگی سے بھی مایوس رہنا چاہئے جس طرح بنے اس کو اس ارادے سے باز رکھو، مجبورًا یہ لوگ امین کے پاس حاضر ہوے اور کہا جن لوگون نے حضور کو یہ رائے دی خود غرضی سے دی، چونکہ طاہر کے مقابلہ مین زیادہ

تر انھین لوگون نے سرگرمی دکھائی ہے، ان کو یقین ہے کہ اگر اُس نے فتح پائی تو پہلے انھین کی خبرے گا، اس لیئے یہ چاہتے ہین کہ جب حضور شام کے قصد سے حریم خلافت سے باہر نکلین تو گرفتار کر کے طاہر کے حوالے کر دین اور اس کارگذاری کے صلہ مین اس سے عفو تقصیر کے خواستگار ہون، بہتر یہ ہے کہ حضور تخت خلافت سے الگ ہو جائین اور اوراپنے کو طاہر کے ہاتھ مین دیدین، وہ آپ کا ادب ملحوظ رکھے گا، اور مامون سے تو پوری امید ہے کہ برادرانہ سلوک کرے، امین اس فریب کو نہ سمجھ سکا، اور یہ رائے بھی مان لی اس قدر اختلاف کیا کہ بجائے طاہر کے ہرثمہ کو اختیار کرنا چاہیئے، ان جان نثارون محمد بن حاتم ومحمد بن ابراہیم کو جب اس ارادہ کا حال معلوم ہوا، تو امین کے پاس آئے، اور عرض کیا کہ ،،اگر حضور نے ہم خیر خواہون کا کہنا نہ مانا، اور خود غرضون کی رائے قبول کی تو طاہر سے براہ راست معاملہ کرنا چاہیئے،، امین نے کہا مین نے ایک خواب دیکھا ہے، اس وقت سے طاہر کا نام سنکر مجھ کو وحشت ہوتی ہے، مین نے دیکھا کہ ایک بڑی لمبی چوڑی دیوار ہے، جسکی بلندی آسمان تک پہنچی ہے، مین اس دیوار پر لباس شاہانہ پہنے تلوار لگائے کھڑا ہون بن دیوار مین طاہر ایستادہ ہے اور دیوار کی جڑ کھود رہا ہے، بالآخر وہ گر پڑی، جس کے ساتھ مین بھی نیچے آیا اور تاج شاھی سر سے گر گیا، اس خواب کے بعد سے طاہر کے خیال سے مین چونک پڑتا ہون، ہرثمہ[1] اس خاندان کا نمک پروردہ قدیم ہے مین اس کو ظل سبحانی، ہارون الرشید کے برابر سمجھتا ہون،،

امین اسی راے پر قائم رہا اور ہرثمہ سے امان طلب کی، اس نے نہایت اخلاص ظاہر کیا اور جواب مین لکھا دکہ آپ اطمینان رکھین، کوئی شخص آپ کا بال بھی بیکا نہین

[1] ہرثمہ نسبا ہاشمی تھا اور چونکہ امین ہمیشہ سے اس سے زیادہ مانوس تھا اس موقع پر بھی اسی سے طالب امن ہوا،

کرسکتا، خود ماموں نے بھی اگر کچھ برا ارادہ کیا تو مین سینہ سپر ہون گا، اور جب تک
دم مین دم ہے ساتھ دون گا"، طاہر کو یہ خبر پہونچی تو نہایت طیش مین آیا، اور کہا کہ "یہ کبھی
نہین ہوسکتا کہ آج تک تمام معرکون مین مین نے جانبازی کی ہو، اور امین کا ہاتھ آنا
جو خاتمۂ فتح ہے ہرثمہ کو نصیب ہو" اس نزاع کے فیصل کرنے کے لئے عمائد بنی ہاشم اور
سرداران فوج کا ایک بڑا مجمع ہوا جسمین طرفین مقدمہ یعنی طاہر و ہرثمہ بھی شامل تھے بالآخر
اس پر فیصلہ ہوا کہ امین بذات خود ہرثمہ کے پاس چلا آئے اور چھڑی و چادر و انگشتری
جو سند خلافت ہین، طاہر کے پاس بھیجدے مگر افسوس ہے، امین کی بدقسمتی نے اس
تجویز کو بھی چلنے نہ دیا، ہرش ایک شخص نے جو اس سے پہلے امین کا معتمد خاص تھا اور اب
طاہر سے مل گیا تھا، اپنا تقرب بڑھانے کے لئے طاہر سے کہا کہ آپ کو دھوکہ دیا گیا ہے،
لوگون نے بند وبست کرلیا ہے کہ امین کے ساتھ خاتم خلافت وغیرہ بھی ہرثمہ کے ہاتھ
آئے، طاہر نہایت برافروختہ ہوا، اور تیراندازون کا ایک دستہ متعین کردیا کہ خفیہ طور سے
قصر الخلد و قیصر زبیدہ کی حفاظت رکھے، اور ان کو تاکید کی کہ امین نکل جانے نہ پائے
محرم ۱۹۸ھ کی ۲۵ تاریخ ہفتہ کی رات کو قریبًا دس بجے امین نے ہرثمہ کے پاس جانے
کا ارادہ کیا، مگر اس نے کہلا بھیجا کہ "دجلہ پر طاہر نے فوج متعین کردی ہے. آج کی
رات حضور اور توقف فرمائین تو کل مین فوج و حشم سے طیار رہون اور اگر مقابلہ
کی نوبت آئے تو سینہ سپر ہوکر لڑون"، امین ایسے اضطراب و خوف کی حالت مین تھا
کہ دار الخلافہ مین ایک لحظہ بھی ٹھہرنا اس کو گران تھا اُس نے قاصد سے کہا کہ "اس
اضطراب مین کس سے رات کٹ سکتی ہے، بلائیے یا نہ بلائیے مین تو اسی وقت
ہرثمہ کے پاس جاتا ہون"، امین کا یہ آخری دربار تھا کہ وہ حریم خلافت سے رخصت ہوئے

وقت حسن القصر کے صحن مین ایک کرسی پر بیٹھا اور چند خدام اس کے سر پر گرز لئے کھڑے ہوئے، اُس نے اپنے دونون بیٹون کو بلایا اور سینے سے لپٹا کر پیار کیا انکی پیشانی اور رخسارون پر بوسے دیئے، اور پھر گلے سے لگا کر خوب رویا اور نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہکر رخصت کیا کہ جاؤ خدا کو سونپا، امین جب کبھی سوار ہوتا تھا تو ہزارون زرین کمر غلام رکاب کے برابر چلتے تھے جنکی زرق برق پوشاکون اور چمکتے ہوے مرصع ہتھیارون سے تمام میدان چمک جاتا تھا آج وہ اس حال سے دجلہ کی طرف چلا ہے کہ خادم کے ہاتھ مین صرف ایک شمع ہے جو راستہ دکھائی دینے کے لئے قصر خلد سے ساتھ آئی ہے، دجلہ کے کنارے پر پہونچا تو ہرثمہ چند آدمیون کے ساتھ اُس کے لینے کو پہلے سے موجود تھا یہ لوگ کشتی پر سوار تھے امین کو آتے دیکھکر سب تعظیم کو اُٹھے، ہرثمہ کو چونکہ نقرس کی شکایت تھی آداب شاہی نہ بجا لاسکا، اور گھٹنون کے بل کھڑے ہوکر معافی مانگی کہ "بیماری کی وجہ سے معذور رہون"، امین جب کشتی مین داخل ہوا تو ہرثمہ نے اپنی آغوش مین لیا، ہاتھ اور پاؤن کو بوسے دیتا تھا اور ادب آمیز پیار سے کہتا جاتا تھا "میرے آقا، میرے مالک میرے سرادار"، ہرثمہ نے کشتی کے بڑھانے کا حکم دیا کہ دفعتہً طاہر کے آدمیون نے ہر طرف سے گھیر لیا، اور اس قدر پتھر برسائے کہ تمام تختے ٹوٹ گئے، ہرثمہ کو ملاحون نے باہر نکالا، امین جس کا کوئی دستگیر نہ تھا کپڑے پھاڑ کر ہلکا ہوا، اور ڈوبتا تیرتا کنارہ پر پہونچا، احمد بن سلام کا بیان ہے کہ امین کے ساتھ مین بھی کشتی مین تھا لوگ مجھکو طاہر کے ایک افسر کے پاس پکڑ کرلے گئے، جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ مین بھی امین کے ساتھ تھا تو میری گردن مارنے کا حکم دیا، مین نے دس ہزار درھم کے وعدہ پر جان بچائی، اور ضمانت مین قید رکھا گیا، شام ہوئی تو عجم کے چند

سوار آئے اور اس حال میں امین کو گرفتار کئے ہوئے لائے کہ بدن سے ننگا صرف ایک پائجامہ پہنے تھا، سر پر ایک عمامہ اور کاندھے پر ایک بوسیدہ چادر تھی عمامہ سے اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا، میں جس حجرہ میں محبوس تھا، اسی میں امین کو بھی بٹھا کر چلے گئے، اور دربانوں سے تاکید کرتے گئے کہ نہایت احتیاط رکھیں، ان لوگوں کے چلے جانے پر امین ذرا مطمئن ہوا اور چہرے سے نقاب الٹی میں نے پہچانا تو بے ساختہ رو پڑا، امین نے میرا نام پوچھا میں نے کہا "حضور کا نمکخوار غلام احمد بن سلام"، امین نے کہا ہاں میں نے پہچانا بھائی غلامی کیسی اس وقت تو تم میرے برادر اور قوت بازو ہو، مجھے ذرا سینہ سے لگالو، مجکو سخت وحشت ہو رہی ہے" میں نے لپٹایا تو اس کا کلیجہ دھڑ دھڑ کرتا تھا، پھر پوچھا کہ "مامون کا کچھ حال معلوم ہے، میں نے کہا زندہ ہے، کہنے لگا "خدا پرچہ نویسوں کا برا کرے، کمبختوں نے خبر دی تھی کہ مر گیا"، میں نے کہا خدا آپکے وزیروں کا برا کرے، امین نے کہا "وزیروں کو کچھ نہ کہو، ان کا کیا گناہ ہے کچھ میں ہی پہلا شخص نہیں ہوں، جو اپنے ارادے میں ناکام رہا ہوں" پھر مجھ سے پوچھا کہ "کیوں احمد! لوگ مجکو قتل کرا ڈالیں گے؟ یا اپنے عہد پر قایم رہیں گے" میں نے تسکین دی کہ "نہیں ضرور اپنے اقرار کی پابندی کریں گے"

چونکہ شدت کی سردی تھی اور پانی میں بھیگا ہوا تھا، چادر میں لپٹا جاتا تھا، میں نے اپنا شلوکہ اتار کر دیا کہ اس کو بدن پر ڈال لیجئے اس نے نہایت شکرگذاری سے کہا، کہ "بھائی اس موقع پر تو یہ بھی خدا کی بڑی نعمت ہے"، آدھی رات گذری ہو گی کہ چند اہل عجم ننگی تلواریں لئے آئے، اور دروازہ پر ٹھہرے، امین یہ دیکھکر کھڑا ہو گیا، اور نہایت اضطراب سے انا للہ پڑھتا جاتا تھا، اور یہ کہتا تھا، ہائے میری جان مفت جاتی ہے کیا کوئی شخص یاور نہیں کیا کوئی فریادرس نہیں"، امین گو عیش پرست اور نازک اندام تھا، مگر اس کے ساتھ نہایت

شجاع اور قوی بھی تھا، اس بیکسی مین بھی قاتلون کی ہمت نہین پڑتی تھی کہ آگے بڑھین، ہر
شخص دوسرے پر ٹالتا تھا، امین نے بجائے سلاح جنگ کے ہاتھ مین ایک تکیہ اُٹھالیا، اور
یہ کہتا جاتا تھا کہ "مین تمھارے نبی کا ابن عم ہون، ہارون الرشید کا فرزند ہون، مامون کا بھائی
ہون، میرا خون کسی طرح حلال نہین"، بالآخر ایک شخص تلوار لیکر بڑھا اور امین کے سر پر ماری
اسی گستاخی اور جرأت نے امین کو یقین دلایا کہ اسکی دردناک فریاد ان سنگ دلون پر کچھ
اثر نہین کر سکتی وہ مرنے کیلئے تیار ہوا، مگر ایسا ہی مرنا جیسا کہ ایک عباسی شاہزادہ کو سزاوار
تھا۔ اب اسکی نزاکت غضبناک جرأت سے بدل گئی، دلیرانہ بڑھا، اور چونکہ تنہا تھا چاہا کہ حریف
کی تلوار چھین کر ہاشمی جرأت کے جوہر دکھائے، یہ دیکھ کر گروہ کا گروہ دفعتاً اس پر ٹوٹ پڑا، ایک
شخص نے کمر پر تلوار ماری، پھر سب نے ملکر پچھاڑا اور الٹی طرف سے ذبح کیا، طاہر کے پاس
سر لائے تو اُس نے حکم دیا کہ ایک برج پر لٹکا دیا جائے، تمام بغداد یہ عبرت انگیز تماشا دیکھنے
آیا، طاہر یہ کہکر لوگون سے اپنی کارروائی کی داد چاہتا تھا کہ "یہ خلیفہ معزول کا سر ہے"، طاہر نے
مامون کو ان دلچسپ اور مختصر لفظون مین نامہ فتح لکھا، "مین امیر المومنین کے حضور مین دنیا اور
دین دونون پیشکش بھیجتا ہون"، دنیا سے مظلوم امین کا سر مراد تھا اور دین سے چادر اور
خاتم خلافت، ذوالریاستین نے امین کا سر ایک سپر پر رکھکر مامون کے سامنے پیش کیا
اس غیر متوقع فتح کی خوشی نے مامون جیسے رقیق القلب شخص کو بھی ایسا سنگدل
بنادیا کہ اس نے اپنے بھائی کے خون آلود سر کو مسرت کی نگاہ سے دیکھا اور جوش خوشی
مین سجدۂ شکر ادا کیا۔ قاصد کو مژدۂ فتح کے صلہ مین دس لاکھ درہم انعام دیے
اسی تقریب سے ایک بڑا دربار منعقد کیا اور تمام ارکین دولت وافسران فوج مبارکباد دینے کو حاضر ہوے

[1] مامون الرشید کی مستقل خلافت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے، ابن واضح کاتب عباسی (دیکھو صفحہ

ذوالریاستین نے دربار عام مین نامہ فتح پڑھا، اور ہر طرف سے "مبارک مبارک" کا غل اُٹھا، اگرچہ اِس وقت اتنی خوشیان منائی گئین مگر اس خمار کے اترنے کے بعد برادرانہ جوشِ و محبت بے اثر نہین رہا، مامون کو اس موقع کا نہایت افسوس رہا، اور طاہر کی تمام کوششیین اُسکی آنکھ مین بے قدر ہو گئین،

زبیدہ خاتون امین کی مان قصر خلافت مین تشریف فرما تھین کہ ایک خواص نے آکر کہا "حضور بیٹھی کیا کرتی ہین امیر المومنین قتل کر دیئے گئے"، زبیدہ نے کہا پھر کیا کرون، اس نے ترغیب دی کہ حضرت عایشہؓ جس طرح حضرت عثمانؓ کے خون کی دعویدار ہوئی تھین، حضور بھی امیر المومنین کے خون کا عوض لین، زبیدہ نے کہا، لا املاث ما للنساء وطلب الدماء پھر مامون کو یہ منظوم خط لکھا:[1]

لوارث علم الاولین وفہمہم وللملک المامون من ام جعفر

ام جعفر کی طرف سے یہ خط ہے خلیفہ مامون کے نام جو کہ اگلون کے علم وفہم کا وارث ہے

کتبت وعلینی تستھل دموعھا الیک ابن عمی من جفونی ومحجری

اے ابن عم مین تجھکو لکھ رہی ہون اور میری آنکھین پلکون سے خون برساتی ہین

وقد مستنی ذل وضر کابۃ وارق علینی یا ابن عمی تفکری

مجھکو ذلت اور اذیت وہ رنج پہونچا، اور فکر نے میری آنکھون کو بے خواب کر دیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل) جو مامون الرشید سے قریب تر زمانہ مین تھا اُس نے اپنی تاریخ مین مامون کی خلافت مستقل کا اسی تاریخ سے حساب کیا ہے اور نجوم کے قاعدے کے موافق مسند نشینی کا ایک زائچہ نقل کیا ہے چونکہ مین نجوم کی اصطلاحات سے بخوبی واقف نہین ہون اسکے علاوہ زمانہ نے اس علم کی طرف سے خیالات بھی بدل دیئے ہین، مین نے اس زائچہ کو نقل نہین کیا،

[1] ان اشعار کو ابن الاثیر نے خزیمۃ بن الحسن کی طرف منسوب کیا ہے، اور صاحب عقد الفرید نے ابو العتاہیہ کی طرف (دیکھو عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲)

انی طاہر لا طہر اللہ طاہراً　　　فما طاہر فیما اتی بمطہر

یہ طاہر کا کیا ہوا ہے جسکو خدا طاہر نہ کرے، اور جو کچھ اس نے کیا اس کے الزام سے پاک نہیں ہو سکتا،

فاخرجنی مکشوفۃ الوجہ حاسراً　　　وانہب اموالی واخرب ادوری

اُس نے مجکو برہنہ سر اور بے پردہ گھر سے نکالا، اور میرا مال لوٹ لیا، اور مکانات برباد کر دیئے،

یعز علی ہارون ما قد لقیتہ　　　وما مرّ بی من ناقص الخلق الحو

اس ایک چشم ناقص الخلقت کے ہاتھ سے جو مجھ پر گذرا، ہارون ہوتا تو اس پر گران گذرتا،

فان کان ما ابدی بامر امرتہ　　　صبرت لامر من قدیر مقدر

طاہر نے جو کچھ کیا اگر تیرے حکم سے کیا تو خدا کے مقدر پر مین صبر کرتی ہون،

مامون یہ اشعار پڑھکر رو دیا اور کہا، واللہ! مین خود اپنے بھائی کے خون کا عوض لونگا،

امین کے قتل کے بعد طاہر نے بغداد مین امن کا اشتہار دیا، مسجد جامع مین جمعہ کی نماز خود پڑھائی اور خطبہ مین مامون کی مدح سرائی کے بعد مرحوم امین کی بہت سی برائیان بیان کین، شنبہ کے دن اہل بغداد نے عموماً مامون پر بیعت کی، امین کا قتل ۲۵ محرم کو واقع ہوا، ۲۸ برس کی عمر تھی ۴ برس، ۷ مہینے ۱۸ دن خلافت کی، موزون اندام کشیدہ قامت نہایت خوبرو اور قوی تن تھا، کسائی سے فن نحو و ادب کی تکمیل کی تھی، نہایت فصیح و بلیغ اور سخن سنج تھا،

لطیفہ، امین کو بچپن سے شعر گوئی کا ذوق تھا، زبیدہ خاتون نے ابونواس سے کہدیا تھا کہ امین کے اشعار بنظر اصلاح دیکھ لیا کرے، ایک دن امین نے زبیدہ کے سامنے ابونواس کو کچھ اشعار جو اس نے حال ہی مین لکھے تھے بغرض اصلاح سنائے مگر جب ابونواس نے ان مین عروض کے متعلق چند غلطیان بتائین، تو وہ نہایت غصہ ہوا اور اسی جرم مین اسکو

قید کر دیا، چند روز کے بعد جب ہارون الرشید کو خبر ہوئی تو امین پر خفا ہوا، اور ابونواس کو قید سے رہائی دی، اُس کے بعد ایک موقع پر ہارون نے امین سے کہا کہ اپنے تازہ خیالات ابونواس کو سنائیے، امین نے دو ہی تین شعر پڑھے ہوں گے کہ ابو نواس اٹھ کھڑا ہوا، ہارون نے پوچھا کیوں کہاں چلے ؟ ابونواس نے کہا "پھر قید خانہ"

امین میں جہاں سینکڑوں برائیاں تھیں بہت سی خوبیاں بھی تھیں، علم دوست تھا فیاض تھا اسی کے ساتھ چونکہ صاحب کمال اور پایہ شناس سخن تھا، ہزاروں اہل فن اُس کے خوانِ کرم سے فیضیاب تھے، عام ملک پر شاید اس کا قتل اتنا گران نہ گزرا ہو مگر جن لوگوں نے خود اس کے اوج وحشم ناز ونعمت وشان وشوکت کا دل فریب تماشا دیکھا تھا انکی آنکھوں کے سامنے تو زمین وآسمان میں سناٹا ہو گیا، شعرا نے جس دردناک لہجہ میں اس کا مرثیہ لکھا کون ایسا سنگ دل ہے جو اس کو سنکر ضبط کا دعویٰ کر سکتا ہے، ابوعلیلی کے دو شعر کس دل سے نکلے ہوں گے کہ نشتر کا کام دیتے ہیں :-

لست ادری کیف ابکیک ولا کیف اقول   لم تطب نفسی اسمیک قتیلا یا قتیل

میں نہیں جانتا تجھ پر کیوں کر روؤں اور کیا کہہ کے روؤں، اے مقتول دل گوارا نہیں کہ تجھکو مقتول کہوں،

ایک شاعر نے کہا ہے :-

سالت الندی والجود مالی اراکما   تبدلتما عزا بذل مؤبد-

میں نے جود وکرم سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم نے اپنی عزت ہمیشہ کی ذلت سے بدل دی

ومالی اریٰ بیت المکارم واھیا   فقالا اصبنا بالامین محمد

اور یہ کیا بات ہے کہ میں عزت کی عمارت کو متزلزل دیکھتا ہوں، دونوں نے جواب دیا کہ ہم پر محمد امین کے مرنے کی مصیبت پڑی ہے،

فقلت فهلا متما بعد فقده — وقد كنتما خدنا له في كل مشهد

اس پر مین نے کہا کہ تم بھی اس کے مرنے کے بعد کیون نہ مرگئے، اور تم تو ہر موقع پر اس کے ندیم رہتے تھے

فقالا اقمنا كي نعزى بفقده — صبيحة يوم ثم نتلوه في غد

دونون نے جواب دیا کہ ہم اس لیئے ٹھہر گئے کہ اس کے مرنے کا ہم کو پرسا دیا جائے پھر کل ہم بھی اس سے جا ملینگے

مامون کی خلافت ۱۹۸ھ

امین کے قتل کے بعد ۲۶ محرم ۱۹۸ھ ہفتہ کے دن اہل بغداد نے عموماً مامون کیلئے بیعت لی، اس کی مستقل خلافت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے، مامون نے گو عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لی، مگر فضل بن سہل کو دربار مین وہ اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ خلافت بھی درحقیقت اسی کے پنجۂ اختیار مین تھی، انتظامات ملکی کی جو ابتدا ہوئی وہ اسی وجہ سے ناموزون طریقہ پر ہوئی کہ فضل نے تمام ملک کو اپنے ہاتھ مین رکھنا چاہا، طاہر جس نے مامون کی خلافت کی بنیاد ڈالی اس کی یہ قدردانی کی کہ اس کے تمام ممالک مفتوحہ یعنی کور الجبال، فارس، اہواز، بصرہ، کوفہ، یمن وغیرہ کی حکومت حسن بن سہل کو عنایت کی جو فضل کا حقیقی بھائی تھا، طاہر نصر بن سیار کے مقابلہ پر [illegible] جو امین کے ہواخواہون مین تھا اور شام کے اطراف مین بغاوت ظاہر کی تھی، ۱۹۹ھ مین حسن بغداد مین داخل ہوا، اور ہر شہر وصوبہ پر اپنی طرف سے عمال و نائب مقرر کرکے بھیجے، عرب، کا گروہ جو دربار مین ایک بڑی قوت رکھتا تھا ہمیشہ سے اہل عجم کا حریف مقابل تھا، ہارون الرشید کے زمانہ مین خاندان برامکہ کی بربادی کے اصلی باعث یہی لوگ ہوئے تھے، اب مامون کے زمانہ مین بھی یہ باتین ان کو نہایت اندیشہ دلاتی تھین کہ عجمیہ پھر دوبارہ محیط نہ ہوجائین کیونکہ فضل بن سہل حقیقی

بھائی اور عجمی الاصل تھے جس قدر ان دونوں بھائیوں کا رسوخ بڑھتا گیا، بنو ہاشم اور افسران فوج زیادہ بیدل ہوتے گئے، لوگوں مین یہ بھی مشہور ہوا کہ فضل مامون کے حضور مین کسی شخص کو حتی اکہ خاندان شاہی کے لوگون کو بھی باریاب نہین ہونے دیتا، مامون خود پردے مین رہتا ہے اور انتظامات ملکی عموماً فضل کے ہاتھ سے انجام پاتے ہین چونکہ مامون مان کی طرف سے عجمی الاصل تھا یہ بدگمانی کہ "رفتہ رفتہ اہل عجم سپید و سیاہ کے مالک ہو جائین گے،، زیادہ قوی ہوتی گئی اور بالآخر اس کی باعث ہوئی کہ اطراف ملک مین جا بجا بغاوت کے شعلے بھڑک اُٹھے،

ابن طبا طبا کا خروج ۱۹۹ھ

ملک مین جو یہ برہمی پیدا ہوئی تو سادات اور علویئن کے خیالات خلافت تازہ ہو گئے اول جس شخص نے علم خلافت بلند کیا وہ ابو عبداللہ محمد تھے جو ابن طبا طبا کے لقب سے مشہور تھے، اگرچہ ان کا علو نسب اور تقدس مرجع عوام بننے کے لئے کافی تھا، مگر ملکی نظم ونسق کے لئے ایک مدبر کی ضرورت تھی، ابو السرایا کی شرکت سے پولیٹیکل بازو بھی قوی ہو گیا یہ شخص اگرچہ ابتداے حال مین ایک نہایت ذلیل آدمی تھا، اور کرایہ کے گدھون سے زندگی بسر کرتا تھا لیکن چونکہ شجاعت کا جوہر رکھتا تھا رفتہ رفتہ اُس نے بڑا اقتدار حاصل کیا امین کے قتل کے بعد ایک مدت تک غارت گری کرتا رہا، عین التمر و قوقا انبار پر چڑھ گیا، عاملون کو شکستین دین اور خزانے لوٹ لئے، رقعہ پہنچا، تو یہی ابن طبا طبا ملے جو خلافت کے دعویدار بن کر اُٹھے تھے ابو سرایا کو بھی مشغلہ ہاتھ آیا، اس نے اِن کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان سے کہا کہ آپ دریا کی راہ سے کوفہ کی طرف بڑھئے مین بھی خشکی کی راہ سے آتا ہون، کوفہ پہونچ کر اس نے پہلے قصر العباس کو لوٹا یہ ایک شاہی محل اور گورنران کوفہ کا صدر مقام تھا، تمام مال، خزانہ، دفتر یہین رہتا تھا، اس لوٹ مین بے شمار نقد و اسباب ہاتھ آیا، جو مدت سے جمع ہوتا آیا تھا شہر پر پورا قبضہ ہو گیا، اطراف سے بھی جوق جوق لوگ آئے، اور ابن طبا طبا کے ہاتھ پر بیعت کی،

حسن بن سہل نے زہیر بن المسیب کو دس ہزار کی جمعیت سے ابن طبا طبا کے مقابلے پر بھیجا، قریہ شاہی مین دونون فوجین معرکہ آرا ہوئین، زہیر کو شکست ہوئی اور ابو السرایا کے حکم سے جس قدر نقد و اسباب زہیر کی فوج مین تھا لوٹ لیا گیا، ابن طبا طبا نے یہ جی

پسند نہ کی اور لوگون کو غارت گری سے منع کیا ابوالسرایا نے یہ دیکھکر کہ ان کے ہوتے میری آزادی مین فرق آتا ہی، دوسرے دن ابن طباطبا کو زہر دلوادیا، اور برائے نام ایک کمسن لڑکے کو جو آل ہاشم ہونیکی حیثیت سے ابن طباطبا کا ہم پلہ تھا خلیفہ قرار دیا اور اس فرضی خلیفہ کا نام محمد بن محمد زید بن علی بن الحسین بن علی بن طالب تھا اب حسن بن سہل نے عبدوس کو چار ہزار سوار کیساتھ اس مہم پر بھیجا مگر بدقسمتی سے اس معرکہ مین بھی جو ۷ ارجب کو واقع ہوا شاہی فوج ناکام رہی عبدوس خود مقتول ہوا اور باقی اہل لشکر کچھ لڑائی مین مارے گئے کچھ زندہ گرفتار ہوئے اس فتح نمایان کے بعد ابوالسرایا نے کوفہ مین اپنا سکہ و خطبہ جاری کیا اور بصرہ، واسط، اہواز، یمن، فارس، مدائن پر فوج وافسر بھیجے جو اکثر کامیاب ہوئے، یہ تمام افسر بنو فاطمہ یا جعفری تھے، اور چونکہ خاندانی عزت کے ساتھ ان کی ذاتی شجاعت بھی مسلم تھی، آسانی سے ان کو فتوحات حاصل ہوتی گئین،

حسن بن سہل کو اب سخت مشکل کا سامنا تھا جتنے نامور افسر تھے سب نے ابوالسرایا کے مقابلہ مین شکست کھائی یا عین معرکہ جنگ مین لڑکر مارے گئے، طاہر ذوالیمینین و ہرثمہ ابن اعین، صرف دو ایسے جنرل تھے، جو ابوالسرایا کا زور گھٹا سکتے تھے، مگر طاہر نصر سے شکست کھاکر رقعہ مین گویا محصور تھا اور ہرثمہ خود حسن سے ناراض ہوکر خراسان کو روانہ ہوچکا تھا حسن کو ہرثمہ سے طالب اعانت ہونا اگرچہ موجب عار تھا، اس کے علاوہ یہ بھی اطمینان نہ تھا کہ وہ اس درخواست کو منظور کرے گا، تاہم مجبوری ایسی آن پڑی تھی کہ ہرثمہ سے اعانت مانگتے ہی بنی، ہرثمہ خراسان سے واپس پھرا اور کوفہ کو روانہ ہوا، قصر ابن ہبیرہ کے قریب ابوالسرایا سے مقابلہ ہوا، ہرثمہ نے فتح قطعی حاصل کی، ابوالسرایا بھاگتا ہوا کوفہ کو پہنچا، سادات یا علوئین جو اسکے ساتھ تھے ہرثمہ سے شکست کھاکر انتقام کے جوش سے لبریز تھے،

کوفہ مین جس قدر آل عباس اور ان کے خدم وحشم تھے سب کے مکانات آگ لگا کر
برباد کر دیئے گئے، جاگیرین لوٹ لین اور دل کھول کر غارت گری کی، ہرثمہ نے ایک
مدت تک کوفہ کا محاصرہ قائم رکھا بالآخر ۱۶ محرم سنہ ۲۰۰ھ کو ابو السرایا کوفہ چھوڑ کر بھاگ گیا
اور سوس کے مضافات مین خورستان ایک مقام مین ٹھہرا، حسن بن علی مامونی جو اس
علاقہ کا عامل تھا، اور اس زمانہ مین وہان موجود تھا، یہ خبر سنکر خورستان کو واپس آیا، اور
چونکہ خونریزی سے پرہیز کرنا چاہتا تھا، ابو السرایا کے پاس پیغام بھیجا کہ "ہمارا علاقہ چھوڑ کر
اور جدھر چاہو چلے جاؤ"، غالباً ابو السرایا نے اس درخواست کو دلیل عجز قرار دیا، کہلا بھیجا
کہ مین نے جس حق سے اس مقام پر قبضہ حاصل کیا ہے اسکی شہادت تلوار دیسکتی ہے،
لیکن جب لڑائی کی نوبت آئی تو فیصلۂ جنگ ابو السرایا کے خلاف ہوا، تمام فوج غارت
گئی اور وہ خود بھی زخمی ہو کر گھر کی طرف چلا، راہ مین بمقام جلولا گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا،
یہ فتنہ تو یون فرد ہوا مگر ابو السرایا نے ابتدا مین اپنے مفتوحہ شہرون پر جو عمال و نائب مقرر
کئے تھے چونکہ اکثر علوی یا فاطمی تھے اس لئے ابو السرایا کے قتل نے انکی خودسری مین کچھ
فرق نہین پیدا کیا، ان لوگون نے اپنی دو روزہ حکومت مین جو ظلم زیادتیان کین ان کے
بیان کرنیکو ایک دفتر چاہئے۔ زید نے حضرت موسیٰ کاظم کے فرزند تھے، بصرہ مین ایک قیامت
برپا کر رکھی تھی سینکڑون خاندان تباہ کر دیئے عباسیون کے ہزارون مکانات جلائے
حسین بن الحسن نے مکہ معظمہ کا وقفی خزانہ تک لوٹ لیا، محمد بن جعفر صادق کی
حکومت مین جو چند روز کے لئے عرب کے فرمان روا بن گئے تھے علویین اور آل فاطمہ کو وہ
زور ہو گیا کہ لوگون کے ننگ و ناموس کا پاس اٹھا دیا گیا، ابراہیم بن موسیٰ یمن کے عامل
تھے اور سفاکانہ قتل و غارت کی وجہ سے قصاب کہلاتے تھے، مامون نے چاہا کہ صلح و آشتی

سے ان لوگون کو قابو مین لائے لیکن یہ کب رام ہو سکتے تھے لڑے اور شکست کھائی
بعض گرفتار ہو کر مامون کے پاس حاضر کئے گئے مگر اُس نے عظمتِ نسب کا پاس کیا
ر چھوڑ دیا،

خاندان عباسیہ پر عموماً سادات کے قتل کا الزام لگایا جاتا ہے، جو لوگ حجرون مین
بیٹھکر اعتراض کے لئے قلم اُٹھاتے ہین، وہ معذور ہین لیکن جو شخص پولیٹیکل ضرورتون کا اندازہ
ن ہے اس اعتراض کو مشکل سے تسلیم کریگا سادات اور علویین کو دودن کے لئے زور
ر گیا تو ملک مین کیا قیامت برپا ہو گئی، عباسی خاندان انکی جانب سے کبھی مطمئن نہین رہ
سکتا تھا، اور جو کچھ اُن سے برتاؤ ہوا اسی ضرورت سے ہوا،

ہرثمہ کا قتل اور بغداد کی بغاوت سنہ ۲۰۱ھ

سادات اور علوئین کی بغاوتین تو فرو ہوگئین لیکن ملک مین جو عام ناراضی پھیلی ہوئی تھی وہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی، عرب کا گروہ جو حکومت کا شریک غالب تھا خراسان کا دار الخلافہ ہونا گوارا نہین کرسکتا تھا، اس سے زیادہ یہ کہ وزارت اعظم اور گورنری کے معزز منصب پر فضل و حسن ممتاز تھے، جو مجوسی النسل تھے، اہل عرب کو صاف نظر آرہا تھا کہ تمام اسلامی دنیا اور خود عرب پارسی نسلون کے ہاتھ مین ہے، مامون اس وقت تک حکومت کی حیثیت سے گو بالکل معطل تھا سیاہ سپید کا مالک فضل تھا، اور اس نے دانستہ خراسان کو بغداد پر ترجیح دی تھی، کیونکہ ایک عجمی الاصل کو عرب کے مجمع مین اپنا زور قایم رکھنا کچھ آسان کام نہ تھا، ملک مین یہ کچھ برہمی پھیلی تھی لیکن فضل نے مامون کو ان حالات کی خبر تک نہ ہونے دی، مامون کے کانون مین جو صدا پہونچتی تھی وہ فضل کی صدا تھی،

افسران فوج مین ہرثمہ ایک نامور اور مشہور افسر تھا سادات اور علوئین کی پرزور بغاوتون کا جس نے خاتمہ کردیا وہ یہی ہرثمہ تھا خلافت عباسیہ پر اُس کے اور بہت سے حقوق تھے، جن کے اعتماد پر اُس نے یہ جرأت کی کہ مامون کے پاس حاضر ہوکر فضل کی سازشون کا طلسم توڑ دے، ابو السرایا کی بغاوت سے فارغ ہوکر اُس نے خراسان کا ارادہ کیا، فضل نے یہ خبر سنی تو مامون کے متعدد فرمان اُس کے نام بھجوائے کہ "یہان کچھ ضرورت نہین شام و حجاز انتظام طلب ہین ادہر کا قصد کرو"، مگر ہرثمہ نے جس کو اپنے حقوق خدمت پر ناز تھا ان احکام

کا کچھ لحاظ نہ کیا اور سیدھا خراسان کو چلا، فضل نے مامون سے کہا، حضور نے دیکھا، ہرثمہ کو احکام سلطانی کا مطلق پاس نہین ہے، لیکن حضور خود خیال فرما وین، ملک پر اس کا کیا اثر پڑیگا؟ ہرثمہ ذوالقعدہ ۲۰۰ھ مین مرو پہنچا، اور اس خیال سے کہ شاید اس کے آنے کی خبر مامون سے مخفی رکھی جائے، نقارہ بجنے کا حکم دیا مامون نے درباریون سے پوچھا، کیسا غل ہے؟ لوگون نے کہا ہرثمہ چمکتا گرجتا آرہا ہے، ہرثمہ دربار مین حاضر ہوا تو مامون نے نہایت ذلت سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ قید رکھا جائے[1]، چندروز کے بعد اس کو فضل نے قتل کرا دیا اور مامون سے کہدیا کہ اپنی موت سے مرگیا، ہرثمہ کے قتل کی خبر بغداد پہنچی تو ایک تلاطم مچ گیا محلہ حربیہ والون نے پہلے ہی علم بغاوت بلند کیا تھا اور مامون کے عمال وحکام برطرف کر دیئے تھے اس شورش انگیز خبر نے سارے شہر مین ایک اور نئی ہل چل ڈال دی، محمد بن ابی خالد ہرثمہ کا جانشین بنا اور تمام بغداد نے اسکی اطاعت قبول کی، حسن جو مامون کی طرف سے بغداد کا گورنر تھا، واسط مین مقیم تھا محمد بن ابی خالد اس کے مقابلے کے لئے ۲۰۱ھ مین بغداد سے روانہ ہوا اور راہ مین حسن کی متعدد فوجین مقابل ہوئین اور شکست کھا گئین، محمد دیرالعاقول پہنچا اور زبیر بن المسیب کو جو حسن کا عامل تھا، گرفتار کرکے پابزنجیر بغداد بھیج دیا، ہارون کے بیٹے نے مضافات نیل پر فتح حاصل کی ان فتوحات کے بعد دونون باپ بیٹے واسط کی طرف بڑھے، حسن نے ایک عظیم الشان فوج ان کے مقابلہ کو روانہ کی ۲۳ ربیع الاول ۲۰۱ھ مین دونون فوجین صف آرا ہوئین، ایک

---

[1] ابن واضح عباسی نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ ہرثمہ نے نہایت گستاخانہ طور پر مامون سے گفتگو شروع کی اور کہا آپ نے اس مجوسی (فضل بن سہل) کو سر پر چڑھا رکھا ہے، مامون نے اس گستاخی کی وجہ سے اس کو دربار سے نکلوا دیا،

نہایت سخت جنگ کے بعد محمد بن ابی خالد نے شکست کھائی، میدانِ جنگ مین نہایت
قدم رکھکر بہبت سے کاری زخم اُٹھائے تھے اس لئے مجبورانہ بغداد کی طرف الٹا پھرا حسن
برابر تعاقب کرتا آیا، محمد بن ابی خالد کے زخم شدت پکڑتے گئے، اور بالآخر بغداد پہنچکر
انتقال کیا، محمد کا فرزند عیسیٰ باپ کا جانشین بنا اور اہل بغداد کو لکھا کہ اگر میرا باپ نہیں
رہا تو مین اس کا نعم البدل موجود ہون، اگر خدا نے چاہا تو مین بغداد کو حسن کی حکومت سے
آزاد کردون گا، تمام بغداد نے نہایت خوشی سے اُسکی حکومت تسلیم کی، اگرچہ حسن کی
قاہر فوجون نے عیسیٰ اور اس کے بھائی ابوزنبیل کو فاش شکستین دین لیکن یہ پرجوش
صدا کہ" مجوسی زادہ ہم پر حکومت نہین کرسکتا" پست نہ ہوئی،

حضرت علی رضا علیہ السلام کی ولیعہدی ۲ رمضان ۲۰۱ھ

یہان یہ ہنگامے برپا تھے مگر مامون ایسی غفلت کی نیند پڑا سوتا تھا کہ اس کے کان پر جون نہ چلی، ذوالریاستین تمام دربار پر اس طرح محیط ہوگیا تھا کہ اُس کے خلاف کوئی خبر مامون تک نہین پہونچ سکتی تھی، اب اُس نے ایک نئے انتظام سے خاندانِ عباس کو اور بھی زیادہ برہم کردیا، مامون کو بالطبع آلِ پیغمبر سے نہایت محبت تھی، جس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ تمام پرزور بغاوتین جو اس کے عہد مین ہوئین اس مقدس خاندان کی افسری مین ہوئین تاہم اُس نے ہمیشہ درگذر کی، اور قابو پانے پر بھی اُن کی عظمت نسب کا لحاظ رکھا،

اس زمانہ مین حضرت علی رضا امام ہشتم موجود تھے جن سے مامون دلی ارادت رکھتا تھا، اور چونکہ زہد اور تقدس کے علاوہ ان کا فضل وکمال بھی خلافت کے شایان تھا، مامون نے ان کو ولیعہد سلطنت کرنا چاہا، اس سے پہلے ۲۰۰ھ مین اُس نے فرامین بھیجے کہ تمام ممالک مین جس قدر عباسی خاندان کے لوگ ہین آستانۂ خلافت مین حاضر ہون عیش و دولت کی تربیت کا اثر دیکھو کہ نوین ہی پشت مین حضرت عباسؓ کی نسل سے ۳۳ ہزار مرد و زن دنیا کے مختلف حصون مین پھیلے ہوئے تھے، مامون نے بڑی عزت سے انکا استقبال کیا، اور عباسی نسلین پورے برس دن حریم خلافت کی مہمان رہین، اسی اثنا مین مامون نے اپنے خاندان کے ہر ایک شخص کو تجربہ و امتحان کی نگاہ سے دیکھا، اور

یہ قطعی رائے قائم کر لی کہ اُس بڑے گروہ مین ایک بھی ایسا نہین جو خلافت کا بارگران سنبھال لے، اب ۲۰۱ھ مین اُس نے ایک دربار جسمین تمام اعیان سلطنت وارکین دربار موجود تھے منعقد کیا، اور سب سے خطاب کر کے کہا کہ آج دنیا مین جس قدر آل عباس ہین مین ان کی لیاقت کا صحیح اندازہ کر چکا ہون، نہ ان مین اور نہ آل علی مین آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو استحقاقِ خلافت مین حضرت علی رضا کے ساتھ ہمسری کا دعوی کر سکے، اس کے بعد اُس نے تمام حاضرین سے حضرت علی رضا کے لئے بیعت لی، اور دربار کا لباس بجائے سیاہ کے سبز قرار دیا، جو فرقۂ سادات کا امتیازی لباس تھا، فوج کی وردی بھی بدل دی گئی، تمام ملک مین احکام شاہی نافذ ہوئے کہ امیرالمومنین مامون کے بعد حضرت علی رضا تاج وتخت کے مالک ہین اور ان کا لقب الرضا من آل محمدؐ ہے حسن بن سہل کے نام بھی فرمان گیا کہ ان کے لئے بیعت عام لی جائے اور عموماً اہل فوج وعمائد بنی ہاشم سبز رنگ کے پھریرے اور سبز کلاہ وقبائین استعمال کرین، اس انوکھے حکم نے بغداد مین ایک قیامت انگیز ہلچل ڈال دی، اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ بالکل لبریز ہو گیا، بعضون نے بجبر اس کے حکم کی تعمیل کی مگر عام صدا یہی تھی، کہ "خلافت خاندانِ عباس کے دائرے سے باہر نہین جاسکتی،،

ابراہیم بن المہدی کی تخت نشینی یکم محرم ۲۰۲ھ

جس زمانہ مین حضرت علی رضا کی ولیعہدی کے احکام بغداد مین پہنچے، عباسیون نے اسی وقت سے ایک نئے خلیفہ کی تجویز شروع کی تھی، ۲۵ ذوالحجہ روز سہ شنبہ ۲۰۱ھ مین خاص آل عباس نے خفیہ طور پر ابراہیم بن المہدی کے ہاتھ پر جو مامون الرشید کے چچا تھے بیعت کی، پھر دو شخص مقرر کیے، کہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے ایک شخص بخطاب عام کہے کہ مامون کے بعد ابراہیم کو ولی عہد خلافت قرار دینا چاہتے ہین، دوسرا برابر سے بولے، کہ مامون تو معزول ہو چکا، خلیفۂ وقت ابراہیم ہے، اور ولی عہد خلافت اسحٰق بن الہادی، غالبًا اس طریقہ سے عباسیون نے رضامندیِ عام کا اندازہ کرنا چاہا، مگر ان کو خلاف توقع یہ معلوم ہوا کہ ملک اگر مامون کے خلاف ہے تو ابراہیم کے ساتھ بھی لوگون کو عام ہمدردی نہین ہے، چنانچہ جب یہ دونون شخص سکھائے ہوئے فقرے کہہ کر بیٹھ گئے تو لوگون نے کچھ جواب نہ دیا، اور ایسی برہمی ہوئی کہ لوگون نے نماز بھی نہین پڑھی اور مسجد سے چلے گئے، تاہم سندی اور صالح کی کوششون نے ابراہیم کو منصب خلافت پر پہونچا دیا، اور یکم محرم ۲۰۲ھ کو عمومًا اہل بغداد نے بیعتِ خلافت کی، ابراہیم نے اپنا لقب "مبارک" اختیار کیا، اس زمانہ مین قصر بن ہبیرہ پر حسن بن سہل کی طرف سے حمید بن الحمید مامور تھا اگرچہ وہ خود حسن کا دل سے طرفدار تھا، مگر اس کے ساتھ جتنے افسر تھے، خصوصًا سعید و ابوالبط ابراہیم سے مل گئے، ان لوگون نے اُدھر تو حسن کے پاس خطوط بھیجے کہ حمید آپ کے خلاف ابراہیم سے خط و کتابت رکھتا ہے، اِدھر ابراہیم سے درخواست کی کہ حضور کا کوئی افسر

آسکے توہم قصر بن ہبیرہ پر قبضہ کرادین حسن نے گو ان تحریرون کا چندان اعتبار نہین کیا تاہم اس کو شبہ پیدا ہوا اور اطمینان کے لئے حمید کو اپنے پاس بلالیا، ابراہیم نے موقع پاکر عیسی بن محمد کو بھیجا جس نے ۱۰ ربیع الثانی کو قصر بن ہبیرہ پر قبضہ حاصل کیا، اور حمید کا اسباب وخزانہ جس مین نقد کی قسم سے سو توڑے تھے غارت عام مین آیا، حمید نے یہ خبر سنی تو کوفہ واپس آیا یہان حضرت علی رضا علیہ السلام کے بھائی عباس تشریف رکھتے تھے حمید نے ان کو بلایا اور کہا کہ آپ اپنے بھائی کی طرف سے کوفہ کی حکومت اپنے ہاتھ مین لین تو تمام کوفہ آپکے ساتھ ہوگا اور مین تو جان نثاری کے لئے حاضر ہون، حمید نے لاکھ درہم بھی ان کی نذر کئے، اس کے بعد وہ حسن کے پاس چلا گیا، کوفہ کے اکثر لوگون نے حسن کا ساتھ دیا، مگر جن لوگون کو شیعہ پن مین زیادہ غلو تھا، اُنھون نے حسن سے کہا کہ اگر حضرت علی رضاؑ کی خلافت مستقل مان کر بیعت لی جاوے تو ہم بدل موجود ہین لیکن بیچ مین مامون کا واسطہ ہوگا، تو ہم سے امید نہ رکھنی چاہئے، چونکہ ان کی یہ خواہش حسن نے منظور نہ کی، یہ لوگ ناراض اُٹھے اور بالکل بے تعلق ہوکر اپنے گھرون مین بیٹھ رہے،

ابراہیم نے اپنے نئے دشمن عباس کے مقابلہ کے لئے، سعید و ابوالبط کو متعین کیا جنھون نے حال مین اپنی کارگذاری دکھائی تھی کہ ابراہیم کے نائب کو قصر بن ہبیرہ پر قبضہ دلا دیا تھا، یہ دونون افسر قریہ شاہی مین پہونچے تو عباس نے اپنے چچیرے بھائی علی بن محمد کو ان کے مقابلے کے لئے بھیجا، دوسری جمادی الاول ۲۰۲ھ کو دونون حریف معرکہ آرا ہوئے، علی بن محمد نے ذرا دیر لڑکر شکست کھائی، اب ابوالبط و سعید کوفہ پر حملہ آور ہوئے، آل عباس جو یہان موجود تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہوگئے، نہایت سخت معرکہ ہوا یہ لوگ حملہ کرتے ہوئے ابراہیم کی جے پکارتے تھے، اور نعرے مارتے تھے کہ مامون کی حکومت نہین رہی، تمام دن لڑائی قایم رہی، تاہم فتح و

شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا، اور دوسرے دن کی نوبت آئی، چونکہ فریقین کا یہ حال تھا کہ جس نے شہر کے جس حصہ پر فتح پائی آگ لگا کر غارت کر دیا، روسائے کوفہ سعید کے پاس حاضر ہوئے اور اس شرط پر امان طلب کی کہ عباس اپنے ساتھیون کو لے کر کوفہ سے چلے جائین، فریقین نے اس پر رضامندی ظاہر کی، اور کوفہ دونون دعویدارون سے خالی ہو گیا، کیونکہ اس عہد کے بعد سعید بھی حیرہ کو واپس چلا گیا، کوفہ و اطراف کوفہ مین ابراہیم کی حکومت مسلم ہو گئی لیکن یہ فتحین خلافت کا قطعی فیصلہ کرنے والی نہ تھی، کیونکہ ہنوز واسط مین حسن بن سہل ایک فوج گران کے ساتھ موجود تھا، ابراہیم نے اس بڑی مہم کے لئے عیسیٰ کو انتخاب کیا، ابن عایشہ ہاشمی و نعیم بن خازم کو بھی حکم ہوا کہ عیسیٰ کے ہمراہ جائین، راہ مین سعید و ابوالبط بھی جو کوفہ کی فتح سے آئے تھے، ساتھ ہوئے، غرض بے شمار لشکر واسط کے قریب مقام صیادہ مین صف آرا ہوئے حسن بن سہل قلعہ بند ہوا، عیسیٰ چند بار حملے کی غرض سے حسن کے لشکر گاہ کی طرف گیا، مگر اس نے بالکل خاموشی اختیار کی تھی، اور حکم دیدیا تھا کہ لشکر کا کوئی شخص قلعہ سے باہر نہ جائے، غالباً اس مدت مین اس نے عیسیٰ کی قوت کا اندازہ کیا بالآخر ۲۰ رجب کو فوج اس کے حکم سے عیسیٰ پر حملہ آور ہوئی، صبح سے دوپہر تک قیامت انگیز معرکہ رہا، عیسیٰ نے شکست کھائی اور طرنایا پہنچ کر دم لیا،

مامون کا عراق روانہ ہونا اور ذوالریاستین کا قتل ۲۰۲ھ

مامون جس تاریخ سے تخت نشین ہوا تھا، ایک دن بھی خون ریزیون سے خالی نہ گیا، تاہم اس کو بالکل نہ معلوم ہو سکا کہ تمام ملک بغاوتون کا دنگل بن رہا ہے، ابتدا مین تو حسن بن سہل کی گورنری کا جھگڑا تھا، لیکن اب جو ہنگامے قائم تھے حضرت علی رضا کی ولیعہدی پر تھے درباریون مین سے جب کسی نے مامون کے کان تک یہ صدا نہ پہونچائی، تو خود حضرت علی رضا نے اس فرض کو ادا کیا، انھون نے مامون سے کہا کہ "امین کے قتل کے بعد ایک دن بھی ملک کو امن نصیب نہ ہوا، رات دن خون ریز لڑائیان قائم ہین، اور اہل بغداد نے ابراہیم کو خلیفہ قرار دیا ہے" یہ بالکل ایک نئی اور غیر مانوس صدا تھی، مامون دفعتہ چونک پڑا، اور جیسا کہ ذوالریاستین نے اس کو یقین کرا دیا تھا، اس نے تعجب اور انکار کے ساتھ کہا کہ "نہین ابراہیم خلیفہ نہین ہے بلکہ لوگون نے انتظاماً اس کو نائب الریاست بنا رکھا ہے" حضرت علی رضا نے فرمایا کہ "ذوالریاستین نے ملک کے اصلی واقعات آپ کی نظر سے چھپا دئے اور اب جو کچھ آپ کہتے ہین اسی کی زبان سے کہتے ہین، ابراہیم جس کو آپ نائب الریاست سمجھ رہے ہین، حسن بن سہل سے لڑ رہا ہے اور آل عباس عموماً ذوالریاستین کی وزارت اور میری ولی عہدی پر نہایت مخالفانہ جوش پھیلا ہوا ہے" (مامون) دربار مین کوئی اور شخص بھی ان حالات سے واقف ہے؟ (علی رضا علیہ السلام) "ہان یحییٰ بن معاذ اور عبد العزیز بن عمران اور بہت سے افسر" مامون نے ان لوگون کو بلا کر پوچھا کہ جو کچھ حضرت علی رضا فرماتے ہین، تم اسکی نسبت کیا جانتے ہو؟ ذوالریاستین کے ڈر سے کسی کو شہادت

دینے کی جرأت نہین ہوتی تھی، مگر جب مامون نے خود ذمہ داری کی کہ ذوالریاستین انکو کچھ ضرر نہ پہونچا سکے گا، اور اس مضمون کی ایک دستاویز بھی اپنے ہاتھ سے لکھدی، توان لوگون نے پوست کندہ حالات بیان کر دیئے اور کہا کہ ہر تمنہ انہین باتون کے عرض کرنیکے لئے حضور مین حاضر ہوا تھا، مگر ذوالریاستین نے ایسے جان نثار کو حضور کی نگاہ سے دشمن بنادیا، اور اس کی تمام امیدین خاک مین ملادین، ان لوگون نے مامون کو یہ بھی جتا دیا کہ اگر جلد تلافی نہین کی جاتی تو بنیاد خلافت کے متزلزل ہونے مین کچھ باقی نہین رہا ہے، چونکہ ان لوگون نے اپنی شہادت مین یہ بھی رائے دی تھی کہ حضور کا دارالخلافہ مین تشریف رکھنا ان سب مشکلون کو حل کر دیگا، مامون نے بغداد کا قصد کیا، ذوالریاستین کو اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے بآسانی معلوم کرلیا کہ مامون کے کان مین کوئی نئی صدا پڑی ہے، اس نے تمام افسرون کے نام بھی تحقیق کر لئے اور حضرت علی رضا کے سوا (جن پر اس کا قابو نہین چل سکتا تھا، یا پاس ادب مانع تھا) باقی ہر ایک کو مختلف قسم کی اذیتین پہونچائین، کسی کو قید کیا، کسی کو کوڑے پٹوائے، کسی کی ڈاڑھی اکھڑوائی، اس پر بھی مامون ذوالریاستین سے کچھ باز پرس نہ کرسکا، اور جب حضرت علی رضا نے اس کا تذکرہ کیا، تو مامون نے نرمی سے جواب دیا کہ "مین غافل نہین ہون، مگر تدبیر مناسب سے کام لینا چاہتا ہون،" مامون جب سرخس پہونچا، تو چند آدمیون نے جن کا پیشوا غالب مسعودی تھا حمام مین پہونچکر جمعرات کے دن ۲ شعبان ۲۰۲ھ کو ذوالریاستین کو قتل کر دیا، یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ ذوالریاستین کے قتل مین شریک تھے، سب مختلف اور دور دور ملکون کے رہنے والے تھے یعنی قسطنطین رُوم کا فرج دیلم کا، موفق صلیقہ کا، مامون نے اشتہار دیا کہ جو شخص قاتلون کو گرفتار کرکے لائے اس کو دس ہزار اشرفیان انعام مین ملین گی. عباس بن الہیثم نے یہ انعام حاصل کیا، جب یہ لوگ مامون کے پاس حاضر کئے گئے اور پوچھا گیا کہ "کس کے ایما سے تم نے ایسا کیا" تو سب نے خود مامون

کا نام لیا، اور اس بیبا کی پر باصل جرم کی پاداش مین مامون کے حکم سے قتل کر دیے گئے۔
اس کے بعد عبد العزیز بن عمران و موسی وغیرہ چند اشخاص جن پر شبہ تھا طلب ہوئے اور
استفسار ہوا کہ اس واقعہ کے متعلق کچھ جانتے ہو سب نے کانون پر ہاتھ رکھا، مامون نے ان لوگون
کو بھی قتل کرا دیا، گو تمام واقعات شہادت دے رہے تھے کہ ذو الریاستین کا قتل مامون کے
ایما سے ہوا، مگر مامون نے اپنی متعدد کارروائیون سے اس یقین کو شبہ سے بدل دیا، قاتلون
کے سر حسن بن سہل کے پاس بھجوائے، اور نامۂ تعزیت مین بہت کچھ رنج و غم ظاہر کیا
اور لکھا کہ "تم اپنے بھائی کی جگہ منصب وزارت پر مقرر کیے گئے" ذو الریاستین کی مان کے
پاس برسم تعزیت گیا، اور تسلی دے کر کہا کہ آپ صبر کرین بجائے ذو الریاستین کے مین آپکا
مطیع فرزند موجود ہون" ان موثر فقرون نے اس کو اور بھی بیتاب کر دیا، اور رو کر کہا کہ "ایسے
بیٹے کا کیون غم نکرون جس نے میرے لئے تم سا فرزند چھوڑا"، ذو الریاستین کے قتل کے تھوڑے دن بعد
اس کے باپ سہل نے بھی وفات پائی، اسی زمانہ مین مامون نے حسن بن سہل کی بیٹی سے شادی
کی، ان کارروائیون سے گو مامون کی گردن ذو الریاستین کے خون سے ہلکی نہ ہوئی، تاہم عام
خلقت کی نگاہ بہت کچھ بدل گئی، اور کم سے کم اتنی بات ضرور ثابت ہو گئی کہ اگر ایسا
ہوا بھی تو وہ ایک ذاتی اور ناگزیر معاملہ تھا، ورنہ ذو الریاستین کے عام احسانات کو اس
نے فراموش نہین کیا ہے، اور اس کے خاندان کے ساتھ اب بھی اس کو وہی ہمدردی
ہے جو پہلے تھی، ذو الریاستین کی موت نے یون تو اس کے تمام خاندان کو نہایت
صدمہ پہونچایا، مگر اس کے بھائی حسن نے اس واقعہ کے بعد سے ایک دن بھی
رونے پیٹنے سے نجات نہ پائی اور بالآخر اسی صدمہ نے اس کو مختل الحواس
کر دیا، ۲۰۳ھ مین اس کے ہوش بالکل درست نہین رہے، تو احتیاط کیلئے

پاؤن مین بیڑیان ڈال دی گیئن، مامون نے اسکی جگہ احمد بن ابی خالد کو وزیر اعظم مقرر کیا، یاد رکھنا چاہیے کہ مامون کی مستقل خلافت کا زمانہ دراصل فضل کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے،

حضرت علی رضا علیہ السّلام کی وفات آخر صفر ۲۰۳ھ

اس سفر مین حضرت علی رضا علیہ السلام بھی مامون کے ساتھ تھے، طوس پہونچ کر دفعتہً انتقال فرمایا کہتے ہین کہ انکو زہر دیا گیا، ہارون الرشید کی قبر بھی یہین ہے، مامون نے اسی وجہ سے یہان قیام کیا تھا، حضرت علی رضا نے وفات پائی تو مامون نے حکم دیا کہ ہارون کی قبر اُکھڑوا کر حضرت علی رضا بھی اِسی مین دفن کئے جائین جس سے مقصود یہ تھا کہ رشید بھی علی رضا کی برکت سے مستفید ہو، مامون کو حضرت علی رضا کی وفات کا نہایت صدمہ ہوا، وہ جنازہ کے ساتھ ننگے سر گیا، اور رو رو کر کہتا تھا "اے ابوالحسن! تیرے بعد مین کہان جاؤن" تین دن تک قبر پر مجاور رہا اور صرف ایک روٹی و نمک روزانہ اس کی خوراک رہتی[1]، اس پر دعبل ایک شاعر نے جو اہل بیت کا مداح اور خلفائے بنی عباس کا نہایت دشمن تھا ایک ظرافت آمیز ہجو لکھی جسکا ایک شعر یہ ہے،

ما ینفع الرجس من قرب الزکی ولا   علی الزکی بقرب الرجس من ضرر

(یعنی ناپاک آدمی کو پاک کے قرب سے کچھ فائدہ نہین پہونچتا اور پاک کا اس کے قرب سے کچھ نقصان ہوتا ہے)

یہ ایک تاریخی سوال ہے کہ حضرت علی رضا کو کس کے ایماء سے زہر دیا گیا؟ مگر ایک خاص فرقہ نے اس واقعہ پر مذہبی رنگ چڑھایا ہے،

---

[1] ابن واضح عباسی نے یہ واقعہ خود اس شخص سے روایت کیا ہے جو حضرت علی رضا کی تجہیز و تکفین مین شریک تھا، ہم نے ابن واضح کی تاریخ سے اس کو نقل کیا ہے،

شیعہ بلا استثنا اس پر متفق ہین کہ خود مامون نے زہر دلوایا۔ افسوس ہے کہ ہم کو شیعون کی تاریخی تصنیفات نہین ملین کہ ہم اس بحث کو دونون فریق کی روایتون کے لحاظ سے فیصل کرسکے، تمام وہ بڑی بڑی تصنیفین جن کو دنیا نے اسلامی تاریخ کا لقب دیا ہے، سنیون کی ہی تصنیفین ہین، اور بظاہر ان مین مذہبی حیثیت کا خاص لحاظ نہین رکھا گیا ہے، تاریخی واقعات کی نسبت ہم کو انھین کی طرف رجوع کرنا پڑیگا، جہان تک ہم کو معلوم ہے ایک مورخ نے بھی مامون پر یہ الزام لگانے کی جرأت نہین کی ہے، بلکہ علامہ ابن اثیر نے صاف لفظون مین اس غلط خیال پر استعجاب ظاہر کیا ہے، مامون الرشید کے زمانہ سے نہایت قریب تر تاریخ جو آج دستیاب ہوسکتی ہے، ابن واضح عباسی کی تاریخ ہے یہ مصنف مامون کے زمانہ کے واقعات ان لوگون کی زبانی روایت کرتا ہے، جو خود مامون کے عہد مین موجود تھے، ہم اسکی تاریخ مین تشیعہ پن کا اثر بھی پاتے ہین، تاہم اس نے مامون کی بجائے یہ بدگمانی علی بن ہشام کی نسبت کی ہے، تاریخی اصول تحقیق سے اگر ہم کام لین تو بھی یہی ماننا پڑیگا، مامون نے حضرت علی رضا کو ولیعہد خلافت مقرر کیا، تو اس سے اس کو کوئی سازش مقصود نہ تھی، حضرت علی رضا کوئی ملکی شخص نہ تھے اور نہ ان سے حکومت عباسیہ کو کسی خطرہ کا احتمال تھا، جیسا کہ شیعون کا دعویٰ ہے، مامون کو اہل بیت کے ساتھ جو دلی خلوص تھا، اس سے کون انکار کرسکتا ہے، حضرت علی رضا کے بعد مامون کا طریق عمل سادات کے ساتھ کیا رہا؟ اس خاص حیثیت سے مامون کے ان تمام حالات اور واقعات کو ترتیب دو جو حضرت علی رضا کے وفات سے پہلے اور پیچھے پیش آئے، یہ مرتب اور نتیجہ خیز سلسلہ خود بتا دیگا، کہ مامون پر یہ غلط اتہام ہے بے شبہ مامون کے خاندان والے حضرت علی رضا کی ولیعہدی سے ناراض تھے، انھین مین سے کسی نے یہ بیہودہ حرکت کی ہو گی،

حضرت علی رضا ائمہ اثنا عشر مین ہین، اور حضرت موسیٰ کاظم کے خلف الرشید ہین، مدینہ منورہ مین ۱۴۸ھ مین جمعہ کے دن پیدا ہوئے، نہایت بڑے عالم اور اتقائے روزگار مین سے تھے، مامون کے لئے طب مین ایک رسالہ تصنیف کیا تھا، ابو نواس عرب کے مشہور شاعر سے لوگون نے کہا کہ تو نے ہر مضمون کے شعر لکھے اور حضرت علی رضا جو فخرِ روزگار ہین ان کی شان مین دو شعر بھی نہ کہے، اس نے جواب دیا کہ "ان کا پایہ کمال میری مدح سے بہت اونچا ہے"، چونکہ ذوالریاستین اور حضرت علی رضا کی وفات نے اہل بغداد کی کل شکایتون کا فیصلہ کر دیا، مامون نے بغداد کے لوگون کو ایک خط لکھا کہ "اب کیا چیز ہے جس کی تم شکایت کر سکتے ہو"، مگر مامون کو خلاف توقع اپنی تحریر کا نہایت سخت جواب ملا،

ابراہیم کی معزولی ۲۰۳ھ

مامون جس زمانہ مین بغداد کو روانہ ہوا تھا، تو ابراہیم مدائن مین موجود تھا اور عیسی بن محمد
و مطلب بن عبد اللہ وغیرہ افسران فوج اس کے ساتھ تھے، یہ لوگ اس وقت تک اگرچہ
نہایت ثابت قدم رہے، مگر غالبًا اس بات کا سب کو یقین تھا کہ ابراہیم کی خلافت اسی وقت
تک ہے جب تک مامون بغداد سے دور ہے، جب اسکی آمد کی خبر مشہور ہوئی، تو لوگ ابراہیم
کا ساتھ چھوڑنے لگے، مطلب بیماری کا بہانہ کرکے مدائن سے چلا آیا، اور بغداد مین لوگون سے
خفیہ مامون کے لئے بیعت لینی شروع کی، خود منصور بن المہدی ابراہیم کے بھائی نے اول
بیعت کی مطلب نے علی بن ہشام و حمید کو بھی لکھا کہ بغداد چلے آؤ ابراہیم کو یہ حالات معلوم ہوئے
تو مدائن سے روانہ ہوکر ۱۵ صفر ۲۰۲ھ کو زند رود پہونچا، اور جن لوگون نے مامون کیلئے بیعت
کی ان کو طلب کیا، جنمین سے منصور و خزیمہ تو حاضر ہو گئے، اور ان کا قصور معاف کر دیا گیا،
لیکن مطلب کو اسی کے خاندان نے روکا کہ اپنی بات پر قائم رہنا چاہئے، ابراہیم نے اذن
عام دیدیا کہ، اصغر کو مطلب کا گھر بار لوٹ لیا جاوے، حمید و علی بن ہشام اب ابراہیم کی
خلافت مدائن پر قابض ہوگئے، ابراہیم کا نہایت نامور افسر عیسی بن محمد بھی حسن بن سہل سے
مل گیا، شوال ۲۰۲ھ مین باب الجسر پر اس نے یہ اعلان دیدیا کہ مین اس معاملہ مین دونون
فریق سے الگ رہونگا، اور حمید نے بھی اس بات کو منظور کر لیا ہے: ابراہیم نے اسکی
طلب کے لئے متعدد قاصد بھیجے، بڑے اصرار سے آیا، تو ابراہیم نے عتاب ظاہر کیا، اس نے

معذرت کی، ابراہیم نے غیظ مین آکر اس کو قید خانے بھیج دیا، اور اس کے چند افسر و اعزہ کو بھی سزا دی علیسی ایک نہایت معزز رتبہ کا آدمی تھا اور بہت سے نامور افسر اس کے ساتھ تھے، اس کے قید ہونے نے سب کو برہم کر دیا بالخصوص عباس جو علیسی کا خلیفہ خاص تھا اس نے اپنی پر جوش تقریرون سے تمام بغداد کو ابراہیم کا مخالف بنا دیا، جسر و کرخ وغیرہ پر ابراہیم کے جو عامل تھے سب نکال دیئے گئے، اور لوگون نے حمید کو خط لکھا کہ آپ یہان کا قصد کیجئے کہ ہم بغداد آپکے حوالہ کر دین حمید نہر صرصر پہونچ کر ٹھہرا، عباس اور تمام افسران فوج اس کے استقبال کو گئے، یہ قرار پایا کہ جمعہ کے دن مقام یاسریہ مین مامون کا خطبہ پڑھا جاوے، اور ابراہیم معزول کر دیا جاوے، حمید نے اہل فوج کو پچاس پچاس روپیہ دینے کا وعدہ بھی کیا، تاریخ معینہ پر حمید یاسریہ مین داخل ہوا، مگر انعام کی تعداد مین اس لئے اختلاف پیدا ہو کہ اہل فوج نے پچاس کے عدد کو منحوس بتایا، کیونکہ علی بن ہشام نے بھی یہی تعداد مقرر کی تھی اور بالآخر فساد کی باعث ہوئی اہل فوج نے کہا کہ اس وقت ہم کو چالیس دلائے جائین تا کہ پچاس کے منحوس عدد سے یہ تعداد مختلف رہے، علیسی نے فیاضی سے پچاس کے عدد کو بڑھا کر ساٹھ کر دیا، جسکے ساتھ نحوست کا شبہہ بھی رفع ہو گیا، ابراہیم نے اس مشکل وقت مین علیسی کو قید سے رہائی دیکر حکم دیا کہ حمید کے مقابلے پر جاوے، علیسی نے ایک سازشی حملہ کیا، اور وسط فوج مین گھس گیا، جس سے ظاہر مین یہ دکھانا مقصود تھا، کہ ابراہیم کی وفاداری مین اس نے جان تک کی بھی پروانہ کی، لیکن فوج نے اسکی دلی خواہش کے موافق زندہ گرفتار کر لیا، ابراہیم نے باقی ماندہ فوج سے حمید کا مقابلہ کیا، یہ اس کی اخیر کوشش تھی لیکن اب وہ بھی کامیاب نہ ہوا، اخیر ذلقعدہ ۲۰۳ھ مین جو معرکہ ہوا اس نے ابراہیم کی قسمت کا قطعی فیصلہ کر دیا، ذی الحجہ کی ۱۷ تاریخ بدھ کی رات ۲۰۳ھ

ابراہیم کی قسمت کا کا اخیر صفحہ تھا، جس دن اس نے تبدیل لباس کیا اور کہین غائب ہو گیا ابراہیم کی خلافت نے کل ایک برس گیارہ مہینے ۱۲ دن کی عمر پائی

مامون کا بغداد داخل ہونا صفر سنہ ۲۰۴ھ

مامون قریباً رجب سنہ ۲۰۲ھ مین مرو سے روانہ ہوا، اور صفر سنہ ۲۰۴ھ مین بغداد پہنچا۔ اس کا یہ سفر ایک طرح پر ملک کا دورہ تھا جس مین اُس نے حالاتِ ملک سے بہت کچھ واقفیت پیدا کی اور مختلف شہرون مین مناسب انتظامات کئے، نہروان پہونچا تو بغداد کے تمام اعیان وعمائد وافسرانِ فوج بڑے جوش سے اس کے استقبال کو گئے طاہر بن الحسین بھی جسکو مامون نے رقعہ سے طلب کیا تھا یہین باریاب حضور ہوا نہروان مین آٹھ دِن قیام کر کے مامون بغداد کو چلا، اور ۵ا صفر سنہ ۲۰۴ھ کو بڑی شان وشوکت سے دار الخلافہ مین داخل ہوا، جہان ایک مدت سے ہزار ہا نگاہین اسکا انتظار کر رہی تھین، مامون خود اور اس کے تمام افسر سبز لباس مین تھے، اہل بغداد بھی مامون کے لحاظ سے سبز لباس پہنے دربار مین آئے مگر عام خواہش اسکے خلاف تھی لوگ آرزومند تھے کہ ان کی آنکھین عباسیہ حکومت کو اس کے اصل لباس مین دیکھین، چنانچہ جب مامون نے طاہر کو بلا کر اس کی کارگذاریون کا صلہ دینا چاہا اور کہا کہ جو "مانگنا ہو مانگ" تو اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ آل عباس کی یہ آرزو پوری کر دی جائے، مامون نے یہ معقول درخواست منظور کی اسنے خود دربار عام مین سیاہ لباس منگوا کر پہنا۔ اور طاہر ذو الیمینین اور تمام افسرانِ فوج کو سیاہ رنگ کے خلعت مرحمت کئے ۲۳ صفر سنہ ۲۰۴ھ

کو کل اہل بغداد سیاہ لباس مین تھے، اور اس دن گویا یہ عملی اعلان عام دے دیا کہ "اب تمام اسلامی دنیا مین آل عباس کی حکومت ہے"،

طاہر کا خراسان کی حکومت پر مقرر ہونا ۲۰۵ھ

اس سال ایک عجیب تقریب سے طاہر کو اپنے کارہائے نمایان کا مناسب صلہ ملا یعنی وہ کل مشرقی حکومت پر جسکی حد دارالخلافہ بغداد سے شروع ہو کر سندھ تک منتہی ہوتی ہے نائب السلطنت مقرر ہوا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک رات طاہر مامون کی بزم عیش مین حاضر ہوا، مامون بادہ نوشی کے مزے لے رہا تھا، بے تکلفی مین اس نے دو پیالے طاہر کو بھی مرحمت کئے اور اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی، طاہر نے بادب عرض کیا کہ "میرا منصب اس عزت کا مستحق نہین ہے"، مامون نے کہا "یہ قیدین دربار عام کے لئے مخصوص ہین، بے تکلفی کے جلسون مین اس قسم کے قواعد کی پابندی ضروری نہین"، طاہر آداب بجالا کر بیٹھ گیا، مامون نے اسکی طرف نگاہ کی تو آنکھون مین آنسو بھر آئے، طاہر نے عرض کیا کہ اب کیا آرزو باقی رہی ہے، جس کا حضور رنج کر سکتے ہین، مامون نے کہا کچھ ایسی بات ہے جسکے پوشیدہ رکھنے مین تکلیف اور ظاہر کرنے مین ذلت ہے، طاہر اس وقت تو چپ رہا مگر دل مین خلش پیدا ہوئی کہ آخر کیا بات ہے، حسین جو مامون کا ساقی اور ندیم خاص تھا طاہر نے اس کو دو لاکھ درہم نذر بھیجے اور درخواست کی کہ اس دن کے واقعہ کا سبب دریافت کر دے حسین نے موقع پا کر پوچھا، مامون نے کہا، اگر یہ بات آگے بڑھی تو تیرا سر اڑا دون گا"

"سچ یہ ہے کہ جب طاہر میرے سامنے آتا ہے، تو بھائی امین کا ذلت و بیکسی سے مارا جانا یاد آتا ہے، میرے ہاتھ سے ضرور طاہر کو کسی دن ضرر پہنچے گا" طاہر کو یہ بات معلوم ہوئی تو احمد بن ابی خالد الاحول کے پاس گیا (حسن بن سہل کے بعد وزیر اعظم مقرر ہوا تھا) اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ مین احسان فراموش نہین ہون اور میرے ساتھ بھلائی کرنی فائدے سے خالی نہین ہین تم سے صرف اتنا چاہتا ہون کہ مامون کی آنکھ سے دور رہون،" احمد بن ابی خالد نے اُس کا ذمہ لیا اور دوسرے دن صبح کے وقت مامون کے پاس حاضر ہوا، چونکہ چہرہ سے تردد اور پریشانی نمایان تھی (مامون نے پوچھا) کیون؟ کیا کوئی نئی بات ہے؟ (احمد) حضور مجھے تو ساری رات نیند نہین آئی (مامون) آخر کیون؟ (احمد) مین نے سنا کہ حضور نے خراسان کی حکومت غسان کو دیدی جس کے ساتھ مٹھی بھر آدمی سے زیادہ نہین ہین، اگر سرحد کے ترکون نے حملہ کیا تو کیا غسان ان کو روک سکے گا؟ (مامون) یہ خیال تو مجھکو بھی تھا اچھا تم کسی کو تجویز کرتے ہو؟ (احمد) طاہر ذوالیمینین سے بہتر کون شخص انتخاب ہوسکتا ہے (مامون) مگر اس کے خیالات تو باغیانہ ہین، اور وہ نقض بیعت پر آمادہ ہے (احمد) اس کا مین ذمہ دار ہون (مامون) اچھا تم اپنی ذمہ داری پر مقرر کرو، طاہر طلب ہوا اور سند حکومت کے ساتھ ایک کرُور درہم بھی جو عموماً خراسان کے گورنرون کو ملتے تھے عطا ہوئے، طاہر نے ایک مہینہ مین سازوسامان سفر درست کیا اور ۲۹ ذوقعدہ ۲۰۵ھ کو خراسان روانہ ہوا، طاہر کا بیٹا اُس کے بعد صاحب الشرطہ مقرر ہوا لیکن تھوڑے ہی دنون مین اسکی ذاتی لیاقت نے مصر کی گورنری پر پہنچا دیا، تقرر کے وقت مامون نے اس کو اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ یون تو ہر شخص اپنی اولاد کی نسبت حسن ظن رکھتا ہے، لیکن طاہر نے جو کچھ تمھاری تعریف مین کہا اُس سے کم کہا جس کے تم دراصل مستحق ہو، طاہر نے یہ

مُردہ سنا تو بیٹے کو ایک نہایت مفصل[1] خط لکھا، جو آئین حکومت انتظامات ملکی، رفاہ رعایا کے متعلق ایک نہایت مدبرانہ دستور العمل تھا، یہ خط اس قدر مقبول عام ہوا کہ تمام لوگون نے اس کی نقلین لین، خود مامون نے اسکی باضابطہ نقلین عموماً حکام سلطنت کے پاس بھجوائین اور کہا کہ طاہر نے دنیا و دین وتدبیر ورائے وسیاست واصلاح ملک وحفاظت سلطنت وقیام خلافت کے متعلق کوئی بات اُٹھا نہین رکھی،

---

[1]، علامہ ابن اثیر نے اس خط کو اپنی تاریخ مین تمامہا نقل کیا ہے،

عبدالرحمٰن بن احمد کی بغاوت سنہ ۲۰۶ھ

انکی بغاوت نہ چندان بیجا تھی، نہ بہت پرزور تھی لیکن وہ اس لئے زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس سے مامون کی تاریخ زندگی مین ایک نیا انقلاب شروع ہوتا ہے یمن کے لوگ عمال کی بے اعتدالیون سے باغی ہوگئے تھے ان کو ایک صاحب اثر شخص سمجھکر خلیفہ قرار دیا، مامون نے دینار بن عبداللہ کو مقابلہ کے لئے بھیجا، لیکن ایک معاہدۂ امن بھی لکھکر دے دیا کہ اگر عبدالرحمٰن قبول کر لے تو لڑائی کی کچھ ضرورت نہین زمانہ حج مین دینار یمن کو روانہ ہوا اور معاہدۂ امن عبدالرحمٰن کے پاس بھیجدیا، عبدالرحمٰن نے خود دینار کے ہاتھ پر بعیت کر لی، اور بغداد چلا آیا، مامون سادات کی پیہم بغاوتون سے نہایت تنگ آگیا تھا، اب اس نے ۲۸ ذوقعدہ سنہ ۲۰۶ھ کو حکم دیدیا کہ عموماً آل علی اپنا امتیازی لباس چھوڑ کر سیاہ لباس اختیار کرین، اور آج سے دربار مین نہ آنے پائین، مامون کو اس خاندان سے جو بے لاگ محبت تھی سیاست ملکی نے اس کو اس صورت مین بدل دیا جسکی تاریخ ۲۸ ذوقعدہ سے شروع ہوتی ہے ،

ذوالیمینین طاہر کا وفات پانا روز شنبہ جمادی الثانی سنہ ۲۰۷ھ مقام مرو

مامون نے اگرچہ احمد بن ابی خالد کی ذمہ داری پر طاہر کو خراسان ایسے بڑے صوبے
کی حکومت دیدی تاہم وہ اسکی طرف سے مطمئن نہ تھا، طاہر خراسان کو روانہ ہوتے
ہوئے جب مامون سے رخصت ہونے گیا، تو مامون نے ایک خاص غلام اس کے
ساتھ کر دیا جسکی نسبت طاہر کو یہ یقین دلایا کہ اس کی کارگذاریوں کا صلہ ہے، مگر درپردہ غلام
کو ہدایت کی تھی، کہ اگر طاہر کے خیالات بغاوت کی طرف مائل دیکھے تو زہر دیدے
خراسان پہنچکر غالبًا طاہر نے بغاوت کا ارادہ کیا، مگر مورخین اسکا کوئی عملی ثبوت بجز اس
کے نہین پیش کرتے کہ ایک جمعہ مین طاہر نے خطبہ مین مامون کا نام نہین پڑھا کلثوم
بن ثابت خراسان کا پرچہ نویس اس موقع پر موجود تھا اس نے گھر آکر غسل کیا اور کفن
پہنکر مامون کو اس واقعہ کی عرضی لکھی، اس کو یہ یقین تھا کہ طاہر کو بھی ضرور اس حال
سے خبر ہوگی، اور وہ اس کو زندہ نہ چھوڑے گا، مامون نے عرضی پڑھی تو احمد بن ابی خالد
کو بلا بھیجا اور کہا کہ اسی وقت خراسان روانہ ہو، احمد نے بڑے اصرار سے رات بھر کی مہلت
لی، تھوڑی دیر کے بعد دوسرا پرچہ پہونچا کہ طاہر نے دفعتہً انتقال کیا احمد کا جانا ملتوی
رہ گیا، طاہر کو جمعہ کے دن بخار چڑھا، ہفتہ کی صبح کو لوگ عیادت کے لئے گئے تو دربانون
سے معلوم ہوا کہ آج خلاف معمول ابھی تک خواب گاہ مین ہے، زیادہ دیر ہوئی تو لوگ
اندر گئے، طاہر سر سے پاؤن تک کپڑے مین لپٹا ہوا مردہ پڑا تھا بعضون کا بیان ہے

کہ پلکون مین کچھ عارضہ پیدا ہوا جس سے وہ دفعتہ گر پڑا اور مر گیا[1]،

مامون نے طاہر کے بعد اس کے بیٹے طلحہ کو خراسان کی حکومت دی، دوسرے بیٹے عبد اللہ کو بھی معزز عہدے دیئے، طاہر کی تین پشتون یعنی خود طاہر و عبد اللہ بن طاہر و عبید اللہ بن عبد اللہ بن طاہر نے دولت عباسیہ مین بڑا اقتدار حاصل کیا، ہم کو اس مین کچھ شبہہ نہین کہ طاہر کو زہر دیا گیا، اور خود مامون نے زہر دلوایا، لیکن اگر مامون کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا تو کیا کرتا، اگر اس نظیر کے لئے ہم دور نہ جائین اور خود مامون کے نامور باپ ہارون الرشید کی طرف نگاہ اُٹھائین تو کیا ثابت ہوگا، اور ہم دیکھتے ہین کہ اس نے ایک خیالی الزام پر برامکہ کا وہ فیاض خاندان جسکی نظیر سے کل تاریخ اسلام خالی ہے ایک لحظہ مین دنیا سے ناپید کر دیا، لیکن مامون نے جو کچھ کیا سیاست ملکی کے لحاظ سے اس کا ضروری فرض تھا تاہم اُس کے خاندان سے کچھ تعرض نہ کیا بلکہ اس کی اولاد کو اس رتبہ پر پہنچایا کہ کچھ زمانے کے بعد خراسان مین انکی مستقل حکومت قائم ہو گئی، مامون کے پاس جب طاہر کے مرنے کی خبر آئی تو اس نے کہا کہ "خدا کا شکر ہے جس نے طاہر کو مجھ سے پہلے بلایا،" اس بات سے ظاہر ہے کہ طاہر کی بغاوت کا اس کو کامل یقین ہو چکا تھا اس کتاب کے دوسرے حصہ مین معلوم ہوگا کہ مامون ملک کے ہر ایک جزئی حالات سے کس قدر واقفیت رکھتا تھا اور اس وجہ سے اسکی رائے ان معاملات مین نہایت وقعت کے قابل ہے،

---

[1] مصنف عیون والحدائق، کامل، ابن خلدون، ابوالفدا، کسی نے نہین کہا کہ طاہر کیونکر مرا مگر عربی مورخین کی یہ عام عادت ہے کہ وہ واقعات کو بالکل سادہ لکھتے ہین اور اس بات سے بحث نہین کرتے صرف ابن خلکان ایک شخص ہے جس نے اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے، اور چونکہ اس نے نہایت معتبر تاریخ کا یعنی ہارون بن عباس بن مامون الرشید کی تاریخ کا حوالہ دیا ہے، ہم نے اس موقع پر جو کچھ لکھا ہے اسی سے لکھا ہے، دیکھو تاریخ ابن خلکان۔ ترجمہ طاہر،

افریقہ اور منصور بن نصر کی بغاوت سنہ ۲۰ھ

افریقہ کو ممالک اسلامیہ مین داخل ہوئے قریبًا سو برس گذر چکے تھے مگر عہد فتح سے آج تک ہمیشہ خطرناک بغاوتین برپا رہین، یہان کی آب وہوا مین پہلے ہی اطاعت کا مادہ نہ تھا اور قبائل عرب کے مل جانے سے جو ایک مدت سے ان اطراف مین جا کر آباد ہوتے جاتے تھے، ان کی سرکشی اور بھی پرخطر اور تیز ہوگئی تھی۔ یہان کا جو خراج تھا وہ یہین کے امن وانتظام قایم رکھنے مین صرف ہوتا تھا، بلکہ مصر کے خزانے سے اور پانچ لاکھ روپیہ سالانہ منگانے پڑتے تھے سنہ ۱۸۴ھ مین ہارون الرشید نے ابراہیم بن الاغلب کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا تھا جس نے افریقہ سے چالیس ہزار دینار لبطور خراج کے دینے منظور کئے تھے، ابراہیم نے نہایت نیک نامی کے ساتھ حکومت کی اور پھر افریقہ کی گورنری اس کے خاندان کا موروثی ترکہ ہوگیا، چنانچہ مامون کے زمانہ مین جو شخص اس منصب پر ممتاز تھا، وہ ابراہیم کا نامور فرزند زیادۃ اللہ تھا سنہ ۲۰ھ مین تونس مین ایک تازہ بغاوت کی ابتدا ہوئی جس کا بانی منصور بن نصیر تھا زیادۃ اللہ نے ایک افسر کو جسکا نام محمد بن حمزہ تھا، تین سو سوار دے کر بھیجا، کہ دفعتہً تونس پہنچ کر منصور کو گرفتار کرلائے ہلیکن محمد کے پہنچنے سے پہلے منصور کو خبر ہوگئی اور وہ طنبذہ چلا گیا محمد کو تونس مین بالکل ناکامی ہوئی، اب اس نے یہان کے قاضی کو منصور کے پاس لبطور سفارت کے بھیجا، چالیس اور بڑے بڑے ثقات

قاضی صاحب کے ساتھ گئے کہ وعظ وپند کا فسون پھونک کر منصور کو مسخر کر لائین، مگر منصور ان سادہ دل ملاؤن سے زیادہ چالاک تھا، اس نے قاضی صاحب سے کہا کہ "مین تو قدیم نمکخوار ہون، آج کی رات آپ ماحضر قبول فرماوین کل مین خود آپ کے ہمرکاب چلونگا" منصور نے محمد کو بھی دعوت کے کھانے اور فواکہ بھیجے اور لکھا کہ "کل قاضی صاحب کے ساتھ شرف خدمت حاصل کرونگا" محمد اور اسکی مختصر فوج نے نہایت اطمینان کے ساتھ دعوت کے مزے اڑائے، اور خوب شرابین پیں، ہنوز خمار نہین اترا تھا، کہ دفعتہً طبل جنگ کی مہیب آواز نے ان بدمستون کو چونکا دیا، اٹھے تو منصور ایک جمعیت کثیر کے ساتھ سر پر موجود تھا، محمد کی فوج نے بھی ہتھیار سنبھالنا چاہا مگر اعضا قابو مین نہ تھے، تاہم ایک سخت معرکہ ہوا، اور ساری رات لڑائی رہی محمد کی فوج بالکل قتل ہوگئی صرف وہ لوگ بچ گئے جو دریا مین کود پڑے اور تیر کر اس پار نکل گئے ٹونس مین جو شاہی فوج تھی اس نے بھی منصور کی خدمت مین حاضر ہو کر اطاعت پر آمادگی ظاہر کی، مگر اس اندیشہ سے کہ آیندہ منصور اگر زیادۃ اللہ سے مل گیا تو وہ کسی طرف کے نہ ہونگے، یہ شرط پیش کی کہ آپ زیادۃ اللہ کے کسی عزیز کو قتل کرا دیجئے، اسمٰعیل کے قتل سے جو زیادۃ اللہ کا رشتہ دار اور ٹونس کا عامل تھا یہ خواہش پوری کردی گئی، ٹونس کے اضلاع مین منصور کی قوت روز افزون ترقی کر رہی تھی، اور اس وجہ سے ضرور تھا۔ کہ زیادۃ اللہ بھی برابر کی طاقت سے اسکا مقابلہ کرے اس نے اپنا وزیر خاص غلیون کو اس مہم کے لئے انتخاب کیا۔ مگر دسوین ربیع الاول کو جو معرکہ ہوا اس مین غلیون نے شکست کھائی۔ اور فوج جو ساتھ تھی باغیانہ افریقہ کے مختلف شہرون مین پھیل گئی۔ غلیون کو شکست دیکر منصور کے حوصلے بلند ہوگئے اسنے خود زیادۃ اللہ

کی دارالحکومت قیروان کو جا گھیرا چالیس دن تک محاصرہ رہا، اور بڑے بڑے معرکے ہوئے مگر اخیر لڑائی مین جو ۵ جمادی الثانی کو پیش آئی زیادۃ اللہ اس سر و سامان سے نکلا کہ منصور نے پہلے ہی ہمت ہار دی، مقابلہ ہوا لیکن نتیجہ جنگ وہی تھا جو منصور کے خیال مین، چونکہ محاصرہ کے زمانہ مین قیروان والے منصور سے مل گئے تھے، زیادۃ اللہ نے اب اس سے انتقام لینا چاہا لیکن علما اور فقہا بیچ مین پڑے اور اس کو اس ارادے سے باز رکھا، تاہم عبرت کیلئے قیروان کی شہر پناہ بالکل برباد کردی گئی،

اگرچہ منصور خود شکست کھا کر قیروان سے چلا گیا، مگر اس کے سردارون نے افریقہ کے اکثر اضلاع دبا لئے تھے، ان مین سے ایک شخص عامر بن نافع تھا جس نے سبلیہ پر قبضہ کرلیا تھا سنہ ۲۰۹ھ مین زیادۃ اللہ نے محمدؐ بن عبداللہ اپنے ایک عزیز کو اس کے مقابلے پر بھیجا ۲۰ محرم کو ایک سخت معرکہ ہوا، محمدؐ نے شکست کھائی اور قیروان کو الٹا واپس آیا، اس اثنا مین منصور نے دوبارہ قوت حاصل کی اور چونکہ فوج جو منصور کے ساتھ تھی، اس کے اہل وعیال قیروان مین رہ گئے تھے، اس نے پھر قیروان کا محاصرہ کیا، ۱۲ دن محاصرہ رہا اگرچہ کوئی لڑائی نہین ہوئی مگر منصور اپنے مقصد مین کامیاب ہوا اہل فوج کے عزیز و اقارب قیروان سے نکل آئے اور اپنے عزیزون سے آکر مل گئے، منصور بھی ٹونس کو واپس چلا آیا، افریقہ کے اکثر اضلاع زیادۃ اللہ کے ہاتھ سے نکل گئے، خود شاہی فوج نے جو منصور کے ساتھ ہو گئی تھی، زیادۃ اللہ کو مغرورانہ پیغام کہلا بھیجا، کہ جو تدبیر تم کو جان بر کرسکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ تم افریقہ سے اور کہین چلے جاؤ اس سعادت کے صلہ مین ہم تمھاری جان سے کچھ تعرض نہ کرین گے، چند اتفاقی واقعات نے اگر مساعدت نہ کی ہوتی تو آل اغلب کا خاتمہ ہوچکا تھا مگر سنہ ۲۱۱ھ مین عامر جو منصور کا داہنا ہاتھ تھا خود منصور سے ناراض ہوگیا اور بالآخر اس کو

قتل کرادیا، یہ محسن کش بھی کچھ زیادہ نہ پھلا، دوہی تین برس کے بعد قضا کی، اور زیادۃ اللہ
کے لئے افریقہ کی حکومت بے خلش چھوڑ گیا، زیادۃ اللہ کو ان واقعات سنے بالکل
مطمئن کردیا، اُس سنے کچھ بے جا نہین کہا، کہ اب لڑائی سنے اپنے ہتھیار رکھدئیے

نصر بن شیث کا گرفتار ہونا ۲۰۹ھ

نصر ملک شمال مین کیسوم کے علاقہ کا رہنے والا تھا، اور امین الرشید کا نہایت
جان نثار دوست تھا، محاصرہ کے زمانہ مین تو امین کی کچھ مدد نہ کرسکا لیکن امین کے قتل کے
بعد علانیہ بغاوت ظاہر کی اور چونکہ عرب کے بعض قبائل اور بہت سے خانہ بدوش بدو
بھی اس کے ساتھ ہو گئے، اُس نے حلب، سمیساط وغیرہ پر قبضہ کرلیا، حسن بن سہل نے طاہر
کو حال ہی مین بغداد کی فتح کا فخر حاصل کرچکا تھا، اُسکے مقابلہ کیلئے بھیجا، ایک سخت جنگ کے بعد طاہر نے شکست
کھائی اور رقہ کو واپس گیا، سنہ ۱۹۹ھ مین جزیرہ کے تمام اضلاعِ نصر کے قبضۂ اقتدار مین آگئے سنہ ۲۰۸ھ تک اسکی بغاوت شاہی قوت
کی حریف مقابل رہی سنہ ۲۰۵ھ مین جب طاہر رقہ سے چلا آیا تھا، تو اس کا بیٹا عبد اللہ اس مہم پر
مامور ہوا لیکن چار برس کی متواتر کوششون نے بھی کوئی نتیجہ نہین پیدا کیا، سنہ ۲۰۶ھ مین مامون
نے محمد عامری کو نصر کے پاس سفیر کرکے بھیجا، نصر نے گو اطاعت پر آمادگی ظاہر کی مگر شرطین وہ
پیش کین جو مامون کے نزدیک بغاوت و سرکشی سے کچھ کم نہ تھین، پہلی شرط یہ تھی کہ مین
دربار مین حاضر نہ ہون گا، مامون نے اُس کے قبول کرنے سے بالکل انکار کیا، محمد عامری واپس
گیا، اور نصر سے کہا کہ مامون کو تمہاری حاضری ہی پر زیادہ اصرار ہے، نصر دفعۃً جھلا اٹھا اور کہا کہ چند
مینڈکلون[1] (قوم زط) پر جسکا زور نہ چل سکا، اس کے آگے عرب کے ہزارون جانباز کیون کر سر جھکا سکتے ہین
لیکن نصر کا یہ غرور قائم نہ رہا، عبد اللہ بن طاہر نے اسکو اتنا تنگ کیا کہ بلا کسی شرط کے ہتھیار رکھدیئے،

۱؎ چون کہ قوم زط کی بغاوت کو مامون فرو نہ کرسکا تھا، نصر نے طعنہ دیا،

ابن عائشہ و مالک کا قتل اور ابراہیم کی گرفتاری ۲۱۰ھ

ابراہیم جس نے بغداد مین علمِ خلافت بلند کیا تھا، گو مدت سے روپوش ہو گیا تھا لیکن اسکے قدیم رفقا اب بھی اپنی کوششون مین سرگرم تھے اور چاہتے تھے کہ ابراہیم کو دوبارہ تختِ خلافت دلائین، مامون کو اس سازش کی بہت جلد اطلاع ہو گئی، اور صفر ۲۱۰ھ مین یہ سب گرفتار کر لئے گئے، ابن عایشہ اور مالک اس جماعت کے سرگروہ تھے، ان لوگون نے ایک بڑی فہرست تیار کر کے مامون کی خدمت مین بھیجی کہ اور بہت سے لوگ اس کوشش مین ھمارے ساتھ ہین، لیکن مامون نے اس خیال سے کچھ التفات نہ کی کہ شاید اپنے ساتھ دوسرون کو بھی گرفتار کرانا چاہتے ہین، باغی قید خانے بھیج دیئے گئے، مگر وہان بھی نچلے نہ بیٹھے، ایک دن اندر سے چارون طرف کے کواڑ بند کر دیئے اور چاہا کہ دیوار توڑ کر باہر نکل جائین، مامون کو خبر ہوئی تو خود جیل خانہ پہنچکر ابن عایشہ کے سوا سب کو قتل کرا دیا، ابن عایشہ ہاشمی تھا، اس لئے یہ امتیاز رکھا گیا کہ بجائے قتل کے اس کو سولی دی گئی، لیکن اس کے ساتھ یہ قاعدہ ٹوٹ گیا کہ اب تک کسی ہاشمی نے پھانسی پانے کی ذلت نہین اٹھائی تھی،

یہ واقعہ ابراہیم کی گرفتاری کا دیباچہ تھا[1]، خود ابراہیم کی زبانی منقول ہے کہ مامون جب عراق پہونچا تو لاکھ درھم کے انعام پر میری گرفتاری کا اشتہار دیا، مین نے خیال کیا کہ اب بغداد مین جان کی خیر نہین، گرمی کے دن تھے اور ٹھیک دوپہر تھی کہ مین گھر سے نکل کھڑا ہوا مگر یہ کون بتا سکتا تھا کہ کہان جاؤن ایک گلی مین پہنچا لیکن اسکی دوسری طرف

---

[1] ابراہیم ربیع الاول ۲۱۰ھ مین گرفتار ہوا،

راستہ نہ تھا، اب آگے بڑھ سکتا تھا نہ الٹا پھر سکتا تھا، اسی اضطراب مین ایک مکان نظر پڑا جس کے دروازہ پر ایک حبشی غلام کھڑا تھا، مین نے بڑھکر اس سے التجا کی کہ "ذرا دیر کیلئے اپنے مکان مین جگہ دیسکتے ہو؟" اس نے نہایت خوشی سے منظور کیا، اور مجھکو ایک کمرہ مین لے جا کر بٹھایا، جو عمدہ اور بیش بہا ساز و سامان سے مزین تھا، لیکن چونکہ خود باہر چلا گیا تھا، کواڑ بند کر گیا میری تازہ اُمید پھر یاس سے بدل گئی کہ غلام میرے گرفتار کرانے کو پولیس کے پاس گیا ہے مین اسی پیچ و تاب مین تھا کہ اُسی نے کواڑ کھولے، اور ایک مزدور کے ساتھ مکان مین داخل ہوا، مین نے مسرت آمیز تعجب سے دیکھا کہ وہ گوشت، دیگچی، کورے پیالے اور تمام ضروری چیزین اپنے ساتھ لایا ہے، اس نے یہ تمام سامان میرے سامنے حاضر کئے اور کھڑے ہو کر دست بستہ عرض کی کہ مین ذات کا حجام میری جرأت نہین کہ اپنے گھر کا پکا ہوا کھانا حضور کی دعوت مین حاضر کرون، اس لئے بازار سے سب نئی چیزین مول لایا ہون، اب حضور جو پسند فرمادین، مین نے خود کھانا طیار کیا، اور خوب سیر ہو کر کھایا، پھر اس نے مجھ سے پوچھکر شراب حاضر کی اور کھڑے ہو کر کہا کہ "اگر اجازت ہو تو مین بھی ایک کنارے بیٹھ جاؤن اور حضور کی تفریح خاطر کیلئے دور ہی سے دور شراب مین شریک ہون" مین نے اجازت دی، شراب کا دور چلتا رہا، ذرا دیر کے بعد وہ ایک ستار اُٹھا لایا اور دست بستہ کہا کہ "میرا یہ منصب نہین کہ حضور سے گانے کیلئے عرض کرون لیکن حضور کا فیض اخلاق خود میری آرزو کو پورا کر سکتا ہے" مین نے متعجب ہو کے پوچھا کہ "تم نے کیونکر معلوم کیا کہ مین اس لطیف فن سے واقف ہون" اس نے کہا "سبحان اللہ کیا حضور چھپائے چھپ سکتے ہین، کیا حضور کا اسم مبارک ابراہیم نہین ہے؟ کیا بغداد کے تخت نے حضور کے قدمون سے عزت حاصل نہین کی؟ مامون الرشید نے کس کے لئے لاکھ درہم کا اشتہار دیا ہے"

لہ، اس قصے کو کسی قدر اختلاف کے ساتھ خود یوسف کاتب نے جو ابراہیم کا خاص ندیم تھا اپنی ایک تصنیف مین جو صرف ابراہیم کے حالات مین ہے لکھا ہے، دیکھو مروج الذہب مسعودی خلافت مامون،

یہ سنکر مین حیرت زدہ ہوگیا، اور دل مین کہا کہ یہ غلام بھی خدا کی عجیب قدرتون کا ایک نمونہ ہے، مین نے ایسے فیاض میزبان کا رنجیدہ کرنا خلاف انسانیت سمجھا، اور رنے کے ساتھ حسب حال کچھ اشعار گائے، غلام بدمست ہوگیا، مزے مین آکر خود بھی گانا شروع کیا، اور اس درد سے گایا کہ در و دیوار بول اُٹھے، مین تمام خطرات کو یک لخت بھول گیا، اور فرمایش کی کہ کچھ اور گاؤ اس نے نہایت دل کش آواز مین یہ اشعار گائے،

تعیرنا انہ قلیل عدیدنا　　　فقلت لہا ان الکرام قلیل

وہ ہمکو عیب لگاتی ہے کہ ہمارا شمار کم ہے، مین نے اُس سے کہا کہ بڑے لوگ کم ہی ہوتے ہین،

وانا لقوم ما نری القتل سبۃ　　　اذا ما راتہ عامر و سلول

عامر و سلول قتل ہونے کو عیب سمجھتے ہین، لیکن ہم ایسا نہین سمجھتے،

ان پر اثر شعرون نے میرے ہوش و حواس بالکل کھو دیئے، اور غفلت زدہ ہوکر سو گیا جاگا تو شام ہو چکی تھی، مین نے جیب سے ایک تھیلی نکالی اور غلام کو یہ کہکر دینا چاہا کہ "لو سر دست یہ حقیر پیش کش قبول کرو خدا نے اگر وہ دن کیا کہ میری بدقسمتی اقبالمندی سے بدل گئی، تو مین تمھارے احسانات کا کافی صلہ دے سکون،" غلام نے نہایت رنجیدہ ہوکر کہا، افسوس غریب آدمی آپ لوگون کی نگاہ مین نہایت حقیر مخلوق ہے مجھکو حضور کی ذرہ نوازی سے جو عزت ملی، کیا مین اس کو درہم و دینار کے عوض بیچ سکتا ہون، خدا کی قسم یہ الفاظ دوبارہ سننے کی مین طاقت نہین رکھتا، اور اگر آپ مکرر فرمائین گے تو مین اپنی حقیر زندگی کو قربان کردون گا، مین نے ندامت کے ساتھ اپنا بے موقع عطیہ واپس لیا، اور چاہا کہ غلام سے رخصت ہون، لیکن اُس نے عاجزانہ لہجہ مین کہا کہ "میرے آقا آپ یہان زیادہ امن و آرام کے ساتھ رہ سکین گے، کچھ دنون اور صبر کیجئے، یہ فتنہ فرو ہولے، تو حضور کو اختیار ہے،

مین چند روز اور اس کے مکان پر مقیم رہا لیکن اس خیال سے کہ میرا میزبان میرے مصارف کی وجہ سے گران بار ہوا جاتا ہے چپکے سے نکل کھڑا ہوا اور اخفاے حال کے لئے زنانہ لباس پہن لیا، تاہم راہ مین ایک فوجی سوار نے مجھکو پہچان لیا، اور چلا کر لپٹ گیا کہ لینا مامون کا اشتہاری جانے نہ پائے مین نے پوری قوت سے اُسکو پرے ڈھکیل دیا، وہ ایک گڑھے مین جا پڑا، اور بازار کے آدمی شور وغل سن کر ہر طرف سے دوڑ پڑے، مین فرصت پاکر بھاگتا ہوا اُس پار جا پہنچا، اور ایک عورت سے جو اپنے مکان کے دروازے پر کھڑی تھی، درخواست کی کہ میری جان بچالے، اس نے نہایت خوشی سے میرا استقبال کیا، لیکن بدقسمتی سے یہ نیک دل عورت اسی سوار کی جورو نکلی جس نے میرا پردہ فاش کرنا چاہا تھا، ذرا دیر کے بعد وہ بے رحم سوار آ پہنچا، مکان مین گھسنے کے ساتھ ہی اسکی نگاہ مجھ پر پڑی، اور بیوی کو الگ لے جاکر ساری داستان سنائی تاہم اُس فیاض عورت نے مجھکو آکر تسکین دی کہ جب تک مین ہون آپ کو کچھ ضرر نہ پہونچے گا، مین تین دن تک اس کا مہمان رہا لیکن چونکہ شوہر کی جانب سے اس کو اطمینان نہ تھا، چوتھے دن مجھ سے کہا کہ "افسوس مین آپکی حفاظت کا ذمہ نہین اُٹھا سکتی"، مجبورانہ وہان سے بھی نکلنا پڑا، اس اضطراب مین مجھکو اپنی ایک کنیز خاص یاد آئی، مین سیدھا اس کے مکان پر گیا، مجھکو دیکھ کر باہر نکل آئی، اور روتی ہوئی آواز اور بائی آنسوؤن سے میرا استقبال کیا، تھوڑی دیر تک غمخواری کی باتین کرتی رہی، پھر باہر چلی گئی، مین نے بغیر کسی تردد کے خیال کیا کہ دعوت کے اہتمام مین جاتی ہے، لیکن کچھ عرصہ کے بعد جو تحفہ وہ میرے لئے بازار سے لائی، وہ پولیس کے خونخوار سپاہی تھے، مین اس وقت تک زنانہ لباس مین تھا اور اسی ہیئت مین گرفتار ہو کے مامون کے دربار مین حاضر کیا گیا سامنے پہونچا تو دربار کے قاعدے کے موافق سلام کیا

مامون نے کہا "خدا تیرا برا کرے" مین نے کہا" امیر المومنین ذرا ٹھہر جا، مین بے شبہ سزا کا مستحق ہون، لیکن تقویٰ عفو کا باعث ہے، میرا گناہ ہر گناہ سے بڑھکر ہے، لیکن تمام فیاضیان تیرے رتبہ سے فروتر ہین، اگر تو مجھکو سزا دے تو تجھکو حق ہے، اگر بخشدے تو نوازش ہے" پھر مین نے یہ اشعار پڑھے:-

ذنبی الیک عظیم   وانت اعظم منه

میرا گناہ بڑا ہے، لیکن تو اس سے بالاتر ہے،

فخذ بحقك اولا   فاصفح لحلمك عنه

یا اپنا حق لے، یا اپنے حلم کی وجہ سے درگذر،

ان لم اکن فی فعال   من الکرام فکنه

اگر میرے کام شریفانہ نہین ہین، تو آخر تیرے تو ہونے چاہئین،

میرے عاجزانہ فقرے اور پرتاثیر اشعار مامون کے دل پر قبضہ پاتے جاتے تھے محبت سے میری طرف نگاہ کی، مین نے چند اور شعر دردناک لہجہ مین پڑھے، اس کا دل بھر آیا اور ارکان دولت کی طرف مخاطب ہوا کہ "کیا رائے ہے"، سب نے متفق اللفظ کہا "قتل"، مگر احمد بن ابی خالد وزیر اعظم نے عام راے کے خلاف شفاعت کی، اور کہا کہ "تاریخ مین ایسی مثالین بہت موجود ہین کہ بغاوت کے جرم پر قتل کا حکم دیا گیا، لیکن اے امیر المومنین! اگر تو بخشدے تو ہم تیری فیاضیون کی نظیر پچھلی تاریخون مین بھی نہین دکھا سکین گے"[1] مامون نے سر جھکا لیا، اور شعر پڑھا:-

---

[1] ابن واضح کاتب عباسی کی تاریخ مین اس فقرہ کو کسی قدر تغیر کے ساتھ مامون ہی کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ کسی شخص نے ابراہیم کی شفاعت نہین کی،

قومی هم قتلوا امیم اخی　　　فاذا رمیتهم لیصیبنی سهمی

میرے بھائی امین کو میری قوم نے قتل کیا۔ مین اگر ان پر تیر چلاؤن، تو مجھ ہی کو لگے گا۔

مین نے دفعتہً چہرے سے نقاب الٹ دی اور چلا اُٹھا کہ "اللہ اکبر، خدا کی قسم! امیر المومنین نے بخشدیا"، مامون سجدہ مین گرا، اور دیر تک سر بسجدہ رہا، پھر مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا، کہ چچا جان آپ جانتے ہین، مین نے کیون سجدہ کیا، مین نے عرض کیا کہ شاید میری اطاعت پر، مامون نے کہا نہین بلکہ اس بات پر کہ خدا نے مجھکو عفو کی توفیق دی، مامون نے پھر میری ساری داستان سنی، اور غلام، عورت، کنیز کو طلب کر کے غلام کو ہزار دینار سالانہ مقرر کر دیا، عورت کو بھی انعام عطا کیا، لیکن کنیز کو اپنی توقع کے خلاف خیر خواہی کا کچھ صلہ نہ ملا، بلکہ اُلٹی سزا پائی،

لہ دیکھو ثمار الاوراق بر حاشیہ مستطرف صفحہ ۳، الکامل بن الاثیر اغانی ابن خلدون وغیرہ مین ابراہیم کی گرفتاری کے حالات مختلف طریقون سے بیان کئے گئے ہین، ۱۲

مصر و اسکندریہ کی بغاوتیں سنہ ۲۱۱ھ

سنہ ۲۰۶ھ مین عبید اللہ سری مصر کا عامل مقرر ہوا تھا اگرچہ نہایت رعب داب اور حسن انتظام کے ساتھ حکومت کی مگر امید سے زیادہ کامیابی نے خود سری کا خیال پیدا کر دیا، طاہر کا نامور فرزند عبد اللہ اس کے مقابلہ پر مامور ہوا، مصر جب ایک منزل رہ گیا تو اس نے ایک سردار کو تھوڑی سی فوج دیکر آگے روانہ کیا، کہ پڑاؤ کے لئے کوئی محفوظ مقام معین کر رکھے عبید اللہ سری نے یہ خبر پاکر دفعتہً سردار پر چھاپہ مارا لیکن، اُس نے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا اور ایک قاصد دوڑا دیا کہ عبد اللہ کو جا کر خبر کر دے، عبد اللہ عین وقت پر پہونچا، عبید اللہ ایسا نادان نہ تھا کہ اب بھی جنگ قایم رکھتا، سیدھا مصر کو واپس کیا، اور شہر پناہ کے دروازے بند کروا دیئے، عبد اللہ نے شہر کا محاصرہ کیا بہت کچھ دن نہین گذرنے پائے تھے کہ عبید اللہ نے انجام کار پر غور کر کے سپر ڈالدی، اور عبد اللہ کی خدمت مین ایک گرانبہا تحفہ جسکو رشوت کہنا زیادہ بجاہی ارسال کیا یہ بیش قیمت تحفہ جسمین ہزار دن لونڈی غلام اور ہر ایک کے ہاتھ مین ہزار ہزار اشرفیاں تھین گو قصداً رات کے وقت بھیجا گیا لیکن عبد اللہ نے صاف انکار کیا، اور لکھ بھیجا کہ اگر مین دن کو تیرا ہدیہ قبول کر سکتا تو رات کو بھی مجھکو انکار نہو تا خط کے اخیر مین قرآن مجید کی یہ پر رعب آیتین لکھین "ارجع الیھم فلنأتینھم بجنود لا قبل لھم بھا" ترجمہ تو انکی طرف واپس جا مین ایک ایسا لشکر لیکر ان پر آتا ہون جسکا وہ لوگ مقابلہ نہین کر سکتے،، اس غضبناک خط نے تلوار سے بڑھکر کام دیا، عبید اللہ نے مجبور ہو کر امان طلب کی مصر سے تو اطمینان ہوا، مگر ہنوز اسکندریہ کا مرحلہ باقی تھا عبید اللہ کے زمانہ بغاوت مین اپین سے دولت بنی امیہ کی ایک فوج آئی اور اسکندریہ پر قابض ہو گئی، لیکن عبد اللہ کی آمد آمد نے اس کے حواس کھو دیئے، اور امن کی طالب ہو کر اسکندریہ سے نکل گئی، اب یہ ممالک فتنہ و فساد سے یک لخت پاک ہو گئے، اور ہر طرف امن و امان ہو گیا،

زریق کی بغاوت اور سید بن انس کا مقتول ہونا ۲۱۱ھ

زریق عربی النسل تھا، اور ۲۰۹ھ مین آرمینیا و آذربائیجان کا گورنر مقرر ہوا تھا، لیکن باغی ہو گیا اور اپنی حکومت کے کل علاقے دبا لئے، سید بن انس جو موصل کا لفٹنٹ تھا چند بار اس سے معرکہ آرا ہوا، مگر فتح نہ حاصل کر سکا ۲۱۱ھ مین زریق نے ایک فوج کثیر طیار کی جو کم و بیش چالیس ہزار تھی، ایک بہادر شخص مدت سے زریق کے پاس نوکر تھا، اور لاکھ درہم سالانہ فقط اس بات کا پاتا تھا کہ اُس نے سید کے قتل کا بیڑا اُٹھایا تھا قسم کھائی تھی کہ جب سید کو دیکھ پائیگا، تنہا اس کے قتل کی عزت حاصل کریگا اب زریق نے جو یہ فوج گران سید کے مقابلہ پر بھیجی تو یہ بہادر شخص بھی ساتھ گیا، سید لڑائیون مین ہمیشہ تنہا حملہ آور ہوتا تھا، اس معرکہ مین حریف کی فوج گو چالیس ہزار سے کم نہ تھی، مگر اس نے اپنا طریقہ چھوڑنا پسند نہ کیا، اور تنہا اتنے بڑے لشکر پر حملہ آور ہوا، زریق کی فوج سے وہی بہادر شخص نکلا ہر ایک نے جان توڑ کر شجاعت کے جوہر دکھائے، اور دونون کے ایک ساتھ قتل ہونے نے یہ ثابت کر دیا کہ دونون برابر کے حریف تھے،

مامون نے محمد بن حمید طوسی کو موصل کی حکومت عطا کی، محمد ۲۱۲ھ مین موصل پہونچا اور فوج شاہی کے علاوہ عرب کے بہت سے قبائل ساتھ لئے جو ایک مدت سے موصل مین آ کر آباد ہو گئے تھے، سید بن انس کا فرزند محمد بھی جو برسون سے باپ کے خون کا عوض لینے کے لئے بے قرار تھا اس فوج کے ہمراہ گیا، زریق محمد کی آمد سنکر خود مقابلے کیلئے بڑھا اور مقام زاب پر دونون فوجین صف آرا ہوئین، ایک سخت جنگ کے بعد زریق امن طلب کرنے پر مجبور ہوا، مامون نے اس فتح نمایان کی صلہ مین زریق کا تمام مال و اسباب محمد کو عنایت کیا، مگر اس نے زریق کی اولاد کو بلا کر سب واپس دیدیا، اور کہا کہ مین اپنی طرف سے تم کو دیتا ہون، محمد نے آذربائیجان پہنچکر ان تمام باغیون کو بھی گرفتار کیا، جو زریق کے نائب بنکر ان اضلاع پر قابض تھے،

بابک خرمی کی بغاوت

جاویدان ایک مجوسی تھا جو ایک نئے مذہب کا بانی ہوا، اور نہایت شہرت حاصل کی اُس کے مرنے پر بابک نام ایک شخص نے دعوی کیا کہ جاویدان کی روح میرے جسم مین آگئی ہے، ۲۰۱ھ مین اس نے بڑی قوت حاصل کرلی اور اسلامی سلطنت کے زوال کے درپے ہوا، ۲۰۶ھ مین عیسی (گورنر آذربایجان وآرمینیا) اس کے مقابلے پر مامور ہوا، مگر شکست کھائی ۲۰۹ھ مین احمد اسکافی نے حملہ کیا، مگر بابک کی فوج نے زندہ گرفتار کرلیا ۲۱۴ھ مین محمد جس نے زریق کی پرزور بغاوت کا خاتمہ کردیا تھا بڑے ساز وسامان سے روانہ ہوا اور بڑے بڑے میدان اور دشوار گزار گھاٹیان طے کرتا ہوا بابک کی مستقر حکومت تک پہونچ گیا ہشتاد سر کے آگے پہاڑون کا ایک بڑا وسیع سلسلہ ہے، بابک نے یہین ایک محفوظ اور بلند موقع پر اپنا ہڈکوارٹر قائم کیا تھا، محمد نے بڑی ترتیب سے فوج کو اوپر چڑھایا، قلب فوج پر ابو سعید اور میمنہ ومیسرہ پر سعدی وعباس کو متعین کیا، خود عقب مین رہا کہ ہر طرف سے دیکھ بھال رکھے، بابک نے پہلے سے کچھ فوج کمینگاہون مین بٹھا رکھی تھی، محمد کی فوج قریباً تین فرسنگ تک اوپر چڑھتی چلی گئی، بابک کا صدر مقام بالکل قریب آگیا تھا کہ دفعتہً اس کے رسالے کمینگاہون سے نکل کر محمد کی فوج پر ٹوٹ پڑے اُدھر خود بابک بھی ایک جماعت کثیر لے کر بڑھا، محمد کا لشکر دونون طرف سے بیچ مین آگیا اور سخت ابتری پڑ گئی، ابو سعید اور محمد نے بہت کچھ سنبھالا مگر فوج نہ سنبھل سکی محمد تنہا رہ گیا، اور چونکہ لڑائی کے مرکز سے دور پڑ گیا تھا، چاہا کہ کسی طرف نکل جائے اس ارادہ سے چند قدم چلا تھا کہ سامنے شاہی فوج

نظر آئی جس کو بابک کی فوجین پامال کیئے دیتی تھیں، محمد قطرہی شجاعت کا جوش ضبط نہ کرسکا اور الٹا پھرا ایک بہادر افسر بھی اُس کے ساتھ تھا دونون بابک پر حملہ آور ہوئے اور نہایت جان بازی کے ساتھ لڑکر مارے گئے،

مامون الرشید ۲۱۸ھ تک زندہ رہا، مگر اسکی زندگی تک بابک کا فتنہ فرو نہ ہوا[۱] معتصم باللہ کے عہد خلافت کا یہ ایک مشہور اور یادگار واقعہ گنا جاتا ہے کہ اس کے سرداروں نے متعدد پرخطر لڑائیون کے بعد بابک کو زندہ گرفتار کیا،

---

[۱] بابک کا ظہور ۲۰۱ھ مین ہوا۔ اور اس لحاظ سے مناسب تھا کہ یہ عنوان بابک کی بغاوت اسی سن کے واقعات کے ساتھ لکھا جاتا۔ لیکن چونکہ اسکی بغاوت کا سلسلہ مامون کی وفات کے بعد بھی ختم نہین ہوا مین نے اس کو آخر ہی مین لکھنا مناسب خیال کیا،

فتوحات ملکی[1]

اگرچہ مامون کا عہد حکومت شروع ہی سے خانہ جنگیون اور بغاوتون مین الجھا رہا تاہم اُس کے وسیع حوصلون نے فتوحات اسلامی کا دائرہ تنگ نہین ہونے دیا، صحابہ، اور بنی امیہ کی سی عظیم فتوحات تو دولت عباسیہ کی تاریخ مین سرے سے ناپید ہین، لیکن یہ ضرور ہے کہ اس میدان مین مامون اپنے نامور اسلاف ہارون الرشید، منصور، مہدی سے کچھ پیچھے نہین ہے، بنو اُمیہ کے قبضہ مین صرف تلوار تھی، بخلاف اس کے دولت عباسیہ کے ہاتھ مین قلم بھی تھا، اس لحاظ سے اگر اس خاندان کی ملکی فتوحات زیادہ وسیع نہون تو کچھ تعجب ہو سکتا ہے نہ ہم اس پر کوئی الزام عاید کر سکتے ہین،

عباسیون کو جس چیز نے دنیا کی تاریخ مین زیادہ نامور کر دیا وہ اُن کے قلم کی فتوحات مین جس کا اقرار ایشیا یورپ دونون کو ہے، اور جسکی وجہ سے یورپ کی استادی کا مردہ فخر آج بھی مسلمانون کے دماغ کو مختل رکھتا ہے، ۱۹۷ھ مین مامون کی اکثر فوجین گو بغداد کے محاصرے مین مصروف تھین تاہم ممالک مشرقیہ مین اسکی عظمت کا اثر کامیابی کے ساتھ پھیلتا جاتا تھا، کابل پر فوجین بھیجین والیِ کابل اسلام لایا اور تاج و تخت نذر بھیجا، یہ بھی درخواست کی کہ کابل و قندھار دار الخلافتِ خراسان کے اضلاع مین داخل کر لئے جائین،

---

[1] عموماً مورخین نے مامون کی فتوحات کو اور خلفا کی فتوحات کی طرح مختلف سنون کے ذیل مین لکھا ہے، جس کی وجہ سے نہایت متفرق اور پریشان ہو گئے ہین، صرف علامہ ابن خلدون نے عموماً ہر خلیفہ کی فتوحات کو ایک جگہ سمیٹ کر لکھا ہے، اور مین نے اسکی تقلید کی ہے،

اس سے پہلے بھی اسلامی فتوحات کا سیلاب ان کوہستانون کے بلند مقامات سے گزر گیا تھا لیکن یہ فخر مامون ہی کی قسمت مین تھا کہ اس کے عہد مین والیِ کابل اسلام لایا، قندھار غزنین وغیرہ سے بت پرستی قریبًا معدوم ہو گئی، اور یہ ممالک ہمیشہ کے لئے علم اسلام کے سایہ مین آ گئے، سینکڑون ہزارون مسجدین تعمیر ہو گئین اور توحید کی خالص آواز سے دشت و جبل گونج اُٹھے، سندھ ایک مدت سے ممالک اسلامیہ مین داخل تھا، منصور عباسی کے زمانہ مین اس کے عامل نے یہان ایک شہر بھی آباد کرایا جس کا نام منصورہ رکھا تھا، سندھ کے گورنر ہمیشہ اپنا صدر مقام اسی کو اختیار کرتے رہے، مامون کے عہد مین موسیٰ بن یحیی برمکی وہان کا گورنر مقرر ہوا، اور ایک مشرقی رئیس پر فتح حاصل کی (فتوح البلدان صفحہ ۴۴۴) فضل بن ہامان نے سندان فتح کیا، اور ایک ہاتھی مامون کی خدمت مین بھیجا جو اہل عرب کیلئے ایک نادر تحفہ خیال کیا جاتا تھا فضل کے بیٹے محمد نے ستر جہاز تیار کئے اور میدِ ہند

ف ۱ اُردو کی بعض کم رتبہ تاریخون مین لکھا ہے کہ مامون نے خاص ہندوستان پر بھی حملہ کیا اور متعدد لڑائیون مین راجپوتون سے شکست کھا کر واپس گیا مگر کسی معتمد تاریخ مین اس کا ذکر نہین ہے فتوح البلدان مین صرف اس قدر لکھا ہے کہ فضل بن ہامان نے سندان کو فتح کیا اور مامون کی خدمت مین ایک ہاتھی بطور یادگار فتح روانہ کیا اس نے سندان مین ایک جامع مسجد بنوائی (دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۴۴۶) لیکن یہ امر خود مشتبہ ہے کہ سندان کہان ہے اور اب کس نام سے پکارا جاتا ہے، یاقوت حموی نے معقول طریقہ سے ایک مصنف کے اس خیال کو رد کیا ہے کہ وہ ہندوستان کا شہر ہے، یاقوت نے اسکو سند کے حدود کے قریب خیال کیا ہے، سندان کہین ہو مگر راجپوتون سے شکست کھانا شاید نری گڑھت ہے، گو ایک ہندو مصنف نے اپنی برائے نام تاریخ مین اس کا تذکرہ علانیہ کیا ہے،

پر چڑھائی کی، دشمنوں کے بہت سے آدمی مارے گئے اور قالری فتح ہوا (افسوس ہے کہ ان مقامات کے اصلی نام ہم معلوم نہ کر سکے، اس لئے معرب نام پر اکتفا کی، اسی زمانہ مین ذوالریاستین کشمیر و تبت کی طرف بڑھا، بوخان ورآور پر قبضہ کر لیا گیا، بلادِ ترک بھی محفوظ نہ رہے، فاراب، شاغر، اطراز وغیرہ پر علم اسلام نصب ہوا، جبغویہ خزلجی (فرمان روائے ترک) کی اولاد اور حرمین گرفتار ہوئین، اور فرغانہ پر سبز پھریرے[1] اڑائے گئے، اشروسنہ جو ایک مستقل حکومت ہے، کاؤس وہان کا فرمانروا اسلام لایا جس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ کاؤس کا چھوٹا[2] بیٹا حیدر ایک فوجی افسر سے ناراض ہوا اور اس کو قتل کرا دیا، یہ افسر معزز رتبہ کا آدمی تھا، اور کاؤس نے اپنے بڑے بیٹے کی شادی اسکی لڑکی سے کی تھی، حیدر نے باپ کے خوف سے شہر چھوڑ دیا، اور مامون کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی، کہ تھوڑی سی فوج اشروسنہ کی فتح کے لئے کافی ہے، مامون نے احمد بن ابی خالد کو ایک بڑا لشکر دے کر روانہ کیا، کاؤس نے یہ خبر سنی تو اپنے بڑے بیٹے کو ترک بادشاہون کے پاس بھیجا کہ اشروسنہ کو اسلام کے غارتگرون سے بچائین، ترکون نے ایک جمعیت اعظم ساتھ کر دی مگر اسلامی فوجون نے اس پہونچنے سے پہلے اشروسنہ کا فیصلہ کر دیا، کاؤس بغداد چلا گیا اور اسلام لایا جس کے صلے مین مامون نے اُسکی حکومت قائم رکھی[3] تبت کے رئیسون مین سے بھی ایک والیِ ملک اسلام لایا، وہ ایک بت کی پرستش کیا کرتا تھا جس کی ظاہری صورت سے ایک عجیب اوج وشان کا اظہار ہوتا تھا، سر پر سونے کا تاج تھا جسمین نہایت بیش قیمت زہرد و یاقوت لگے تھے ایک تخت سیمین جلوس کے لئے تھا، اور اس پر ہر وقت دیبا کا فرش بچھا رہتا بادشاہ تبت جب اسلام لایا تو بت اور تخت دونون مامون کے پاس بھیجد یئے،

---

[1] اس وقت تک مامون الرشید کی فوج کا لباس اور پھریرے فاطمیون کی طرح سبز رنگ کے ہوتے تھے [2] غالباً یہ نام اسلام کے بعد کا ہوگا، [3] فتوح البلدان صفحہ ۴۳۰ مین یہ پوری تفصیل مرقوم ہے،

اور نامہ لکھا کہ مین فلان ابن فلان حلقۂ اسلام مین داخل ہوا، اور بت کے تخت کو جو میری گمراہی کا ایک ذریعہ تھا کعبہ پر نذر چڑھانے کیلئے بھیجتا ہون، نصیر بن ابراہیم عجمی ۲۰۱ھ مین اس تخت کو لے کر مکہ معظمہ پہونچا، اور حکم دیا کہ صفا مروہ کی گذرگاہ عام مین رکھا جائے تین دن تک ایک شخص صبح و شام دونون وقت تخت پر کھڑا ہوکر بآواز بلند کہتا تھا، کہ فرمان روائے تبت اسلام لایا، اور یہ اس کے پہلے معبود کا تخت ہے، عامۂ مسلمانون کو خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ اس کو اسلام کی توفیق دی[1]، اسی سنہ مین عبد اللہ بن خرداذبہ گورنر طبرستان نے ویلم پر چڑھائی کی، بڑے بڑے مشہور اضلاع فتح کیے، والی ویلم جس کا نام ابو لیلی تھا زندہ گرفتار ہوا، طبرستان اگرچہ مدت سے ممالک اسلامیہ مین محسوب ہوتا تھا لیکن پہاڑی آبادیان اب تک شہریار و مازیار کے قبضۂ حکومت مین تھین، جو مجوسی النسل و مجوسی المذہب تھے، عبد اللہ ان اضلاع پر بڑھا، شہریار و مازیار دونون نے اطاعت قبول کی، مازیار مامون کی خدمت مین روانہ کیا گیا کہ فتح کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا ابو ولف نے بھی ویلم کے چند مشہور قلعے مثلاً اقلیم، بورج، ابلام، انداق فتح کیے، مامون نے یورپ مین بھی نامور فتوحات کی یادگارین قایم کین، جزیرہ کریٹ کو جو بحر الغرب

---

[1] مین نے یہ تمام حالات ان فرامین سے اخذ کئے ہین جو مامون نے اس تخت و تاج کے کعبہ پر چڑھائے جانے کی نسبت لکھے تھے، تاج کے ساتھ یہ فرامین بھی کعبہ مین آویزان کئے گئے اور قریباً ۳۰۰ھ تک بعینہا کعبہ مین محفوظ تھے، علامہ ازرقی نے ان فرمانون کو خود دیکھا تھا، اور تاریخ مکہ مین انکی پوری عبارت نقل کی ہے، (دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۱۵۰) ان فرمانون مین کشمیر و بلاد ترک کے فتوحات کا بھی مجمل تذکرہ ہے جیسا کہ مین نے اس موقع پر لکھا ہے، افسوس ہے کہ اور کسی مؤرخ نے یہ واقعات نہین نقل کیے، فتوح البلدان مین صرف اس قدر ہے کہ مامون کے عہد مین بادشاہ کابل اسلام لایا،

مین واقع ہے اور جس کا دور ۳۰۰ میل سے کم نہین ہے، ابوحفص اندلسی (مامون کا ایک فوجی افسر تھا) نے اس طرح فتح کیا کہ پہلے ایک قلعہ پر قبضہ کیا اور وہین پر برسون تک مقیم رہا پھر تبدریجی فتوحات حاصل کرتا گیا، یہان تک کہ ۲۱۰ھ مین پورا جزیرہ تسخیر کرلیا گیا[1]،

---
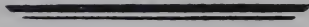
[1] اکثر عربی مورخون نے اس فتح کا تذکرہ نہین کیا ہے، گبن صاحب نے سچ لکھا ہے کہ "مسلمان مورخون نے جو پیٹر اور مانس کی شرارت سے ناواقف تھے جزیرہ کریٹ کی فتح کو حقیر سمجھا ہے مگر رومی مورخون نے اس سے چشم پوشی نہین کی" عربی تاریخون مین سے مین نے اس فتح کا تذکرہ صرف فتوح البلدان مین دیکھا ہے اور یہ اجمالی حالات اسی سے نقل کئے ہین،

جزیرہ صقلیہ (سسلی)[1] کی فتح سنہ ۲۱۲ھ

یہ فتح مامون کے عہد کی نامور یادگار ہے، سنہ ۲۱۲ھ مین میکل شہنشاہ روم نے جس کا نام عربی مورخ میخائیل لکھتے ہین، قسطنطین کو سسلی کا گورنر مقرر کیا تھا، قسطنطین نے فیمی نام ایک شخص کو امیر البحری کی خدمت دی، فیمی ایک مشہور بہادر تھا، اُس نے افریقہ کے سواحل پر فتوحات نمایان حاصل کین، لیکن اس جرم پر کہ ایک پارسا عورت کو عبادت گاہ سے بھگالایا شہنشاہ نے حکم بھیجا کہ اسکی زبان کاٹ ڈالین فیمی اس وحشیانہ سزا کا متحمل نہ ہوا اور علانیہ بغاوت ظاہر کی جزیرہ کے ایک مشہور شہر سرقوستہ پر قبضہ کر لیا اور اپنی قوت کو ترقی دیتا گیا، قسطنطین نے سرقوستہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی اور قسطانیہ مین پناہ گزین ہونا پڑا، فیمی نے قسطانیہ پر چڑھائی

---

[1] سسلی کی فتح کا حال علاوہ عربی تاریخون کے مین نے گبن صاحب کی رومن امپائر سے بھی لیا ہے، خصوصًا فیمی سے شاہنشاہ روم کی ناراضی کی وجہ اور اسلامی بیڑہ جہازات کی تفصیل صرف گبن صاحب کے حوالہ پر مین نے لکھی ہے، جزیرہ سسلی قریبًا دس ہزار میل مربع ہے سات ضلعون مین منقسم ہے، جن کے نام ہم ذیل مین لکھتے ہین جن شہرون کے نام ہم نے اصل کتاب مین لکھے ہین، وہ معرب نام ہین ذیل کی تصریح سے ان کے نام معلوم ہون گے ہ،

بلرم، سینا، قطانیہ، سرقوستہ، جرجنت، کلتانیتا، ترپنی،

یہ جزیرہ جب مسلمانون کے ہاتھ مین آیا، تو اسکی آبادی مین اسلامی نسلین نہایت کثرت سے پھیل گئین، زمانہ کا انقلاب دیکھو کہ جب ابن حوقل جو بغداد کا مشہور تاجر تھا، اس جزیرہ مین پہونچا تو خاص بلرم مین ایک تیر کے فاصلہ پر دس دس مسجدین دیکھین (دیکھو معجم البلدان حالات صقلیہ) اور اب اس جزیرہ مین ایک شخص محمد کے نام کا ادب کرنیوالا نہین،

کی قسطنطین گرفتار ہوا اور مارڈالا گیا، اب تمام جزیرے مین فیمی کی مستقل حکومت قائم ہوگئی
سرقوسہ کو پایہ تخت قرار دیا اور اضلاع پر عمال ونائب مقرر کرکے بھیجے، دشمنون مین سے کوئی
شخص اس کا حریف مقابل نہ تھا، مگر بدقسمتی سے خود اس کا ایک عزیز جس کا نام بلاطہ تھا مخالف
ہوگیا اور اپنے بھائی کی مدد سے سرقوسہ پر حملہ آور ہوا فیمی نے شکست فاش کھائی اور مجبور ہوکر
زیادۃ اللہ کو جو مامون کی طرف سے افریقہ کا گورنر تھا خط لکھا کہ اسلامی فوج اس موقع پر اگر
میری آبرو رکھ لے تو اس کے صلہ مین سسلی کا جزیرہ نذر کرتا ہون، زیادۃ اللہ نے ربیع الاول
سنہ ۲۱۲ھ مین سو جنگی جہاز جن مین سات سو سوار اور دس ہزار پیادے تھے فیمی کی اعانت کو
بھیجے، فوج کے سپہ سالار اسد بن فرات تھے، جو مشہور محدث اور امام مالک کے شاگرد رشید
تھے سسلی پہونچکر اسلامی فوج نے جسکی طرف رخ کیا، بلاطہ تھا جس نے فیمی کو شکست دیکر
سرقوسہ سے نکال دیا تھا، دونون فوجین نہایت جوش سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئین،
فیمی اس معرکہ مین موجود تھا، مگر مسلمانون نے اس خیال سے اس کو الگ کردیا کہ جس فتح
مین غیر قوم کا کوئی شخص شریک ہو وہ فخر کا مستحق نہین جنگ کا خاتمہ بلاطہ کی شکست پر
ہوا، اب اسد کی فتوحات کا کوئی سد راہ نہین رہا جس طرف گذرا فتح وظفر نے خود آگے
بڑھکر اُس کا استقبال کیا، اس جزیرہ مین کراث ایک مشہور قلعہ تھا، اور چونکہ اسد کے ڈر سے
جزیرے والے اکثر ہر طرف سے آکر وہان جمع ہوگئے تھے وہ ایک محفوظ مقام بن گیا تھا
اسد نے اس پر حملہ کرنا چاہا، مگر قلعہ والون نے فریب سے یہ ظاہر کیا، کہ ہم خود جزیہ دینے پر راضی
ہین، ادہر فیمی نے مخفی طور سے اہل قلعہ کو لکھا کہ مسلمان قبضہ نہ کرنے پائین، اسد نے جزیہ
قبول کیا اور انکی یہ شرط بھی منظور کرلی کہ اسلامی فوج قلعہ کی حد سے دور ٹھہریگی، فرصت پاکر
اہل قلعہ نے پوری قوت سے جنگ کے سامان بہم پہونچائے اور جزیہ دینے سے انکار کردیا

اسد نے بڑے جوش سے دشمن کا پیغام سنا اور دفعۃً تمام جزیرے مین فوجین پھیلا دین، سرقوسہ کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا، عین موقع پر افریقہ سے امدادی لشکر بھی پہونچ گیا، اور قریب تھا کہ اس شہر پر اسلامی پھریرا اُڑا دیا جائے، لیکن بلاطہ کا بھائی میکل ایک فوج کثیر کے ساتھ آپہنچا اور اسلامی فوج خود محاصرے مین آگئی، اسد نے حفاظت کے لئے خندق طیار کرائی اور اس سے کچھ فاصلے پر بہت سے گڑھے کھدوائے اور ان پر گھانس پھونس بچھوا دی، میکل کی فوج نے بڑے جوش سے حملہ کیا، مگر جس قدر آگے بڑھی اپنی ہی لاشون سے گڑھون کو بھرتی گئی، یہ مہم تو سر ہوئی لیکن ۲۱۳ھ مین ایک عام وبا پھیلی اور اسلامی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا، سپہ سالار اسد بھی بیمار ہوا اور مر گیا رہی سہی فوج کی کمان محمد بن ابی الجوازی نے لی، اسی اثنا مین قسطنطنیہ سے بادشاہ روم کا جنگی جہاز پہونچا، مسلمانون نے سسلی سے ہاتھ اُٹھایا اور چاہا کہ افریقہ کو واپس چلے جائین لیکن رومی نوجوانون نے تمام راستے روک لئے تھے مایوسی نے مسلمانون کو مرنے پر آمادہ کیا، اُنھون نے اپنے جہازات خود جلا دئے اور جانبازی کے ساتھ تمام جزیرے مین پھیل پڑے، مینا کا محاصرہ کیا اور تین دن مین قلعہ چھین لیا، جرجنت پر بھی خفیف مقابلے کے بعد قابض ہو گئے، قصریانہ کا محاصرہ ہوا، اس معرکہ مین فیمی بھی مسلمانون کے ساتھ تھا، قصریانہ والون نے فیمی سے اپنی قدیم اطاعت کا اظہار کیا اور کہا کہ تختِ حکومت حضور کا منتظر ہے، فیمی اس فریب مین آگیا اور آخر ان کے ہاتھ سے قتل ہوا، اسی اثنا مین روم سے ایک بے شمار لشکر پہنچا اور قصریانہ والون کا مددگار رہا، تاہم میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا، رومی فوج زیادہ تر برباد ہوئی اور جس قدر رہ گئی وہ قصریانہ مین محصور ہوئی، ان متواتر فتوحات نے مسلمانون کے حوصلے اور جوشِ انتقام دونون کو اعتدال سے زیادہ بڑھا دیا فتوحات کی بجائے غارتگری پر جھکے فوج

کے متعدد ٹکڑے ہوے اور جس نے جدہر موقع پایا لوٹ مار شروع کی، رومیون نے یہ دیکھکر کہ انکی طاقت یکجائی نہین رہی، ہر طرف ان پر حملے کئے، اور پے در پے شکستین دین، ایک لڑائی مین اسلامی فوج کے کم و بیش ہزار سوار و پیادے کام آئے، اب رومیون نے چارون طرف سے گھیر لیا، اور رسد تک بند کردی، مسلمانون نے چاہا کہ شبخون مار کر نکل جائین مگر ناکامی ہوئی، رومی پہلے خبر پا چکے تھے، اور اپنے خیمون کو چھوڑ کر ادہر اُدہر پھیل گئے تھے مسلمان ان کے پڑاؤ تک پہونچے تو خیمے بالکل خالی پائے، واپس آنا چاہا تو رومیون کے حصار مین تھے، مجبور ہو کر لڑنا پڑا، مگر اکثر قتل ہوے اور جو بچ رہے، وہ بھاگ کر مینا مین محصور ہوے، لیکن اسی سختی سے دن گذرے کہ کتے بلی تک مار کر کھا گئے، اس مایوسی مین ایک غیبی مدد نے ان کو مرنے سے بچالیا، اسپین کے اسلامی جہازات ہمیشہ نئے جزیرون اور نوآبادیون کی تلاش مین سمندر کے ہر حصہ مین پھرتے رہتے تھے، اتفاق سے ایک بیڑا جہازات اِدہر آنکلا ساتھ ہی افریقہ سے بھی بہت سے جنگی جہاز مدد کو آگئے ان سب جہازون کا شمار قریبًا تین سو تھا، رومیون نے فتح کا خیال چھوڑ دیا اور محاصرہ سے دست بردار ہو گئے، مسلمان محاصرہ سے چھوٹے تو انتقام کے جوش مین لبریز تھے، شہر بلرم ان کے حملون کا پہلا آماجگاہ ہوا، اور سنہ ۲۱۶ھ مین بالکل فتح کر لیا گیا، سنہ ۲۱۹ھ مین اور اس کے بعد سسلی کے بڑے بڑے شہر فتح ہوئے، مگر چونکہ مامون کی تاریخ زندگی اس سن سے پہلے ختم ہو گئی، ہم ان فتوحات کا ذکر نہین کرتے،

روم پر حملے[1]

یہ حملے اس لحاظ سے زیادہ دلچسپی کے قابل ہین کہ ان مین مامون بذات خاص شریک تھا اور سچ یہ ہے کہ اگر ان لڑائیون مین اس کی دلیری شجاعت کے جوہر ظاہر نہ ہوتے، تو وہ مورخین کے قلم سے، صرف شاعر یا صاحب القلم کا لقب پاتا، ان فتوحات کی سند پر عام مورخین مان گئے ہین کہ وہ تیغ و قلم دونون کا مالک تھا،

جمادی الاولی ۲۱۵ھ مین روم پر حملہ آور ہوا روم کی سرحد کے قریب پہونچا تو بادشاہ روم کے قاصد صلح کی درخواست لیکر آئے اور یہ شرطین پیش کین:-

(۱) دار الخلافہ سے یہان تک آنے مین جو کچھ صرف ہوا ہے ہم ادا کرین گے،

(۲) جس قدر مسلمان ہمارے ملک مین مدتون سے قید ہین بغیر کسی عوض کے سب رہا کر دیئے جاوین گے،

(۳) اسلامی شہرون مین سے جو شہر روم کے اگلے حملون مین برباد ہوئے ہین ہم اپنے صرف سے اونکی مرمت کر دین گے، ان تین شرطون مین سے جو پسند ہو ہم اس پر راضی ہین جس کے عوض مین ہم صرف یہ چاہتے ہین کہ آپ دار الخلافہ کو واپس جائین"،

---

[1] یاد رکھنا چاہئے کہ عربی قدیم مورخ روم کے لفظ سے ایشیائے کوچک مراد لیتے ہین یہان بھی یہی مقصود ہے جن شہرون کے نام ان فتوحات مین لئے گئے ہین ان کو ایشیاے کوچک کے جغرافیہ مین ڈھونڈھنا چاہئے، ناظرین اگر اس نکتہ سے واقف نہ ہون گے تو اٹلی یا قسطنطنیہ کی خاک چھانتے پھرین گے کیونکہ اب روم کے لفظ سے یہی معنی مراد ہوتے ہین،

مامون نے دو رکعت نماز پڑھی اور خود دیر تک سوچتا رہا کہ کون پہلو اختیار کرے، مگر اسکی بلند حوصلگی نے یہی راے دی کہ یہ سب شرطین فتح سے کم قیمت ہین، اس نے قاصدون کو بلا کر کہا، پہلی شرط کی نسبت مین حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح تم سے کہتا ہون، کہ تم اپنا تحفہ اپنے پاس رکھو، دوسری شرط بھی بے سود ہے، کیونکہ جو مسلمان تمھارے ہان قید ہین اگر وہ دین کیلئے لڑنے گئے تھے تو قید ان کے لئے مایۂ فخر ہے، اور ان کا مقصد دنیا حاصل کرنا تھا تو وہ قید ہی کے مستحق ہین تیسری شرط بھی ہین منظور نہین کر سکتا، قید ہوتے وقت جس مسلمان عورت نے ہائے محمد! کہکر پکارا ہوگا، مین اسکی اس دردناک آواز کو روم کے بڑے سے بڑے قلعہ کے عوض مین بھی نہین بیچ سکتا،[۱]

بڑے ساز و سامان سے لڑتا بھڑتا روم کی حدود حکومت مین پہنچ گیا، قلعہ قرہ کا محاصرہ کیا اور ۲۶۔ جمادی الاولی کو فتح کے بعد برباد کر دیا، قلعہ ماجدہ کے لوگون نے خود اطاعت قبول کی، قلعہ سنان لڑکر فتح ہوا، اشناس اپنے غلام کو قلعہ سندس پر بھیجا جو فتح کے ساتھ مالکِ قلعہ کو بھی گرفتار کرکے ساتھ لایا، اسی طرح عجیف و جعفر نے جو مامون کے ممتاز افسرون مین سے تھے قلعہ سنادبر فتح کے پھریرے اُڑائے،

مامون اتنی کامیابیون کے ساتھ دمشق کو واپس آیا، مگر ۲۱۶ھ مین یہ خبر سنکر بادشاہ روم نے طرطوس و مصیصہ پہونچکر نہایت بیرحمی سے دو ہزار مسلمان قتل کروا دیئے، بڑے جوش اور غصہ کے ساتھ پھر روم پر چڑھائی کی، خود ہر قلعہ کا محاصرہ کیا، اور عباس اپنے بیٹے اور ابو اسحٰق معتصم اپنے بھائی سے کہا کہ تمھارے حوصلون اور بہادری کے لئے، دشمن کا ملک وسیع جولان گاہ ہے، فتوحات کیلئے جس قدر ملک چاہو تمھاری آنکھون کے

---

[۱] یہ زائد تفصیل صرف مروج الذہب مسعودی سے لی گئی ہے،

سامنے ہے،، ابو اسحٰق نے کم و بیش تیس نامور قلعے فتح کئے، جملہ خرو نلمہ نہایت مشہور اور نامی قلعہ تھا اور بارہ قلعون پر مشتمل تھا، ابو اسحٰق نے اس قلعہ کو بالکل برباد کردیا، اور آگ لگادی، عباس الطیفو، قلعہ احرب، قلعہ حصین کو فتح کرتا ہوا خود بادشاہِ روم پر حملہ آور ہوا، اور نہایت سخت پرخطر جنگ کے بعد حریف کو شکست فاش دیکر بے شمار غنیمت کے ساتھ واپس آیا۔

سنہ ۲۱۷ھ مین بادشاہ روم نے صلح کی درخواست کی، مگر اتنی گستاخی پر کہ خط مین اپنا نام پہلے لکھا تھا، مامون غصہ سے بیتاب ہوگیا، اور انتقام کے فراموش شدہ حوصلے پھر تازہ ہوگئے، بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا، ممالک محروسہ مین فرامین بھیجے کہ ہر شہر سے اسلام کے حوصلہ مند جہاد پر کمر بستہ ہون اور روم کی طرف رخ کرین،

اس زمانہ مین روم کا سب سے نامی قلعہ لولوۃ تھا، جو ہر قلعہ کی گذشتہ عظمت کا ہمسر گنا جاتا تھا، مامون نے پہلے اس کا محاصرہ کیا اور جب متواتر حملون کے بعد کچھ کامیابی نہ حاصل ہوئی تو حکم دیا کہ قلعہ کے سامنے کچھ دور ہٹ کر دو نئے قلعے طیار کئے جائین، غیر ملک مین اس قسم کی فوراً تعمیل ہونے سے ہم اندازہ کرسکتے ہین کہ اسلامی فوج اپنے پاس کیا سر و سامان رکھتی ہوگی ان دونون قلعون مین سے ایک پر حیلۃ اور دوسرے پر ابو اسحٰق معتصم کو متعین کیا اور عام افسری عجیف کو دی خود ایک دوسرے قلعہ کے فتح کرنے کو بڑھا جس کا نام سلغوس تھا، عجیف دشمنون کے ہاتھ مین گرفتار ہوگیا، اور پورے ایک مہینہ اس عذاب مین گرفتار رہا،

بادشاہِ روم خود قلعہ لولوۃ تک آیا مگر حیلۃ و ابو اسحٰق اپنے قلعون سے نکل کر نہایت

دلیری سے مقابل ہوئے، اور شاہ روم کے فوجی سامان بالکل لوٹ لئے، الولوۃ والے یہ دیکھکر گھبرا گئے دہان کا بڑا شہنشاہ اسلامی تلوارون کے سامنے نہ ٹھہر سکا، ہمت ہار گئے، اور عجیف کو اِس درخواست کے ساتھ رہا کر دیا کہ ہم کو تمھارے صدقہ مین امن مل جائے مامون نے ان کی درخواست قبول کی، اور یادگارِ فتح کے طور پر دہان بہت سے مسلمان آباد کرائے،

حدودِ روم کے قریب طوانہ جو ایک معمولی قصبہ تھا، ۲۱۸ھ مین مامون نے حکم دیا کہ وہان ایک شہر بسایا جاوے،

شہزادہ عباس تعمیر پر مامور ہوا، شہر سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر شہر پناہ تیار کی گئی جسمین صد دروازہ چار تھے، اور ہر دروازہ پر ایک مستحکم قلعہ تھا،

فرامین صادر کئے کہ ہر شہر سے ایک خاص تعداد یہان آباد ہونے کیلئے بھیجی جائے جنکی تنخواہین اس شرح سے مقرر ہوئین، سوار سَو درہم، پیادہ چالیس درہم،

---

[۱] مامون کے فتوحات کو ابن خلدون، ابو الفدا، ابن الاثیر سب نے کسی قدر تفصیل سے لکھے ہین، لیکن میرا خاص ماخذ عیون الحدائق ہے جس کے بیان مین زائد تفصیل کے ساتھ واقعات کا تسلسل اور حسن السان عموماً دوسرون سے بڑھا ہوا ہے،

مامون کی وفات ۱۸ رجب ۲۱۸ھ

اس وقت مامون نے زندگی کے کل ۴۸ مرحلے طے کئے ہین، مامون کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر بغاوتون اور خانہ جنگیون کی نذر ہو گیا، ان جھگڑون سے نجات پاکر عنانِ سلطنت اُس نے خاص اپنے ہاتھ مین لی، اور یہی دن تھے کہ وہ اپنے حوصلون کو پوری آزادی دیتا اور وہ کر دکھاتا جو اسلام کے گذشتہ نامورون نے کر دکھایا تھا' بلادِ روم کے حملے اُسکی بہادری کی ابتدائی بازی گاہ ہین تاہم اس میدان مین وہ اپنے اسلاف سے ایک قدم پیچھے نہین ہے، یادگارِ فتوحات حاصل کرنے پر بھی ابتک وہ اُنھین اطراف مین موجود ہے، اور شاید اس خواہش مین سرگرم ہے کہ شہنشاہِ روم کی قوت کا بالکل استیصال کر دے، خاص قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا وہ قطعی ارادہ کر چکا تھا، لیکن زمانے نے کس کی سب آرزوئین پوری ہونے دی ہین، بہت سے پر فخر خیالات اس کے دل مین بھر رہے ہین، مگر افسوس ہے کہ موت نے یہ پیغام سنا کر سب کو مٹا دیا کہ "اب میری حکومت ہے"

ایک دن وہ اپنے بھائی معتصم کے ساتھ نہر بذندون کی سیر کو نکلا، پانی نہایت صاف تھا، اور چمکتی ہوئی لہرون کی حرکت عجیب دل فریب سمان دکھارہی تھی، مامون و معتصم دونون ایک کنارے زمین پر بیٹھ گئے، اور پانی مین پاؤن لٹکا دیئے، سعد قاری مامون کا خاص ندیم بھی اس موقع پر موجود تھا، مامون نے اسکی طرف مخاطب ہو کے کہا "کیون سعد ایسا سرد اور صاف پانی تم نے کبھی دیکھا ہے"، سعد تھوڑا سا پانی پی کر حقیقت

مین بے نظیر ہے،، (مامون) اس پانی پر غذا کیا ہو؟ (سعد) حضور خود اس سوال کا جواب عمدہ دے سکتے ہین (مامون) آزاذ کی کھجورین،، یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گھوڑون کی ٹاپون کی آواز سنائی دی، دریافت سے معلوم ہوا کہ ڈاک ہے، اس حسن اتفاق پر سب کو حیرت ہوئی کہ سرکاری کا غذات کے علاوہ مامون کی فرمایش بھی ڈاک کے ساتھ تھی سب نے بڑے شوق سے کھایا اور نہر کا سرد پانی نوش جان کیا، لیکن اُٹھے تو حرارت محسوس ہوئی قیام گاہ پہونچکر ۱۳ جمادی الثانی مامون کو سخت بخار چڑھا، اور اسی عارضہ مین انتقال کیا مرنے سے چندروز پہلے جب زیست سے بالکل مایوسی ہو گئی تو تمام ملک مین فرامین روانہ کئے، جنکا یہ عنوان تھا امیرالمومنین، مامون اور اس کے بھائی ابو اسحٰق کی طرف سے، شہزادہ عباس بھی اگرچہ اس سفر مین ساتھ تھا، اور اگر اُس کو ولیعہدی کا دعویٰ ہوتا تو ناموزون بھی نہ تھا، لیکن مامون کی فیاض دلی محبت پدری پر غالب تھی، اس نے اپنے نامور فرزند کو چھوڑ کر اپنے بھائی ابو اسحٰق کو انتخاب کیا، حالانکہ خود ہارون الرشید اپنی زندگی مین اس کو خلافت کے آیندہ استحقاق سے بالکل محروم کر چکا تھا،

اس کام سے مامون نے صرف اپنی فیاض دلی نہین ثابت کی، بلکہ یہ انتخاب اس کے صائب الرائے ہونے کا بھی ایک کافی ثبوت تھا، یہی ابو اسحٰق ہے جو معتصم باللہ کے لقب سے مشہور ہے اور اس کے عظیم الشان کارنامون کے یاد دلانے کے لئے صرف اس کا نام لینا کافی ہے، مامون نے مرنے سے ذرا پہلے تمام افسران فوج، علما، قضاۃ، خاندان شاہی کو جمع کیا، اور نہایت موثر لفظون مین وصیت کی جس کا مختصر مضمون یہ ہے ''مجھکو اپنے گناہون کا اقرار ہے، اور بیم و اُمید دونون مجھپر حاوی ہو رہے ہین لیکن جب مین خدا کے عفو کا خیال کرتا ہون تو اُمید کا پلہ گران ہو جاتا ہے، جب مین مرجاؤن تو مجھکو اچھی طرح سے غسل دو، اور

وضو کراؤ، کفن بھی اچھا ہو پھر خدا کی حمد وثنا پڑھ کے مجھکو تابوت پر لٹاؤ، اور تدفین مین
جہان تک ممکن ہو جلدی کرو، جو شخص کبیر السن اور رشتہ مین سب سے زیادہ قریب ہو،
وہ نماز پڑھائے، نماز مین تکبیر پانچ بار کہی جائے، قبر مین وہ شخص اتارے جو رشتہ مین قریب
ہو اور مجھ سے بہت محبت رکھتا ہو، قبر مین میرا منہ قبلے کی طرف رہے، اور سر اور پاؤن پر سے
کفن ہٹا دیا جائے، پھر قبر کو برابر کر کے لوگ چلے آئین، اور مجکو میرے اعمال کے ہاتھ
مین چھوڑ دین، کیونکہ تم سب لوگ مل کر بھی نہ مجکو کچھ آرام پہونچا سکتے ہو، نہ مجھ سے کوئی
تکلیف دفع کر سکتے ہو، ہو سکے تو بھلائی سے میرا نام لو، ورنہ چپ رہو، کیونکہ برا کہنے سے
تم پر بھی مواخذہ ہوگا، مجھ پر کوئی شخص چلا کر نہ روے، شاید مین بھی اُس کے ساتھ
مواخذہ مین آؤن،

تعریف کے قابل صرف خدا کی ذات ہے جس نے سب کی قسمت مین مرنا لکھدیا
اور بقا مین آپ یگانہ رہا، دیکھو مین کس اوج کا تاجدار تھا، لیکن حکم الہی کے سامنے
کچھ زور نہ چل سکا بلکہ حکومت نے میری آیندہ زندگی اور پرخطر کر دی، اے کاش عبداللہ
(مامون کا اصلی نام ہے) نہ پیدا ہوتا، اے ابو اسحق میرے سامنے آ، اور میرے حال سے عبرت
پذیر ہو، خدا نے خلافت کا طوق تیری گردن مین ڈالا ہے، تجکو اس کی طرح رہنا چاہیے
جو مواخذہ الٰہی سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے، رعایا کی بھلائی کا جو کام پیش آئے، اس کو
سب کامون پر مقدم رکھنا، زبردست، عاجزون کو ستانے نہ پائین، ضعیفون سے ہمیشہ
محبت اور آشتی سے پیش آنا، جو لوگ تمھارے ساتھ ہین، انکی خطاؤن سے اغماض کرنا
اور سب کے روزینے اور تنخواہین برقرار رہین" اس کے بعد قرآن مجید کی چند آیتین
پڑھی تھین کہ غشی سا آگیا حاضرین مین سے کسی نے کلمۂ توحید کی تلقین کی، ایک نصرانی

حکیم جس کا نام ابن ماسویہ تھا اس بات پر متعجب ہوا، اور حقارت سے کہا کہ "اُنہی
ہدایت رہنے دو، اس وقت مامون کے نزدیک خدا اور مانی دونون یکسان ہین"، مامون
اِس آواز سے دفعتہً چونک پڑا، اور اِس قدر غضبناک ہوا کہ اس کے تمام اعضا تھرانے
لگے، چہرہ اور آنکھین بالکل سُرخ ہوگئین، ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ ابن ماسویہ کو پکڑ لے اور اِس
بدگمانی کی پوری سزا دے، مگر اعضا قابو مین نہ تھے، منہ سے کچھ کہنا چاہا، زبان نے یاری
نہ دی، نہایت حسرت سے آسمان کی طرف دیکھا، آنکھون مین آنسو بھر آئے، اسی حالت
مین خدا نے اسکی زبان کھول دی وہ خدا کی طرف مخاطب ہوا، اور کہا اے وہ جسکی سلطنت
کبھی نہ زائل ہوگی، اس پر رحم کر جسکی سلطنت زائل ہو رہی ہے"، اسی فقرہ پر اُس کے
نفس واپسین نے دنیا کو الوداع کہا، اور خدا کے سایۂ رحمت مین چلی گئی[۱]، ع
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے"، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

عباس اور ابو اسحق معتصم اس کا لاشہ طرطوس لے گئے، اور خاقان کے مکان مین
جو ہارون الرشید کا خادم خاص تھا دفن کیا، مورخین اِس بات کو عبرت کی نگاہ سے
دیکھتے ہین کہ مامون جو باپ کا سب سے زیادہ لاڈلا تھا، اس کی قبر ہارون الرشید کے
مدفن سے جو طوس مین ہے بعد المشرقین کا فاصلہ رکھتی ہے،

مامون کا حلیہ

رنگ سفید سرخی مائل تھا، آنکھین بڑی تھین، ڈاڑھی لمبی مگر پتلی تھی پیشانی
تنگ اور چہرہ پر ایک تل تھا، موزون اندام اور خوش رو تھا،

[۱] نزع کے بعض حالات مین نے مروج الذہب مسعودی سے لئے ہین،

مامون کی اولاد ذکور

محمد اکبر[۱]، محمد اصغر[۲]، عباس[۳]، علی[۴]، حسن[۵]، اسمٰعیل[۶]، فضل[۷]، موسیٰ[۸]، ابراہیم[۹]، یعقوب[۱۰]، حسین[۱۱]، سلیمان[۱۲]، جعفر[۱۳]، اسحٰق[۱۴]، احمد[۱۵]، ہارون[۱۶]، عیسیٰ[۱۷]،

تمام شد

المامون کا دوسرا حصہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

ہماری تاریخ کا پہلا حصہ گو نہایت معتمد اور مستند تاریخون سے ماخوذ ہے، اور اس اعتبار سے وہ اُن تمام تاریخون کا ایک ایسا جامع انتخاب ہے جس سے بڑھکر نہین ہوسکتا، تاہم وہ **مامون** کے عہدِ سلطنت کی یکرخی تصویر ہے، جس مین چند معمولی واقعات اور باہمی خانہ جنگیون کے سوا اور کچھ نظر نہین آتا، پولیٹیکل انتظامات اور قوانین ملکی ایک طرف **مامون** کے سوشل حالات کا خط و خال بھی اس مین دکھائی نہین دیتا، اِس لئے ضرور ہے کہ اپنے رہنما مورخون کے نقش قدم کو چھوڑ کر ہم خود دلیل راہ بنین، اور ناظرین کو وہ مرقع دکھائین جس مین مامون کو جس رنگ مین دیکھنا چاہین دیکھ سکین، تمام خلفا، و سلاطین کی فہرست مین **مامون**، جامعیت کی حیثیت سے ایک خاص امتیاز رکھتا ہے، ادب، حدیث، فقہ، ایام العرب شاعری انساب، فلسفہ، ریاضی جس فن کی بزم مین جاؤگے وہ صدرنشین نظر آئے گا، اس کی دلیرانہ فتوحات نے دنیا کے ممتاز حصون مین اپنی نامور اور محسوس یادگارین چھوڑی ہین، بہادری کے معرکون مین اُسکی تیزدستیان دیکھکر یقین نہین آسکتا کہ اِن ہاتھون نے تلوار کے سوا کبھی قلم بھی چھوا ہے، اس کے ذاتی اخلاق بھی ایسے پاک اور برگزیدہ ہین کہ سلاطین

توکیا فقرا اور درویشون مین بھی دو ہی چار ایسے فرشتہ خو گزرے ہون گے، تواضع، حلم، عفو، فیاضی، دریا دلی، بلند ہمتی، دلیری، فرزانگی، کوئی ایسی صفت نہین جو قدرت نے اس سے دریغ رکھی ہو، ان سب خوبیون کے ساتھ شخصی حکومت کے اقتدار مین بعض ایسی بے اعتدالیان بھی اُس سے سرزد ہو گئی ہین جن کے خیال کرنے سے دل کانپ جاتا ہے، اور دفعتہً اس کی خوبیان آنکھون سے چھپ جاتی ہین، تاہم مجموعی حیثیت سے **اسلامی ہیروز** (نامور لوگ) مین وہ ایک نامور ہیرو ہے، اور ظلم ہے اگر ایسے بے نظیر شخص کو بقائے دوام کے دربار مین پیش کرنے کے وقت ہم بھی عام نقیبون کی طرح چند معمولی الفاظ پر اکتفا کر جائین،

افسوس ہے کہ ملکی نظم و نسق کے متعلق ہماری واقفیت بھی محدود ہے، جسکا الزام ہماری قلتِ نظر پر یا اگر پاس ادب نہ ہو تو قدیم مورخون پر ہو گا، جو آنے والی نسلون کے تاریخی مذاق کا اندازہ نہ کر سکے، دوسری قسم کے حالات کے لئے بھی گو مجھکو ہزارون ورق الٹنے پڑے ہین، لیکن جو سرمایہ جمع ہو گیا ہے، مین اس کو بہر حال کافی خیال کرتا ہون اور قدما کا مشکور ہون کہ جو کچھ ہے انھین کا ہے،

اگرچہ یہ حضرت ریزہ چینی اور مختلف پریشان اور گم نام موقعون سے پتہ لگانے کی محنت پھر بھی میرے لئے چھوڑ گئے،

اس حصہ کے آغاز پر بغداد کا پر اثر نام زیادہ موزون ہو گا، جو ایک مدت تک نہ صرف عباسیون کا بلکہ عموماً اسلامی جاہ و جلال کا مرکز رہا ہے،

مامون اگرچہ ابتدائی زمانہ مین خراسان کا بادشاہ کہلایا اور اسی بنا پر بعض یورپین مورخون نے اسکی نسبت، اس باب مین ہمیشہ غلطی کی ہے، لیکن امتداد زمانہ اور استقلال خلافت دونون حیثیت سے اسکا دار الخلافہ بغداد کہا جا سکتا ہے، نہ خراسان اس لئے پہلے مختصر طور پر ہم اس مشہور شہر کا حال لکھتے ہین،

بغداد

بغداد[1] کی جس نے بنیاد ڈالی، وہ مامون الرشید کا پردادا ابوجعفر منصور تھا، منصور اگرچہ خاندان عباسیہ کا دوسرا ہی خلیفہ تھا، اور ۱۳۶ھ مین تخت نشین ہوا تھا، تاہم سلطنت کو وسعت اور استحکام دونون لحاظ سے اب ایک مستقل پائے تخت کی ضرورت تھی، منصور نے کوفہ کے نواحی مین ایک عارضی مقام ہاشمیہ اختیار کیا تھا، لیکن فرقہ راوندیہ کی بغاوت اور اہل کوفہ کی مشہور بے وفائی نے کوفہ سے اُس کا دل پھیر دیا تھا، نہایت جستجو اور کوشش اور بہت سے اہل الرائے کے مشورے کے بعد اُس نے وہ مختصر آبادی انتخاب کی جو کسی زمانے مین نوشیروانِ عادل کے انصاف سے منسوب تھی، اور اب مختصر ہو ہو کر بغداد کے نام سے پکاری جاتی تھی[2]،

یہ انتخاب ہر لحاظ سے موزون تھا، اُس کے دونون طرف چار نہایت اور زرخیز صوبے تھے، **دجلہ** (ٹیگرس) اور فرات کے متصل ہونے کی وجہ سے، ہندوستان، بصرہ، واسط، مغرب، شام، مصر، آذربائیجان، دیار بکر وغیرہ کا مشترک تجارت گاہ ہو سکتا تھا، آب و ہوا بھی نہایت معتدل اور قریباً ہر مزاج کے مناسب تھی، پولٹیکل مصلحتون کے خیال سے

---

[1] بغداد کے متعلق مین نے جو کچھ لکھا ہے مرآت البلدان ناصری سے لکھا ہے، کہین کہین دوسری کتابون سے کچھ حالات اضافہ کیے ہین تو وہان نوٹ مین خاص حوالے دیئے گئے ہین،

[2] بغداد کی وجہ تسمیہ مین یہ روایت غالباً زیادہ اعتبار کے قابل ہے کہ اس کے قریب نوشیروان کا ایک باغ تھا، جہان بیٹھ کر وہ مقدمات فیصل کرتا تھا اور اسی وجہ سے وہ باغِ داد یعنی انصاف کا باغ مشہور ہو گیا،

بھی نہایت مناسب مقام تھا، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ تمام ممالک اسلامیہ مین لاجواب تھا، نہ تو بالکل عرب کی ناف مین تھا جہان شاہانہ جاہ وحشم اور شخصی حکومت اپنا زور نہین دکھا سکتی نہ اِس قدر دور تھا کہ عرب کی قوت واثر سے، بالکل فائدہ نہ اٹھا سکے، اِن حیثیون مین اگر اور کوئی اسلامی شہر اُس کا ہمسر ہو سکتا تو صرف دمشق تھا لیکن وہان کی آب و ہوا مین مروانی حکومت کا زہر آلود اثر اب بھی موجود تھا؛ منصور گو بخالت کے وصف مین یکتا مانا جاتا تھا، لیکن نئی دار الخلافت کے شوق مین اسکی ہمت نے غیر معمولی پلٹا لیا، قیمت مناسب دیکر راہبون سے بغداد کی کل زمین مول لی اور فرامین بھیجکر شام، موصل، کوہستان، کوفہ واسط سے بڑے بڑے مشہور کاریگر اور صناع بلائے،

۱۴۵ھ مین خود اپنے ہاتھ سے بنیاد کا پتھر رکھا، اور اس نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی، إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ یعنی زمین کل خدا کی ہی اپنے بندون مین سے جس کو چاہتا ہے عنایت کرتا ہے" چند ریاضی دان عالم معین کئے کہ عمارتین اصول ہندسی کے لحاظ سے طیار ہون، امام ابوحنیفہ صاحبؒ کو اِس جرم پر کہ وہ منصبِ قضا کے قبول کرنے کی نسبت منصور کے اصرار چند بار نہایت آزادی سے رد کر چکے تھے[۱] خشت شماری کا ذلیل کام دیا جس کو امام صاحب نے قضا کے پرخطر کام کے مقابلے مین نہایت خوشی سے قبول کیا، بنیاد نیچے سے پچاس ہاتھ چوڑی رکھی گئی، لیکن سطحِ خاک کے برابر آکر صرف بیس ہاتھ کا عرض کافی سمجھا گیا، کہتے ہین کہ دنیا مین یہی ایک شہر ہے جسکی آبادی بالکل

---

[۱] منصور نے امام ابوحنیفہ صاحب کو منصب قضا قبول کرنے کو کہا، امام صاحب نے فرمایا کہ مین اِس قابل نہین منصور نے غیظ مین آکر کہا، تم جھوٹ کہتے ہو، امام صاحب نے فرمایا تو میرا یہ دعوی سچا ہی کہ مین قاضی نہین ہو سکتا کیونکہ جھوٹا شخص قاضی کیونکر مقرر ہو سکتا ہے۔

دائرہ کی صورت مین ہے منصور نے خاص ایوان شاہی مرکز کی طرح عین وسط مین تعمیر کرایا جس سے غالباً یہ اشارہ مقصود تھا کہ حاکمانہ حیثیت سے باد شاہ کے ساتھ ہر خاص وعام کو یکسان نسبت ہے،

شہر پناہ کے چار دروازے تھے اور ہر دروازے سے دوسرے دروازے تک ایک میل کا فاصلہ تھا، تعمیرات کے سلسلے مین ایوانِ خلافت، مسجد جامع، قصر الذہب، قصر الخلد نہایت بلند اور شاندار عمارتین تھین لیکن سب کا سرتاج قبۃ الخضرا ایک سبز گنبد تھا جسکا ارتفاع قریباً ۸۰ گز سے کم نہ تھا، نئی آبادی کے بعد بغداد کا نام مدینۃ السلام سے بدل دیا گیا، جو عام زبانون پر گو محیط نہ ہوا لیکن دفاتر اور تصنیفات پر عموماً حاکمانہ عزت ووقار کے ساتھ قابض ہو گیا،

منصور نے گو نہایت کفایت شعاری سے کام لیا حتیٰ کہ ایک افسر پر اس حساب مین سے پندرہ درہم باقی نکلے تو قید کی سزا دی تاہم جب مصارف تعمیر کا حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دفتر خزانہ مین دو کرور درہم کی رقم خالی ہو گئی[۱]،

یہ بغداد جس کا ذکر ہوا منصور کا بغداد تھا، لیکن بہت جلد روز افزون ترقی کے ساتھ اسکی اصلی ہیئت بھی بدل گئی، منصور کے جانشین مہدی نے دار الخلافہ کو دجلہ کی شرقی جانب بدل دیا جس سے شہر کی یہ صورت ہو گئی کہ دجلہ بیچ مین آگیا اور اس کے قدرتی منظر نین ایک عجیب دل فریبی پیدا ہو گئی، یہ اسلامی شہر ہر عہد مین حیرت انگیز ترقیان

---

[۱] دیکھو نجوم زاہرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ صفحہ ۳۰، مصارف تعمیر مین مختلف روائتین ہین مگر ہم نے ایک متوسط اور معتمد روایت اختیار کی ہے، درہم چار آنہ کا ہوتا ہے اس حساب سے دو کرور درہم کے پچاس لاکھ روپیہ ہوئے،

حاصل کرتا گیا، قریبًا پانسو برس تک خلفاء و اعیانِ سلطنت اور بڑے بڑے دولت مند امرا اسکے فیاضانہ بے روک حوصلے اسکی آبادی کی رونق بڑھانے مین رقیبانہ سرگرمی کے ساتھ صرف ہوا کیے،

ہارون الرشید کے وزیر اعظم جعفر برمکی نے ایک قصر کی تیاری مین جو صرف کر دیا وہ منصور کی کل فیاضی کے برابر (یعنی دو کرور درہم) اترا[1]، رنگین مزاج امین الرشید نے بھی دو کرور سے زائد کی عمارتین تیار کرائین،

مامون الرشید کے عہد مین خاص شہر کی مردم شماری دس لاکھ سے زیادہ[2] تھی آثار البلاد مین لکھا ہے کہ ایک زمانہ مین تیس ہزار مسجدین اور دس ہزار حمام وہان موجود تھے، گبن صاحب لکھتے ہین کہ شہر بغداد مین آٹھ سو ساٹھ طبیبون کو مطب کرنیکی اجازت تھی،

بغداد کی مشہور عمارتون کا تذکرہ ایک مستقل کتاب مین ہو سکتا ہے جسکے لئے ناظرین کو ہمارے اُس سلسلۂ تصنیف کو منتظر رہنا چاہیئے جس کا نام عمارات الاسلام ہوگا لیکن دار الشجرہ کے ذکر کے لئے اِس مختصر کتاب کو بھی گبن صاحب کی تاریخ سے کچھ کم حق حاصل نہین ہے اِس لئے اِجمالاً ہم اُس کا حال لکھتے ہین، یہ عجیب و غریب عمارت خلیفہ المقتدر باللہ نے بنوائی تھی جو ۲۹۵ھ مین تخت نشین ہوا تھا، صحن کے ایک وسیع حوض مین سونے کا ایک درخت تھا جس مین سونے چاندی کے اٹھارہ گدے تھے، اور ہر گدے مین بہت سی شاخین تھین، ہر شاخ مین بیش بہا مختلف رنگون کے جواہرات اِس خوبی سے مرصع کیے تھے کہ کہ قدرتی پھولون اور پھلون کا دھوکا ہوتا تھا، نازک ٹہنیون اور شاخون پر رنگ برنگ اور مختلف اقسام کے طلائی پرند تھے اور اِس ترکیب سے بنائے تھے کہ ہوا چلنے کے وقت سب کے

[1] کامل ابن الاثیر، ذکر تباہیِ خاندان برمکہ، [2] دائرۃ المعارف تذکرۂ بغداد،

سب اپنے ذاتی نغمات سے خوش الحانی کرتے سنائی دیتے تھے، حوض کے دونون جانب پندرہ مصنوعی سوار تھے جو نہایت قیمتی دیبا وحریر کی وردیان پہنے مرصع زرین تلوارین لگائے اس طرح حرکت کرتے نظر آتے تھے کہ گویا ہر سوار اپنے مقابل کے سوار پر حملہ کرنے کیلئے بڑھ رہا ہے[1]،

بغداد مین خلفاء کا ملکی رعب وداب گو دو ہی صدیون کے بعد جاتا رہا، لیکن عام اسلامی عظمت تاتاری سیلاب کے آنے تک قائم رہی، آستانۂ خلافت پر بڑے بڑے ذی اقتدار فرمان روا سجدہ کر جاتے تھے، ضعیف سے ضعیف خلیفہ کے سامنے بھی دیلم و سلجوق کا سر جھک جاتا تھا، محمود غزنوی نے یمین الدولہ کا پر فخر خطاب جس سے حاصل کیا تھا وہ بغداد کا ایک مسلوب الاختیارات تخت نشین تھا، ہزارون شعرا مجتہدین، اہل فن دور و دراز ملکون سے آکر وہین پیوند خاک ہو گئے، بغداد کے مقبرون نے جن اسلامی جوہرون کو اپنی آغوش مین چھپا رکھا ہے، زمانہ سینکڑون برس کی مدت مین اُن کو پیدا کر سکا تھا، امام موسیٰ کاظم، امام ابو حنیفہ، امام احمد حنبل، حضرت جنید، شیخ شبلی، معروف بکرخی، جنکو ہاتھ سے کھو دینے کا خود زمانہ کو بھی افسوس رہے گا، یہین کی قبرستانی آبادی مین سو رہے ہین،

علمی فیاضی کے لحاظ سے دیکھو، تو جب وہ کچھ نہین رہا تھا اس وقت بھی تیس بڑے بڑے کالج خاص شہر کے مشرقی حصہ مین موجود تھے، علامہ ابن جبیر ۵۸۰ھ مین جب وہان پہنچے تو ایک کالج کے شاندار ایوانات اور وسیع سلسلۂ عمارات دیکھکر ان کو دھوکا ہوتا تھا کہ "اب مین ایک مستقل آبادی مین موجود ہون[2]"

---

[1] دیکھو معجم البلدان، ذکر دار الشجرہ و گبن صاحب کی رومن امپائر عہد عباسیہ [2] سفرنامہ ابن جبیر، حالات بغداد،

انوری نے ایک قصیدہ مین بغداد کی خوش گوار آب وہوا، دجلہ کی روانی، کشتیون کی سیر، باغون کی رنگینی کا نہایت دل ربا سمان دکھایا ہے، اس کے چند شعر یہ ہین،

خوشا نواحی بغداد جائے فضل وہنر | کہ کس نشان ندہد در جہان چنان کشور
سواد او بمثل چون سپہر مینا رنگ | ہواے او بصفت چون نسیم جان پرور
کنار دجلہ زترکان سیمتن خلج | میان رحبہ خوبان ماہ رخ کشمر
ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب | بران صفت کہ پراگندہ سپہر اختر
بتبہ باغ شود آسمان بوقت غروب | بشکل چرخ شود بوستان بوقت سحر
بوقت شام ہمے این بآن سپار دگل | بگاہ بام ہمے آن باین دہد اختر
شگفتہ نرگس بویا بطرف لالہ ستان | چنانکہ در قدح گوہرین مئے اصفر
نواے طوطی وبلبل خروس عکہ وسار | ہمے کنند خجل لحنہاے خنیاگر

وسعت سلطنت، خراج، بڑے بڑے اضلاع، اقسام آمدنی یعنی خراج، عشر، زکوٰۃ، جزیہ، فوج کی تعداد، تنخواہین، جنگی جہازات

مامون الرشید جن ممالک کا فرمان روا تھا وہ نہایت وسیع سلطنت تھی، جو حدود ہند اور تاتار سے بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی، اسلامی دنیا کا کوئی خطہ اسپین کے سوا اسکی حکومت سے آزاد نہ تھا، ہندوستان کے سرحدی شہرون مین اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، شہنشاہِ روم گو خود سر فرمان روا تھا، تاہم اکثر اوقات سالانہ خراج دینے پر مجبور ہوتا تھا، ہارون الرشید کے عہد مین کل ملک کا خراج آج کل کے حساب سے اکتیس کرور بچاس لاکھ روپیہ سالانہ تھا[1]، مامون کی خلافت نے اُس پر بہت کچھ اضافہ کر دیا۔ چند مشہور اضلاع اور ہر ایک کے جداگانہ خراج کا ہم ایک نقشہ درج کرتے ہین، اور چونکہ وہ خاص مامون کے سرکاری کاغذات[2] سے طیار کیا گیا ہے، غالباً زیادہ تر اعتبار کے قابل ہوگا،

ضلع	خراج
سواد	دو کرور اٹھتر لاکھ درہم[3]، دو سو نجرانی حلے، ایک خاص قسم کی مٹی جو مہر

[1] اس تعیین مین مین نے واقعات ذیل پر اعتماد کیا ہے: (۱) رشید کے زمانہ مین سالانہ خراج سات ہزار پانسو قنطار تھا، دیکھو مقدمہ ابن خلدون فصل دوم کی فصل ۱۸ (۲) ایک قنطار آٹھ ہزار چار سو دینار کا ہوتا ہے، دیکھو معجم البلدان جلد اول صفحہ ۳۲۶ (۳) دینار کم از کم پانچ روپیہ کا ہوتا ہے، جیسا کہ گبن صاحب وغیرہ نے تصریح کر دی ہے، [2] علامہ ابن خلدون نے اس کاغذ کو خود دیکھا تھا، اور اسکے حوالہ سے یہ تفصیل نقل کی ہے، دیکھو مقدمہ ابن خلدون فصل دوم کی فصل ۱۸ [3] درہم چار آنے کا ہوتا ہے،

ضلع	خراج
	کرنے کیلئے استعمال ہوتی ہے، دوسو چالیس رطل،
کسکر	ایک کرور سولہ لاکھ درہم،
دجلہ کے اضلاع	دو کرور آٹھ لاکھ درہم،
حلوان	اڑتالیس لاکھ درہم،
اہواز	پچیس ہزار درہم اور تیس ہزار رطل شکر،
فارس	دو کرور ستر لاکھ درہم، گلاب تیس ہزار بوتل، زبیب سیاہ بیس ہزار رطل،
کرمان	بیالیس لاکھ درہم، یمن کے تھان پانسو، کھجور بیس ہزار رطل،
مکران	چار لاکھ درہم،
سندھ	ایک کرور پندرہ لاکھ درہم، عود ہندی ڈیڑھ سو رطل،
سیستان	چالیس لاکھ درہم، خاص قسم کے کپڑے تین سو تھان، فانید بیس رطل،
خراسان	دو کرور اسی لاکھ درہم، چار ہزار گھوڑے، ایک ہزار غلام، بیس ہزار تھان تیس ہزار رطل ہلیلہ، دو ہزار نقرہ چاندی،
جرجان	ایک کرور بیس لاکھ درہم، ریشم ہزار شقہ،
قومس	دس لاکھ درہم، پانچ لاکھ نقرہ چاندی،
رے	ایک کرور بیس لاکھ درہم، شہد بیس ہزار رطل،
طبرستان و رومان و نہاوند	ترسیٹھ لاکھ درہم، طبرستان فرش چھ سو، چادریں دو سو، کپڑے پانسو تھان مندیل تین سو، جامات تین سو،
ہمدان	ایک کرور تیرہ لاکھ درہم، رُب الرمانین ہزار رطل، شہد بارہ ہزار رطل،

خراج	ضلع
ایک کرور سات لاکھ درہم،	بصرہ و کوفہ کے درمیانی اضلاع
چالیس لاکھ درہم،	ماہدان و دینور
سرسٹھ لاکھ درہم،	شہرزور
دو کرور چالیس لاکھ درہم، شہد سپید دو کرور رطل،	موصل
چالیس لاکھ درہم،	آذربائیجان
تین کرور چالیس لاکھ درہم، غلام ایک ہزار، شہد بارہ ہزار مشک،	جزیرہ مع اضلاع
بازدس، چادرین بیس،	فرات
ایک کرور تیس لاکھ درہم، فرش محفور بیس، زقم[1] پانسو تیس رطل، مسایح سورماہی دس ہزار رطل، صونج دس ہزار رطل، خچر دوسو، بچھیرے تیس،	آرمینیہ
چار لاکھ دینار، زیت ہزار رطل،	قلنسرین
چار لاکھ بیس ہزار دینار،	دمشق
ستانوے ہزار دینار،	اردن
تین لاکھ دس ہزار دینار، زیت تین لاکھ رطل،	فلسطین
انیس لاکھ بیس ہزار دینار،	مصر،
دس لاکھ درہم،	برقتہ

[1] زقم ایک قسم کا پھل ہوتا ہے،

ضلع	خراج
افریقہ	ایک کرور تیس لاکھ درہم فرش ایک سو بیس،
یمن	تین لاکھ ستر ہزار دینار، متاع یمنی اس کے علاوہ،
حجاز	تین لاکھ دینار،

یہ صرف خراج کی مد سے وصول ہوتا تھا، جزیہ جسکی تفصیل ہم آگے لکھین گے اِس سے الگ ہے، ہر ایک قسم جو بیت المال یعنی خزانہ شاہی مین داخل ہوتی تھی، اِس کی چار قسمین تھین، خراج، عشر، جزیہ، زکواۃ،

مامون نے خراج و زکوۃ و جزیہ کا جس کو آج کل کی زبان مین (لگان، ٹکس کہہ سکتے ہین کوئی جداگانہ قانون نہین بنایا تھا، بلکہ اُس سے پہلے عادل و فیاض جانشینانِ اِسلام کا جو کچھ دستور العمل تھا وہی اس کے عہد مین بھی بحال رہا، اِس لئے ہم اِن قوانین کی تفصیل بتانے مین مجبوراً مامون کے ماقبل زمانہ پر نگاہ ڈالین گے، اور ہم کو امید ہے کہ ناظرین خارج از بحث کا لقب نہ دین گے، ہان یہ ضرور ہے کہ مذہبی بحث سے ہم کو سروکار نہ ہوگا، اور جو کچھ لکھین گے تاریخی پہلو سے لکھین گے جس طرح یورپین مصنفین ہمیشہ عام واقعات کے تذکرے مین بھی جستہ جستہ مذہب کا نام لیتے ہین اور شاہانِ اسلام کے ذاتی افعال مذہب سے جدا نہین کر سکتے، ہم ایسا نہ کرین گے، خراج اور عشر زمین سے متعلق ہین اور دو باقی ایک قسم کے ٹکیس ہین، جو مسلمان رعایا اور دوسرے مذہب والون سے وصول کئے جاتے تھے، اِس مین کچھ شبہہ نہین ہے کہ مامون اور اس کے اسلاف عام اصولِ سلطنت مین آنحضرت صلعم اور خلفاے راشدین کے طریق عمل کو رہنما سمجھتے تھے، اور اِسی لئے کافی وثوق

کے ساتھ ہم یہ بات فرض کرسکتے ہین کہ مامون کے عہد کا قانون لگان ٹکس
بھی قریب قریب وہی ہوگا، جو کسی زمانۂ پیشتر مین طیار ہوا ہوگا، لیکن ہم کو یہ صاف
بتا دینا چاہئے کہ عشر و خراج و جزیہ مصطلح معنون مین مذہبی الفاظ نہین ہین، اور اس لئے
ہم کو اس دھوکہ مین نہ پڑنا چاہئے کہ فقہ کی کتابون مین اُن کے متعلق جو تفصیلین اور قاعدے
مذکور ہین وہ نصی یا خلفا و سلاطین اسلام کے متفقہ اور مسلمہ عملی قاعدے ہین، بے شبہہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین خراج ایک تمدنی قانون کی صورت پکڑ چکا تھا، اور اس
وجہ سے جیسا موقع ہوا، خراج، عشر، جزیہ سب کچھ وصول کیا گیا، لیکن یہ دعوی کرنا فضول
ہے کہ ان کے متعلق شارع علیہ السلام نے کچھ خاص قاعدے طے کر دیئے تھے، عام ملکی قوانین
کی طرح یہ باتین بھی ہر جائز تخت نشین اسلام کی راے پر چھوڑ دی گئی تھین اور یہی وجہ تھی کہ خلفا
و سلاطین کے مختلف عہدون مین خاص خاص ملکی مصلحتین ان مین تبدیلیان پیدا کرتی ہین،
اب ہم عام طرح پر خراج و عشر کے متعلق چند قواعد بیان کرتے ہین، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین یا خلفا کے عہد مین معمول رہے ہین، اور مامون کی خلافت مین بھی قریب
قریب اسی پر عمل درآمد رہا،

(۱) جو زمین نہرون کے قدرتی پانی سے سیراب ہوتی ہو، یا
(۲) جو زمین فوج کو جس نے اس حصۂ ملک کو فتح کیا ہے، تقسیم کر دی گئی ہو، یا
(۳) جس مقام کے باشندے فوج کشی کے وقت اسلام قبول کر چکے ہون[۵]،

اِن تینون حالتون مین وہ زمین عشری ہوگی، یعنی اسکی پیداوار سے صرف
دسوان حصہ وصول کیا جائیگا، اور یہی اُس کا خراج سمجھا جائیگا،

---

[۵] جامع صغیر کنز،

ان تینون قسمون کے علاوہ جو زمین ہے وہ خراجی ہے، عام اس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ مین ہو یا غیر قوم کے، اگر کوئی شخص عشری زمین مین پڑتی ڈال دے تو اس سے کچھ نہین لیا جائیگا خراجی زمین مین ایسا نہین ہے، لیکن اگر کوئی شخص ایک برس پڑتی ڈالکر دوسرے سال کاشت کرے تو ایک ہی سال کا خراج دینا ہوگا جس زمین پر دکانین بنائی جائین وہ عموماً عشر و خراج سے معاف ہین، اگر کھیتی کو کوئی آفت پہونچے تو خراج معاف ہو جائیگا،

مذکورۂ بالا قسمون مین سے دو پچھلی قسم کی عشری زمینین بہت کم تھین حضرت عمرؓ کے عہد مین سواد عراق کی بالکل پیمائش ہو چکی تھی، اور مختلف شرحونکی جمع باندھ دی گئی تھی ملک شام کے فاتحین نے البتہ سخت اصرار کیا کہ وہان کی زمین ان کو بانٹ دی جائے، لیکن حضرت عمر کی فیاض دلی کسی طرح ان کو فاتحین کی راے پر مائل نہ ہونے دیتی تھی بالاخر ایک نصی سند پر یہی فیصلہ ہوا کہ پہلے قابضین بے دخل نہ کئے جاوین[1]،

مصر مین بھی آپنے تاکیدی فرمان بھیجا تھا کہ اہل فوج قطعاً زمینداری اور کاشت نہ کرنے پائین، اس حکم کے خلاف ایک شخص نے کچھ زمین کاشت کی تو آپنے اُس کو پکڑ بلایا اور نہایت سخت سزا دینی چاہی، لیکن اس نے قطعی توبہ سے اپنا قصور معاف کرالیا[2]،

عشر اور خراج کے احکام مسلمان اور دوسرے مذہب والی رعایا سے جنکو اسلام کی حمایت مین آجانے سے ذمی کا لقب ملا ہے، قریب قریب یکسان متعلق ہین، خراجی زمین کسی کے قبضہ مین ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا، عشری زمین مین امام محمدؒ و سفیان ثوری کی عام تجویز یہی ہے کہ چونکہ تشخیص لگان مین صرف زمین کی حیثیت ملحوظ ہوتی ہے، اس لئے اس

---

[1] ازالۃ الخفا جلد دوم صفحہ ۱۲۸، [2] حسن المحاضرہ جلد اول صفحہ ۹۳ مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ

قسم کی زمین اگر ذمی کے قبضہ مین ہو تو اس سے بھی وہی عشر لیا جاوے گا[۵]، حضرت عمرؓ نے قوم نبط سے عشر ہی لیا تھا[۲]، امام مالک گو امبار مین کسی قدر ذمیون کے ساتھ سختی کرتے ہین، تاہم اس حالت مین کہ ذمی کسی دوسرے شہر یا قصبہ مین عشری زمین خریدے اُن کا فیصلہ بھی وہی ہے جو امام محمدؒ کا ہے،

خراج کی کوئی معین شرح نہ تھی لیکن یہ اصول عامۃً ملحوظ رہتا تھا کہ کسی حالت مین نصف آمدنی سے زائد نہ لیا جاوے،

حضرت عمرؓ نے سواد کے کل اضلاع کی پیمایش کرائی تھی، جو تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہرا اور ذیل کی شرح سے لگان مقرر کی:-

نخلستان[۳]	فی جریب یعنی پون بگہ پختہ	۱۰ درہم سال
انگور	"	"
نیشکر	"	۶ درہم
گیہون	"	ایک درہم و ایک صاع غلہ[۴]
جو	"	ایک درہم و ایک صاع[۵]
روئی	"	۵ درہم

مصر کا خراج بحساب فی جریب ایک دینار (یعنی پانچ روپیہ) مقرر ہوا، اور عمرو بن العاصؓ نے

۱؎ فتوح البلدان صفحہ ۷، سطر ۹، ۱۰، ۲؎ ازالۃ الخفا جلد دوم ۱۳۲،

۳؎ اس باب مین فتوح البلدان و ہدایہ کی روایتین مختلف ہین، مین نے ہدایہ کی روایت لی ہے،

۴؎ صاع قریبًا پونے چار سیر کا ہوتا ہے، ۵؎ فتوح البلدان صفحہ ۲۱۵ و ۲۱۸ مطبوعہ لیڈن ہالینڈ ۱۲،

جو حضرت عمرؓ کی طرف سے مصر کے گورنر نے یہ عہد لکھدیا کہ اس شرح سے کبھی زائد نہ لیا جاویگا،
اس لحاظ سے مصر کا بندوبست استمراری سمجھنا چاہیے، لیکن یہ شرحین انتہائی شرحین ہین اور
خود حضرت عمرؓ کے عہد مین اکثر اوقات ان مین تبدیلیان ہوتی رہین،

حضرت علیؓ نے اور بھی تخفیف کی تمام اُن علاقون مین جو نہر فرات سے سیراب ہوتے
تھے بشرح ذیل لگان مقرر کی تھی اور روئی، تل، مقاثی اور تمام قسم کی بقولات اور ترکاریون
کی زمین عموماً خراج سے معاف کر دی،

گیہون کی اوّل درجہ کی زمین	فی جریب	ڈیڑھ درہم اور صاع غلہ
متوسط درجہ	"	ایک درہم
ادنی درجہ	"	درہم کی دو تہائی

جو کی زمین پر اسی حساب سے گیہون کا نصف تھا[۱]،

قریباً اسی شرح کا خراج تمام ممالک اسلامی مین جاری تھا، اور مسلمان و ذمی (یعنی دوسرے
مذہب والے)، دونون پر یکسان اثر رکھتا تھا، البتہ سواد کے علاقون مین مہدی عباسی نے
لوگون کی درخواست پر نصف کے حساب سے بٹائی کر دی تھی، لیکن مامون الرشید نے ۲۰۴ھ
مین یہ شرح گھٹا کر دو خمس کر دی[۲]،

خراج کا ہلکا ہونا کچھ تو اس وجہ سے تھا کہ اسلام کے جانشینون مین اب تک اسلام
کا بے حرص اور فیاضانہ اثر پایا جاتا تھا اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ ابتدائی زمانہ مین عرب
کے سادہ مزاج فاتح جو اپنے بے روک ہاتھون سے دنیا کا مرقع الٹ پلٹ کر رہے تھے،
ریگستان سے اُٹھکر گئے تھے اور جو کچھ مل جاتا تھا انکی قانع طبیعت کیلئے کافی تھا، یہ وہ

---

[۱] دیکھو فتوح البلدان ازصفحہ ۲۱۷ تا ۲۱۸ [۲] مطبوعہ لیڈن ہالینڈ صفحہ ۳۷۲ تا ۳۷۳ کامل بن الاثیر، واقعات سنہ ۲۰۴ھ

لوگ تھے کہ ان مین سے جب ایک ممتاز شخص نے ایک معرکہ مین صرف ہزار درہم پر ایک بہت دولت مند کافر سے صلح کر لی، اور لوگون نے ان سے کہا کہ "تم نے بہت سستا بیچا"، تو انھون نے نہایت تعجب سے جواب دیا کہ کیا ہزار سے بھی کوئی زائد عدد ہے، اس پر خلفاے راشدین کے عہد مین یہ عام قاعدہ تھا کہ ایک مسلمان جن شرائط پر کسی قوم سے معاہدہ کرے خلیفۂ وقت کو اسکی پابندی لازم ہو گی، فتوحات کی تاریخ اٹھا کر دیکھو، سینکڑون مثالین پاؤگے کہ فوج اسلام نے ایران آرمینیہ، مصر، شام کے اضلاع مین نہایت خفیف رقم پر صلح کر لی اور خلیفۂ وقت کے حکم سے وہی بحال رہی، دولتِ بنی امیہ اور عباسیہ نے کچھ اضافہ کیا مگر اصل پیداوار کے لحاظ سے دیکھو تو وہ بھی کچھ نہ تھا،

زکوۃ مسلمانون کے ساتھ خاص تھی، اور سونے چاندی، اونٹ، گائے، بکری سب کی جداگانہ شرحین مقرر تھین، حقیقت مین یہ نہایت سخت ٹیکس تھا، جس کو اسلام نے خود اپنے اوپر گوارا کر لیا تھا،

ذمیون پر جزیہ[1] تھا، گو وہ ایک نہایت خفیف رقم تھی اور زکواۃ کے مقابلہ مین تو گویا کچھ بھی نہ تھی، لیکن تعجب ہے کہ دوسری قومون نے مسلمانون کو تعصب کا الزام دینے مین ہمیشہ بڑے زور شور سے اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ ہلکا ٹیکس جس کے نام سے یورپین مصنف کے دل مین مسلمانون کی طرف سے نہایت ناگوار خیالات دفعۃً جوش مارنے لگتے ہین، زیادہ سے زیادہ فی کس ۴۸ درہم یعنی بارہ روپیہ سالانہ تھا، اور یہ تعداد بڑے

---

[1] جزیہ کی تحقیق مین کہ وہ کس زبان کا لفظ ہے اور کس زمانہ سے اس کا رواج ہے اور یہ کہ اسلام مین، کس مقصد سے وہ اختیار کیا گیا، میرا ایک مستقل رسالہ ہے جو حال مین طبع ہوا ہے اور سکریٹری مدرسۃ العلوم کے پاس درخواست بھیجنے سے مل سکتا ہے، نیز اس کتاب کے آخر مین بھی شامل ہے،

دولت مندون کے ساتھ خاص تھی، متوسطین پر چھ روپیہ اور عام درجہ کے لوگون پر تین روپیہ سالانہ تھا، بشرطیکہ وہ ادا کرنے کے قابل ہون، لیکن فرمان روای وقت کو حسب مصلحت اختیار عام حاصل تھا، کہ اُس کی شرح گھٹا دے، یا بالکل معاف کر دے[۱] لڑکے، بوڑھے، عورتین، مفلوج، معطل العضو، نابینا ہر حالت مین مطلقاً معاف تھے،

کبھی کبھی بجائے فی کس فی گھر جزیہ مقرر ہوتا اور تعداد وہی شرح سابق رہتی تھی[۲] یعنی ایک دینار یا اس سے بھی کم، اِس خفیف محصول کے عوض مین ذمیون کی جان و مال کی نہایت مستحکم ذمہ داری مسلمانون پر فرض ہو جاتی تھی،

اِن آمدنیون مین سے زکوۃ کی رقم جو صرف مسلمانون سے لی جاتی تھی اسی لئے تھی، کہ اس سے محتاج، اپاہج، نادار مسافر، اور اسی طرح کے درماندہ لوگون کی اعانت کی جاوے، زکوۃ مین یہ قید تھی کہ خاص مسلمانون پر صرف ہو لیکن اور کسی قسم کے صدقات جو مسلمانون سے لئے جاتے تھے، کوئی تخصیص نہ تھی، اور غیر مذہب والی رعایا بھی برابر بہرہ مند ہوتی تھی، خود حضرت عمرؓ نے دمشق کے سفر مین مجذوم عیسائیون کے لئے بیت المال کی اس رقم سے وظیفہ مقرر کر دیا تھا[۳]،

اور ایک دوسرے موقع پر بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا کہ خدا کے اِس قول مین کہ "صدقات فقرا، اور مساکین کے لئے ہین،، مساکین سے عیسائی و یہودی مراد ہین[۴]،

---

[۱] حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جرجومہ اور اسکے قرب وجوار کے مضافات مین جزیہ بالکل معاف کر دیا گیا تھا دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۱۵۹ اور قیطبیہ کے ہموطن بھی جزیہ سے معاف کر دیئے گئے تھے، دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۲۱۹،

[۲] حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین تفلس والون پر اسی شرح سے جزیہ مقرر ہوا تھا، دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۲۰۱،

[۳] فتوح البلدان صفحہ ۱۲۹، [۴] ازالۃ الخفا جلد دوم، صفحہ ۷۳،

باقی خراج، عشر، جزیہ۔ پبلک کامون یعنی سٹرک، پل، چوکیداری، تعلیم وغیرہ کے لئے خاص تھے، فوج کا صرف بھی اسی آمدنی سے دیا جاتا تھا،

مامون الرشید اور عموماً نیک دل بادشاہانِ اسلام کے عہد مین ٹیکس یا محصول جو کچھ کہو یہی تھا جس کا ذکر ہوا، انکم ٹیکس، انڈایکری ٹیکس، چنگی، سٹرکانہ، مدرسانہ، چوکیداری اسٹامپ کے نامون سے اس زمانے مین کوئی واقف نہ تھا،

فوج نظامی یعنی جن کا نام وحلیہ دفتر العسکر مین قلمبند تھا، اس کی تعداد و تقریباً دو لاکھ سوار و پیادہ تھی، سوار کی تنخواہین پچیس ۲۵ روپیہ اور پیادے کے دس روپیہ جنرل و کمانڈر کی تنخواہین بھی کچھ بہت زیادہ نہ تھین، لیکن ایشیائی حکومتون مین عہدہ دارون کی نگاہ مشاہرے سے زیادہ صلون اور انعامات پر لگی رہتی ہے، جو وقتاً فوقتاً کسی خاص خوشی یا اظہار کارگذاری کے وقت انکو ملتے رہتے ہین اور خصوصاً مامون کی فیاضیون کی تو کچھ حد ہی نہ تھی، عبداللہ بن طاہر سردار فوج کو ایک دن پانچ لاکھ درہم انعام دیئے، ملکی عہدہ دارون مین بھی صرف وزیر اعظم ذوالریاستین کی تنخواہ بیش قرار تھی، یعنی تیس لاکھ درہم ماہوار۔ اگرچہ اور ہر قسم کے عہدے الگ الگ اور نہایت باقاعدہ اور منضبط تھے لیکن سپہ سالاری فوج جنرل کے ساتھ مخصوص نہ تھی، صوبہ کا لفٹنٹ یا قسمت کا گورنر، عموماً کمانڈر انچیف اور گورنر فوج ہوتا تھا، یحیی بن اکثم جو قاضی القضات کے منصب پر ممتاز تھے، مامون نے متعدد بار ان کو فوج کی افسری دی تھی، اصل یہ ہے کہ اس وقت سپہ گری مسلمانون کا عام جوہر تھا اور اس لئے کسی شخص کا اہل قلم ہونا اس کو صاحب العلم ہونے کے ناقابل نہین کرتا تھا،

دوسری قسم کی فوج **متطوعہ** تھی، جس کو والنٹیر کہنا چاہئے، اِس قسم کی فوج وقت

پر جس قدر درکار ہو طیار ہو سکتی تھی، اور خصوصاً جہاد کی پر زور صدا گونجنے کے وقت تو سارا ملک اُمنڈ آتا تھا، فوج کو سواری اور ہتھیار سرکار سے ملتا تھا، اور خزانہ شاہی مین ہر قسم کے اسلحہ نہایت افراط سے ہر وقت موجود رہتے تھے،

ہارون الرشید کی وفات کے بعد ۱۹۳ھ مین جب خزانہ السلاح کا جائزہ لیا گیا تو مفصلہ ذیل تعداد کے ساز و اسلحہ موجود تھے[۱]،

مطلا و مذہب تلوارین	۱۰ ہزار	شاکریہ و غلامون کیلئے	۵۰ ہزار
نیزے	ایک لاکھ ۵۰ ہزار	کمانین	ایک لاکھ
مطلا زرہین	ایک ہزار	عام زرہین	ایک ہزار
خود	بیس ہزار	جوشن	بیس ہزار
ڈھالین	ڈیڑھ لاکھ	مطلا زین	چار ہزار
عام قسم کی زین	تیس ہزار		

جنگی جہازات کی ابتدا اگرچہ عبدالملک بن مروان المتوفی ۸۶ھ نے کی تھی اور اسی کے زمانہ مین حسان بن نعمان گورنر افریقہ کے اہتمام سے تونس مین جنگی جہازات اور آلات بحری کی تیاری کا ایک بڑا محکمہ قائم ہوا تھا، لیکن مامون کے عہد مین اس کو بہت ترقی ہوئی، جزیرہ **سسلی** کی فتح کے لئے سو جنگی جہاز مع بہت سے بحری سامان کے جو بھیجے گئے تھے وہ اسی کارخانہ سے طیار ہوئے تھے، آتش اندازی کے لئے چھوٹے چھوٹے جہاز ہوتے تھے جن کو عربی مین حراقہ

---

[۱] دیکھو ثمار الاوراق بر حاشیہ مستطرف جلد اول صفحہ ۲۷۲ و مقدمہ ابن خلدون ذکر قیادۃ الاساطیل،

کہتے ہین - اِن سے روغن نفط (گریک فائر) کے شیشے بھر بھر کر مارتے تھے، جو دشمن کے جہازون مین آگ لگا دیتے تھے اور خود پانی سے بھی بجھ نہین سکتے تھے،

ملک کی آبادی، امن و امان، مامون کی بیدار مغزی اور جزئیات پر اطلاع، عدل و انصاف، غیر قومون کے حقوق

دولت عباسیہ کے امن و انتظام، ترقی اور وسعت کے افسانے جو روز ہم سنتے رہتے ہین، سچ پوچھئے تو ہارون و مامون کے ہی عہدِ حکومت نے اِس خاندان کو یہ عام ناموری دی ہے، تجارتین تمام آزاد تھین، نئے نئے شہر آباد ہوتے جاتے تھے، ایک ایک قصبہ بلکہ ایک ایک گاؤن مین چشمے اور نہرین جاری تھین جو حاکمان اضلاع اور زمیندار و جاگیر دارون کے ذاتی مصارف سے ہمیشہ بنتی رہتی تھین اور جنکی وجہ سے زراعت کو روز افزون ترقی حاصل تھی،

مامون نے سلطنت کے بڑے بڑے اضلاع کا دورہ کیا، اور ہر جگہ دو دو چار چار دن قیام کر کے مناسب انتظامات جاری کیے، ۲۰۲ھ مین جب مرو سے عراق کو روانہ ہوا سرخس طوس، ہمدان، جرجان، نہروان، رے اور دوسرے اضلاع مین ہفتون قیام کیا اور ملک کے اصلی حالات سے واقفیت پیدا کی، علامہ **مقریزی** نے کتاب الخطط والاثار مین لکھا ہے کہ جب مامون نے مصر کے علاقون کا دورہ شروع کیا تو ہر گاؤن مین کم سے کم ایک رات دن ٹھہرتا گیا، مقام طاء النمل مین پہونچا تو معمول کے خلاف وہان قیام نہین کیا، اور آگے بڑھا، اس گاؤن کی مالک ایک بڑھیا تھی، یہ خبر سن کر مامون کی خدمت مین حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ یہ محرومی میری ہی قسمت مین کیون لکھی تھی، مامون اس کا مہمان

ہوا، اس نے اپنی حیثیت کے موافق دعوت کا سامان کیا، اور رخصت کے وقت دس تھیلی اشرفیان ایک ہی سنہ کے سکہ کی نذر مین پیش کین، مامون حیرت مین رہ گیا، اور کہا کہ دعوت کیا کم تھی تم نے یہ تکلیف کیون گوارا کی جس کا قبول کرنا میری فیاضی کے خلاف ہے،

بڑھیا نے کہا کہ سونا تو ہمارے گاؤن کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے، اور اِس لئے ہم لوگون مین اس کی کچھ قدر نہین ہے، مین نے جس قدر حضور کی خدمت مین حاضر کیا ہے۔ اس سے بہت زیادہ اب بھی میرے پاس موجود ہے، اِس حکایت سے مامون کے حسنِ انتظام اور ملک کی مرفہ الحالی دونون کا اندازہ ہوسکتا ہے،

ملک کے ہر حصہ مین معذور، محتاج، اپاہج، بیوہ، یتیم سب کے روزینے مقرر تھے، جو شاہی خزانے سے وقت معین پر ان کو ملا کرتے تھے، یہ بات سلطنت کے ضروری قوانین مین داخل تھی کہ جو شخص فقر و فاقہ کا شاکی ہو اس مقام کا حاکم یا اس کو کوئی کام دے یا بیت المال سے وظیفہ مقرر کردے،

مامون نے خراسان کے زمانہ حکومت مین غفلت کی تھی، اس کا خمیازہ مدت تک کھینچنا پڑا تھا، اِس لئے بغداد مین آکر اس کا طرز حکومت بالکل بدل گیا، اب اس کو ایک ایک جزئی واقعہ اور عام حالات کی اطلاع کا کچھ ایسا عشق ہوگیا کہ سنکر تعجب ہوتا ہے سترہ سو عجوزہ عورتین مقرر تھین، جو تمام دن شہر مین پھرتی تھین اور شہر کا کچا چٹھا اس کو پہونچاتی تھین[1]، لیکن مامون کے سوا اور کسی کو ان کے نام و نشان سے اطلاع نہ تھی، ہر صیغہ پر جداگانہ خفیہ نویس اور واقعہ نگار مقرر تھے[2]، اور ملک کا کوئی ضروری واقعہ

---

[1] آثار الدول قرمانی خلافت مامون، [2] ابن خلکان، ترجمہ فرا نحوی،

اس سے مخفی نہین رہ سکتا تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اِس قسم کی کاوش کا جو عام اثر ہوتا ہے یعنی ہر شخص سے بدگمان ہوجانا اور عوام کی آزادی سے تعرض کرنا مامون اس سے بالکل بری تھا، اس کی تاریخ زندگی کا ایک ایک حرف چھان ڈالو، ایک واقعہ بھی ایسا نہین مل سکتا جس سے اسکی اِس کارروائی پر حرف آسکے، بخلاف اِس کے اِس محکمے نے رعایا کے حق مین عجب عجیب فیاضیان دکھائین،

ایک دن کسی سپاہی نے ایک شخص کو بیگار مین پکڑا وہ دردناک آواز سے چلایا کہ واعمراہ! یعنی ہاے عمرؓ! تم کہان ہو؟ مامون کو اطلاع ہوئی اس شخص کو طلب کیا اور کہا کہ کیا حضرت عمرؓ کا عدل تجھکو یاد آیا، اس نے کہا ہان، مامون نے کہا کہ "خدا کی قسم اگر میری رعیت حضرت عمرؓ کی سی رعیت ہوتی تو مین ان سے بھی زیادہ عادل ہوتا"۔ پھر اس کو کچھ انعام دلایا اور سپاہی کو موقوف کردیا[۵]،

ایک بار ایک شخص نے عرضی دی کہ بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر ہو جائے، مامون نے بلا کر پوچھا، کتنے بال بچے ہین؟ اس نے بڑھا کر تعداد بتائی، چونکہ مامون ایک ایک جزئی واقعہ کی خبر رکھتا تھا، اس کا جھوٹ نہ چل سکا، دوسری بار اس نے پھر عرضی لکھی اور تعداد بھی سچ سچ بتادی، مامون نے اب عرضی پر لکھدیا کہ اس کا روزینہ مقرر کردیا جائے[۶]

اتوار کے دن ہمیشہ صبح سے ظہر تک دربار عام کرتا تھا، جسمین خاص و عام کسی کیلئے کچھ روک نہ تھی اور جہان پہونچکر ایک کمزور مزدور کو اپنے حقوق مین خاندان شاہی کے ساتھ ہمسری کا دعوی ہوتا تھا،

---

۵ رسالہ علم و آداب صفحہ ۶۰،

۶ عیون والحدائق صفحہ ۳۷۹،

ایک دن ایک شکستہ حال بڑھیانے دربار مین آکر زبانی یہ شکایت پیش کی کہ ایک ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے، مامون نے کہا کس نے اور کہان ہے؟ اس نے اشارہ سے بتایا کہ آپکے پہلو مین، مامون نے دیکھا تو خود اس کا بیٹا عباس تھا، وزیر اعظم کو حکم دیا کہ شہزادے کو بڑھیا کے برابر لیجا کر کھڑا کردے، اور دونون کے اظہار سے شہزادہ عباس رک رک کر آہستہ گفتگو کرتا تھا لیکن بڑھیا کی آواز بے باکی کے ساتھ بلند ہوتی جاتی تھی، وزیر اعظم نے روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلا کر گفتگو کرنا خلاف ادب ہے، مامون نے کہا نہین جس طرح چاہے آزادی سے کہنے دو، سچائی نے اس کی زبان تیز کردی ہے، اور عباس کو گونگا بنا دیا ہے، آخر مقدمہ کا فیصلہ بڑھیا کے حق مین ہوا، اور جائداد واپس دلادی گئی[۱]،

مامون کی آزاد پسندی سے اس کے عمال کو بھی اصولِ انصاف مین نہایت آزاد اور بے باک کر دیا تھا،

ایک بار خود **مامون** پر ایک شخص نے تیس ہزار کا دعوی دائر کیا جس کی جوابدہی کے لئے اس کو دار القضاۃ مین حاضر ہونا پڑا، خدام نے قالین لاکر بچھایا کہ خلیفہ اس پر تشریف فرما ہو، لیکن قاضی القضاۃ نے مامون سے کہا کہ یہان آپ اور مدعی دونون برابر درجہ رکھتے ہین، مامون نے کچھ برا نہ مانا، بلکہ اس کے صلہ مین قاضی القضاۃ کی تنخواہ اضافہ کردی[۲]

مامون کی فیاض لایعنی پر اگر کچھ نکتہ چینی ہو سکتی ہے، تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا رحم

---

[۱] دیکھو واسطتہ السلوک فی احوال الملوک و عقد الفرید جلد اول صفحہ ۱۲

[۲] مستطرف صفحہ ۱۱۰ جلد اول،

وانصاف اعتدال کی حد سے آگے بڑھ گیا تھا، جس کا یہ اثر تھا کہ اس نے اپنے ذاتی حقوق کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا، بدزبان شعرا اسکی ہجوین لکھتے تھے، مگر خبر نہین ہوتا تھا، خود اس کے خدام گستاخیان کرتے تھے، لیکن اس کو مطلقاً پروا نہین ہوتی تھی،

دعبل[1] نے ایک ہجو مین اسکی نسبت لکھا،

شاد وبذکرك بعد طول خموله　　　واستنقذوك من الحضيض الاوهد

یعنی میری قوم نے تیرے نام کو جو بالکل بجھا ہوا تھا شہرت دے دی، اور تجھکو پستی سے نکال کر بلندی پر بٹھا دیا،

مامون نے یہ ہجو سنی تو صرف یہ کہا "دعبل ایسی غلط بات کہتے ذرا شرم نہین آئی مین گمنام کس دن تھا، پیدا ہوا تو خلافت کی آغوش مین پیدا ہوا، اور دودھ پیا تو اسی کی چھاتیون کا پیا[2]"

ایک دن مامون کا چچا ابراہیم شاکی ہوا کہ دعبل کی بدزبانیان حد سے گزر گئین میری ایسی بڑی ہجو لکھی ہے جو کسی طرح درگزر کے قابل نہین، ابراہیم نے اس ہجو کے کچھ اشعار بھی سنائے، مامون نے کہا "چچا جان اس نے میری ہجو اس سے بھی بڑھکر لکھی ہے اور چونکہ مین نے درگزر کی، امید ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرین گے" دعبل کی بیہودہ گوئی سے سارا دربار نالان تھا، ابوسعید مخزومی نے چند بار مامون کو بھڑکایا کہ آخر درگزر کہان تک؟ مامون نے کہا "اچھا اگر بدلا ہی لینا ہے تو تم بھی اس کی ہجو لکھدو، مگر صرف یہ لکھو کہ دعبل لوگون کی ہجو مین جو کچھ کہتا ہے غلط کہتا ہے"

[1] اس زمانہ کا ایک مشہور شاعر تھا، اور ہجو گوئی مین مشہور تھا، [2] تاریخ الخلفا سیوطی و ابن خلکان ترجمہ دعبل،

مامون اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھکو عفو مین جو مزا آتا ہے، اگر لوگ جان جائین تو جرم اور نافرمانی کو میرے پاس تحفہ لیکر آئین،

مختلف وقتون مین وزراء، خاندانِ خلافت، حکام، عمال کی شکایت مین داد خواہون نے جو عرضیان دی ہین، اور مامون نے ان پر اپنے خاص لفظون مین احکام لکھے ہین ان مین سے چند اس موقع پر ہم نقل کرتے ہین[1]، عرضیون کی عبارت سے چندان ہمکو غرض نہین، صرف یہ تبادینگے کہ کس کی نسبت تھی، لیکن جو احکام ہین وہ مامون کے خاص الفاظ ہین، جنکا ترجمہ کر دیا گیا ہے،

عرضیان	مامون کی تحریر
ابن ہشام کی نسبت	شریف کی یہ پہچان ہے کہ اپنے سے بڑے کو دبائے اور چھوٹے سے خود دب جائے، تم کس مین ہو،
ہشام کی نسبت	جس وقت تک ایک شخص بھی میرے دروازہ پر تیرا شاکی موجود ہوگا، تجھکو میرے دربار مین رسائی نہ ہوگی،
ابو عباد کی نسبت	اے ابو عباد حق اور باطل مین کچھ رشتہ نہین ہے،
ابو عیسی کی نسبت جو مامون کا بھائی تھا	فَاذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یعنی جب نفخِ صور ہوگا تو نسب جاتے رہین گے،
حمید طوسی کی نسبت	اے حمید، تقرب درگاہ پر نہ بھولنا، حق مین تو اور کمینہ غلام دونون برابر ہین،
ابن الفضل طوسی	تیرا بے تمیز اور درشت خو ہونا تو مین نے گوارا کر لیا، لیکن رعایا پر ظلم

[1] ان توقیعات کو مصنف عقد الفرید نے توقیعات المامون کے ذیل مین بالفاظہا نقل کیا ہے

عرضیان	مامون کی تحریر
کی نسبت	کرنا تو نہین برداشت کرسکتا ہون
عمر بن مسعدہ کی نسبت	اے عمرو! اپنی دولت کو عدل سے آباد کر ظلم تو اُس کا ڈھادینے والا ہے،

اِس موقع پر جب ہم مامون کے عدل وانصاف کی داستان سنا رہے ہین تو ہمارا فرض ہے کہ اِس کے عہدِ خلافت کی مسلسل بغاوتون پر ایک اجمالی مگر دقیقہ بین نگاہ ڈالین، کیونکہ عام خیال انصاف اور بغاوت کو معصر نہین فرض کرسکتا، مامون کی تاریخ اِس قسم کی ناگزیر معرکہ آرائیون سے مملو ہے، لیکن جو کچھ ہوا اتفاقِ واقعات کا نتیجہ تھا، ورنہ اِس خصوص مین اس کا دامنِ انصاف ہر ایک قسم کے داغ سے پاک ہے،

ہارون الرشید کا دربار دو مختلف قومون یعنی **عرب و ایرانی** نسل سے مرکب تھا، یہ وراثت اس کے دونون بیٹون مامون امین مین آکر منقسم ہوگئی، مامون مان کی طرف سے عجمی تھا، اس کا وزیر بھی ایک نومسلم مجوسی تھا، تقسیم کی رو سے ملک کے جو صوبے ملے، وہ بالکل عجم کے حصے تھے، ان باتون کا لازمی اثر تھا کہ گروہِ عرب کو مامون کیساتھ کچھ ہمدردی نہ ہو، امین سے جب معرکے شروع ہوے تو وہ قطعاً ہمت ہار چکا تھا، لیکن ذوالریاستین جو اس کا ندیم اور وزیر تھا، ثابت قدم رہا اور اپنے حسنِ تدبیر سے آخر کامیاب ہوا،

مامون نے بے شبہہ اس کے صلے مین اعتدال سے کچھ بڑھکر مراعات کی، اور اس کو سیاہ وسپید کا مالک بنادیا، اسی بات پر عرب کا گروہ بگڑ گیا، لیکن مامون کو

اس وجہ سے اس واقعہ کی اطلاع نہ ہوسکی کہ ذوالریاستین کے اقتدار نے اصل حالات سے مطلع ہونے کے تمام ناکے بند کر دیے تھے،

سادات جو خلافت کو اپنا ازلی حق سمجھتے تھے، ہمیشہ ایسے موقعون کی تاک مین رہتے تھے ہر طرف اٹھ کھڑے ہوئے، اور تمام ملک ہلا دیا، اس حالت مین اگر کسی سے کسی ہمدردی کی توقع ہوسکتی تھی تو وہ صرف عباسی خاندان تھا، لیکن مامون نے حضرت امام **علی رضا** کو ولیعہد بنا کر یہ بات بھی کھو دی، مدت تک بغاوت کا سلسلہ قائم رہا اور اس وجہ سے طول پکڑتا گیا، کہ سادات پر مامون کسی قسم کی سختی نہین کر سکتا تھا وہ یونہی نرم دل اور فیاض طبع تھا، اس پر شیعہ پن کے پر تو نے اور بھی سادات کا گرویدہ کر رکھا تھا، ان باغیون پر قابو پاتا تھا اور چھوڑ دیتا تھا، لیکن وہ اور بھی شوخ اور تیز ہوتے جاتے تھے،

اس سلسلہ کے علاوہ اور جو بغاوتین ہوئین وہ ایسی ہی عام بغاوتین ہین جیسے کہ شخصی حکومتون مین ہوا ہی کرتی ہین، ہم کو ایشیا کی کوئی سلطنت ایسی نہین معلوم ہے جہان آئے دن ایسے معمولی فتنے نہین اٹھا کرتے، اس کے ساتھ ہم کو یہ بھی خیال کرنا چاہئے کہ اس وقت رعایا سے ہتھیار لے لینے کا کوئی قانون نہ تھا، اور اس وجہ سے سلطنت اور رعایا کی قوت ایک حیثیت سے یکسان نسبت رکھتی تھی،

ان سب پر اتنا اور مستزاد کرنا چاہئے کہ جن لوگون نے بغاوت کے علم بلند کئے وہ اکثر **عرب** کی قوم سے تھے، جو آج تک اطاعت کے حلقے سے آزاد رہتی آئی ہے، اور شاید ہمیشہ ایسی ہی آزاد رہے گی، شاید ایک معترض نہایت آسانی سے مامون پر یہ الزام لگائے، کہ ذوالریاستین جس نے مامون کی بنیاد حکومت کو گرتے گرتے سنبھال لیا

خود مامون کے اشارے سے قتل کیا گیا، لیکن ہم پوچھتے ہین کہ آخر علاج کیا تھا، نہ ذوالریاستین اپنی خودسری سے باز آسکتا تھا، نہ اہل عرب اس کے سامنے سر جھکا سکتے تھے، موقع ایسا آپڑا تھا، کہ بقاے خلافت اور ذوالریاستین کا اجتماع ناممکن ہوگیا تھا، مامون نے بے شبہ ذوالریاستین کو خلافت کی نذر کردیا، اب اگر یہ الزام کی بات ہے تو ہو، ہم مامون کو اس سے نہین بچا سکتے، ہان اس کا جواب ہمارے پاس بھی نہین کہ ذوالریاستین کے قاتلون کو اس نے کیون قتل کرادیا، شاید پالیسی کے وسیع قانون مین یہ باتین جائز رکھی گئی ہون،

ایک بار مامون نے احمد بن داؤد سے مخاطب ہوکر ایک نہایت پولیٹکل تقریر کی تھی جس کا اس موقع پر نقل کرنا نہایت موزون ہے، اس نے کہا کہ بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکان دولت کے ساتھ جو باتین کرگذرتا ہے عوام ہرگز اس کا انصاف نہین کرسکتے، وہ دیکھتے ہین کہ وزیر یا نائب السلطنت نے جو وفاداریان کین، ان کے بارے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہین ہوسکتی وہ بے تکلف راے لگا لیتے ہین کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا صرف حسد یا تنگ دلی کی وجہ سے کیا، لیکن ان کو کیا معلوم ہے کہ اس کے بعض افعال خود سلطنت کے خانہ برانداز ہین، اب بادشاہ دو مجبوریون مین گھر جاتا ہے، نہ اِس راز کو عوام پر ظاہر کرسکتا ہے، نہ اس کے وزیر یا نائب سے درگذر کرسکتا ہے مجبوراً وہ کرگذرتا ہے، جو ظاہر مین نہ کرنا چاہیے، وہ جانتا ہے کہ عوام تو کیا خواص بھی اس کو معذور نہ رکھین گے، لیکن ضرورت کسی کی نکتہ چینی کی پروا نہین[1] کرسکتی، شخصی حکومت کا زور مامون کے عہد مین بھی پوری قوت کے ساتھ قائم تھا، لیکن

---

[1] دیکھو رسالہ حکم و آداب صفحہ ۶۰

وہ اِس بدعت کا موجد نہین ہے، اور اگر اس کی چلتی تو اس حالت مین ایک مفید انقلاب پیدا ہو جاتا، بنو امیہ اور عباسیہ دونون نے اپنے طریق عمل سے خلافتِ اسلام کو خاندانی ترکہ قرار دیا تھا، مامون پہلا شخص ہے، جس نے اس جابرانہ قانون کو مٹا دینا چاہا اگرچہ افسوس ہے کہ کامیاب نہ ہو سکا، اس نے بڑی تحقیق اور تجربہ کے بعد ایک ایسے برگزیدہ[1] شخص کو ولیعہدی کے لئے انتخاب کیا، جو خاندان شاہی سے کچھ واسطہ نہین رکھتے تھے، بلکہ خاندان عباس ان کے ساتھ ایک موروثی رقابت کا خیال رکھتا تھا، یہی بات تھی کہ ان کے انتخاب پر آل عباس دفعتہً برہم ہو گئے، اور تمام ملک مین بغاوتین برپا ہو گئین تاہم مامون نے وہی کیا جو سچے کانشنس کی رو سے اس کو کرنا چاہیے تھا،

جب ان کو زہر دیدیا گیا، اور مامون کو پورا تجربہ ہو گیا کہ جو خاندان ڈیڑھ سو برس سے خلافت پر قبضہ کرتا آیا ہے وہ کسی طرح اپنے فرضی حق سے باز نہین آ سکتا، مجبورانہ اس نے بھی وہی کیا جو اُس کے اسلاف کرتے آئے تھے، تاہم اِس بات سے کہ اس نے اپنی اولاد کو چھوڑ کر جو حکومت کی قابلیت بھی رکھتی تھی، اپنے بھائی کو منتخب کیا،

ایک ایسی عالی حوصلگی اور سچی بے غرضی کا ثبوت ملتا ہے، جو تمام تاریخ اسلام مین بے نظیر ہے، گو مامون کی اولاد خلافت کے ناقابل نہ تھی، مگر اس مین شک نہین کہ اس کا لائق بھائی جو اپنے عہد مین معتصم باللہ کے لقب سے پکارا گیا قابلیت سلطنت کے لحاظ سے حق فائق رکھتا تھا،

---

[1] حضرت علی رضا علیہ السلام مراد ہین،

مامون کے عہد مین دوسری قومون کو جو حقوق حاصل تھے مہذب سے مہذب گورنمنٹ مین بھی اس سے زیادہ نہین ہو سکتے، یہود، مجوس، عیسائی، لامذہب اسکی وسیع حکومت مین نہایت آزادی سے بسر کرتے تھے، خاص دار الخلافہ بغداد مین بہت سے گرجے اور چرچ نئے تعمیر ہوئے موجود تھے، جن مین رات دن ناقوس کی صدائین گونجتی رہتی تھین، دربار مین ہر مذہب و ملت کے علما و فضلا حاضر رہتے تھے، اور مامون ان کے ساتھ نہایت عزت و توقیر سے پیش آتا تھا، جبریل بن بختیشوع جو ایک عیسائی فاضل تھا اس کی اس قدر توقیر کرتا تھا کہ عام حکم دیدیا تھا کہ جو شخص کسی ملکی عہدہ پر مقرر کیا جائے پہلے جبریل کی خدمت مین حاضر ہو[۱]،

خراسان مین جو کالج بنوایا تھا اس کا پرنسپل یعنی مہتمم اعظم ایک عیسائی کو مقرر کیا جسکا نام میسوع تھا[۲]، اس کی بے تعصبی کے ثبوت کے لئے ہم ذیل کی حکایت کافی سمجھتے ہین، جسکی نظیر آج بھی کسی مہذب ملک مین نہین مل سکتی،

عبدالمسیح بن اسحٰق کندی جو ایک عیسائی عالم اور معزز ملکی عہدے پر ممتاز تھا مامون کے ایک عزیز کا دلی دوست تھا،

اس ہاشمی نے عبدالمسیح کو نہایت نرم لفظون مین ایک دوستانہ خط لکھا کہ "اگر آپ مذہب اسلام قبول کر لین تو خوب ہو مجھکو افسوس ہے کہ ایک ایسے سچے مذہب کی طرف جیسا اسلام ہے ابتک آپ مائل نہین ہوئے ہین"، اس خط کے جواب مین عبدالمسیح نے جو کچھ لکھا کوئی شخص جب تک خود نہ دیکھ لے اس کا اندازہ نہین کر سکتا،

---

[۱] دیکھو طبقات الاطبا ترجمہ جبریل بن بختیشوع، [۲] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ ذکر مامون الرشید۔

اس برگزیدہ رہنماے خلق یعنی محمد مصطفےٰ صلعم اور قرآن مجید و صحابہؓ کی نسبت وہ الفاظ لکھے کہ سنکر دِل کانپ جاتا ہے یہ پورا خط جو ایک رسالہ کی شکل مین ہے بمقام لندن مطبع گلبرٹ اور رونگٹن تھوڑے دن ہوئے چھاپا گیا ہے، مین نے خود اس کو دیکھا، اور ناظرین کو یقین دلاتا ہون کہ دیکھنے کے وقت ایک ایک حرف پر میرا دل لرز جاتا تھا، اگر آج عبد المسیح زندہ ہوتا تو تعزیراتِ ہند کے اثر سے کبھی نہ بچ سکتا، مامون کے سامنے یہ خط پیش ہوا تو اس نے پڑھکر صرف یہ لکھا کہ "جو مذہب دنیا کے کام کا ہے وہ زردشت کا مذہب ہے، اور جو محض آخرت کیلئے مفید ہے وہ عیسائی مذہب ہے، لیکن دین و دنیا دونون کے لئے جو مذہب موزون ہے وہ اسلام ہے"،،

افسوس ہے کہ اس پر بھی یورپین مصنفین کو تسکین نہین ہے، اور وہ تاریخی تصنیفات مین ہمیشہ بادشاہانِ اسلام پر ایسے طریقے سے حملے کر جاتے ہین جسکی اصلی زد اسلام پر پڑتی ہے، ناواقف مورخین تو ایک طرف رہے مسٹر پامر صاحب جنکی عربیت کا ہم کو بھی اعتراف ہے اور جنکی نظم و نثر عربی و فارسی کا مجموعہ حال مین چھاپا گیا، تاریخ ہارون الرشید کے صفحہ ۲۴ مین لکھتے ہین کہ "اس کے بیہودہ مدبرون نے یہ بات اس کے ذہن نشین کر دی تھی بلکہ کل پیروِ اسلام اس بات کو اس وقت مین اور کچھ مسلمان اب بھی سمجھتے ہین کہ کافر کو خدا کی مخلوق ہی نہین کہا جا سکتا،،

ہم نہین جانتے پامر صاحب کو ایسے محیط اور عام اتہام کی جرأت اپنی عامیانہ تاریخ دانی پر کیون کر ہوئی جس تاریخ پر ان کو ناز ہے، وہ ہمارے سامنے موجود ہے، پامر صاحب اگر یہ بات یاد رکھتے تو اچھا ہوتا کہ جب خدا کی دنیا مسلمان فتحمندون کے ہاتھ مین دیدی گئی تھی تو جن لوگون نے ہزارون لاکھون بیحد گرجون کی حفاظت کا قطعی معاہدہ لکھدیا وہ

خلفاے راشدین تھے، جو ہر زمانہ مین مسلمانون کے رہنمائے کل مانے گئے ہین، کیا عمر بن عبدالعزیز جنھون نے دمشق کے عامل کو فرمان بھیجا کہ ولید نے گرجے کو توڑ کر مسجد مین جو اضافہ کرلیا تھا وہ ڈھا دیا جائے، اور عیسائیون کو اجازت دیدی جائے، کہ وہان پھر اپنا گرجا بنالین[1]، عمر ثانی نہین تسلیم کئے گئے ہین، اور کیا وہ لاکھون کروڑون مسلمانون کے جائز قائم مقام نہ تھے، کیا خاص دولت عباسیہ کے عہد مین دارالخلافت بغداد مین سینکڑون ہزارون عالیشان نئے گرجے نہین تعمیر ہوئے، جہان نہایت آزادی سے ہر ایک قسم کی مذہبی رسوم ادا کی جاتی تھین ہم پامر صاحب کے ہم خیال مصنفین کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ اگر ان کو شبہ ہو تو دیرالروم، دیراشمونی، دیرالثعالب، دیرورثا، دیرو ماس، دیرسمالو، دیرعذاری دیرالعارصیہ، دیرالزربقیہ، دیرالزندرود کے حالات معجم البلدان[2] مین پڑھین، عضد الدولہ دیلمی کہ دیلمی خاندان کا سرتاج اور خلافت بغداد کی قسمت کا مالک تھا، اس کا وزیراعظم نصر بن ہارون ایک عیسائی رئیس زادہ تھا، اسی نے عضدولہ کی خاص اجازت سے تمام ممالک اسلامی مین چرچ اور گرجے تعمیر کرائے[3]،

بے شبہہ مسلمانون مین ایسے بھی تنگدل لوگ گزرے ہین جو دوسرے مذہبون کی آزادی کو صدمہ پہونچاتے تھے لیکن یہ شخصی حالتین ہین اور ان سے عام راے کا اندازہ نہین ہوسکتا

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۲۵، [2] بغداد مین عیسائیون کے اور بہت سے گرجے تھے لیکن ہم نے مشہور اور ممتاز گرجون کے نام لکھے ہین، بعض گرجے خاص خاص تیوہارون کے لئے مخصوص تھے، جہان اوقات معینہ پر بڑا مجمع ہوتا تھا، اور بڑی شان و شوکت سے عیسائی اپنے مراسم مذہبی ادا کرتے تھے، [3] دیکھو روضۃ الصفا و حبیب السیر ذکر سلطنت عضدالدولہ،

ہم کو معلوم ہے کہ علی بن سلیمان گورنر مصر نے مصر کے تمام گرجے ڈھا دئے تھے، لیکن اسکے ساتھ ہم اس سے بھی واقف ہین کہ عیسٰی بن موسیٰ نے جو خاندان عباسی سے تھا اور ۱۷۱ھ مین مصر کا گورنر مقرر ہوا، خاص سرکاری خزانہ سے کل گرجے نئے سرے سے تعمیر کرائے،[1] مسلمانون کی حکومت مین دوسرے مذہب والون کو جو ملکی عہدے ملتے رہے ہین کون گورنمنٹ اس سے بڑھکر دے سکتی ہے، تاریخ ابن خلکان وفوات الوفیات مین ہم بہت سے یہودی اور عیسائیون کے نام پاتے ہین، جو مختلف وقتون مین بڑے بڑے معزز عہدون پر ممتاز رہے ہین، آغاز اسلام سے عبدالملک بن مروان کی سلطنت تک شام و عراق کا دفتر رومی و فارسی زبان مین رہا اور اتنی وسیع مدت تک خراج کے محکمہ مین عموماً دوسری ہی قومین سیاہ وسپید کی مالک تھین، اکبر و جہانگیر کی فیاضیون کو تو ہندوستان کا ایک ایک بچہ جانتا ہے عام میل جول کے لحاظ سے دیکھو تو تاریخ کے ہر صفحہ مین مسلمانون کی بے تعصبی کی شہادت ملیگی، سیکڑون عیسائی اور یہودی علمار جو عباسیون کے دربار مین تھے ان سے خلفار کس بے تکلفی اور یگانگت سے ملتے تھے جبریل جو ایک عیسائی فاضل تھا، اس کو ہارون الرشید نے علاوہ بے انتہا جاگیرون اور صلون کے یہ عزت دی تھی، کہ دربار مین جو شخص کوئی حاجت پیش کرنی چاہتا تھا اس کو پہلے جبریل کی خدمت مین باضابطہ حاضر ہونا پڑتا تھا، اس کا بیٹا بختیشوع جاہ و منزلت کے اس پایہ تک پہونچا کہ لباس و آرائش مین خلیفہ متوکل باللہ کا ہمسر گنا جاتا تھا،[2] خلیفہ المعتصم باللہ حکیم سلمویہ کی بیماری مین خود عیادت کرجاتا تھا اور

[1] دیکھو۔ نجوم ظاہرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ، واقعات ۱۷۱ھ [2] طبقات الاطبار لابن ابی اصبیعۃ مین جبریل اور بختیشوع کے حالات پڑھو،

اس نے انتقال کیا تو ایک دن کھانا نہین کھایا، اور حکم دیا کہ اس کا جنازہ
دار الخلافہ مین لاکر رکھا جائے، اور اس کے عزیز بخور و شمع کے ساتھ عیسائیون
کے طریقے کے موافق اس پر نماز پڑھین، خلیفہ معتضد باللہ کے دربار مین جہان
تمام وزرا، امرا دست بستہ کھڑے رہتے تھے صرف وزیر اعظم اور ثابت
بن قرہ کو جو ایک صابی المذہب عالم تھا بیٹھنے کی اجازت تھی، ایک دن
معتضد اور ثابت بن قرہ ہاتھ مین ہاتھ ڈال کر ٹہل رہے تھے، کہ دفعتہً
معتضد نے ہاتھ کھینچ لیا، ثابت ڈر گیا، معتضد نے کہا ڈرو نہین، میرا ہاتھ
اوپر تھا، مین نے یہ گستاخی پسند نہ کی، اہل علم کا ہاتھ اوپر چاہیے، ابتدا
مین مسلمانون نے ان ہی قومون سے علوم و فنون سیکھے، اور جب خود استادی
کے رتبہ پر پہنچے، تو کس سیر چشمی اور فیاضی سے ان کو علوم و فنون کی تعلیم
دے کر شاگردی کا حق ادا کیا، ان کا باہمی اخلاص اور آپس کی دوستانہ
گرم جوشیان آج بھی تعجب کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہین، علامہ شریف الرضی
نے جو مسلمانون کے ایک بڑے فرقے کے پیشوائے مذہبی ہین، ابو اسحق
صابی کا ایسا حسرت انگیز مرثیہ لکھا کہ اس کا ہم مذہب اور نہایت
دلی دوست بھی لکھتا، تو اس سے زیادہ درد انگیز اور پر اثر نہ لکھ سکتا
اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ علامہ موصوف جب کبھی ابو اسحق
صابی کے مزار کی طرف گذرتے تھے تو ہمیشہ اسکی تعظیم کیلیے سواری سے اتر
پڑتے تھے، اور اسکی قبر کے سامنے سے پیادہ پا گذرتے تھے[۵۱]،

۵۱ دیکھو نامہ دانشوران ناصری تذکرہ ابو اسحق صابی، نامہ دانشوران مین اس مرثیہ کے چند اشعار بھی نقل کئے گئے ہین،

ان باتون پر بھی مامون کی تاریخ کو بے داغ نہین کہ سکتے ہم کو ڈر ہے کہ آگے چل کر جہان مامون کے مذہب کا ذکر آئیگا ایک خاص مسئلہ مین اسکا مذہبی جنون دیکھ کر شاید ناظرین اس کی تمام خوبیان دفعتہً بھول جائین،

ہم کو افسوس ہے کہ اس ضمنی بحث کو ہم نے بہت کچھ سمیٹ کر لکھا تاہم موقع اور مقام کی حیثیت سے زیادہ لکھ گئے، ناظرین معاف فرمائین، لیکن یہ خیال رکھین، کہ ہماری اس بحث کے مخاطب صرف پامر صاحب نہین ہین، یورپ مین ان کے اور بھی بہت ہم زبان ہین اور اسی خیال سے ہم نے اس بحث کو ذرا طول دیدیا،

ذوق علمی، رصد خانہ، زمین کی پیمایش، فنون فلسفیہ کے ترجمے علوم کی اشاعت،

اگرچہ خاندانی جھگڑے پرزور بغاوتین۔ روم کی مہمات، بار انتظام اتنے کام تھے جو مامون کے روزانہ اوقات اور دل ودماغ کو مصروف رکھتے تھے، تاہم اس کے علمی ذوق پر غالب نہین آسکتے تھے، جب وہ مصر گیا تو ایک شخص نے اس کو مبارکباد دی کہ آج عراق، حجاز۔ شام۔ مصر سب آپ کے زیرنگین ہین اور رسول اللہ کے ابن عم ہونے کا شرف ان سب پر مستزاد ہے، مامون نے کہا "ہان مگر یہ آرزو ہنوز باقی ہے کہ مجلس عام مین شائقین حدیث جمع ہون اور مستملی میرے سامنے بیٹھا ہو اور کہے کہ ہان وہ کیا حدیث ہے مین بیان کرنا شروع کردون کہ حماد نے یہ روایت کی،، الخ۔ بچپن مین وہ اسلامی علوم کو حد کمال تک حاصل کرچکا تھا، اب فلسفہ پر مائل ہوا اور دن رات اسی تذکرے مین بسر کرتا تھا، اس کے علمی ذوق کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسکی آستینون پر اقلیدس کے مقالۂ اولی کی شکل پنجم کا طغرا بنا ہوتا تھا کیونکہ یہ شکل اس کو نہایت مرغوب تھی، اسی وجہ سے عربی مین پانچوین شکل کو شکل مامونی کہتے ہین، غالباً مامون کے سوا اور کسی بادشاہ اسلام کو یہ فخر حاصل نہین ہے کہ اس کے نام سے کوئی علمی اصطلاح قائم ہوئی ہو،

ہارون الرشید، کا قائم کیا ہوا بیت الحکمتہ موجود تھا جسمین پارسی عیسائی، یہودی، ہندو مترجمین نوکر تھے، اور فنون حکمت کے متعلق تصنیف

اور ترجمے کرتے رہتے تھے لیکن اب تک جو سرمایہ جمع ہوا تھا وہ مامون کے شوق علمی کیلئے کافی نہ تھا،

ایک رات خواب مین دیکھا کہ ایک محترم شخص تخت پر جلوہ فرما ہے، مامون نے نزدیک جاکر پوچھا "آپ کا اسم مبارک" تخت نشین نے کہا "ارسطو" مامون پر خوشی کی ایک کیفیت طاری ہوئی، پھر عرض کیا کہ "حضرت دنیا مین کیا چیز اچھی ہے" خیالی ارسطو نے جواب دیا "جس کو عقل اچھا کہے" دوبارہ مامون نے درخواست کی کہ مجھکو کوئی نصیحت ارشاد ہو۔ جواب ملا کہ "توحید اور صحبت نیک ہاتھ سے نہ دینا"

مامون یون ہی فلسفہ پر مٹا ہوا تھا۔ ارسطو کی زیارت نے اور بھی آگ پر روغن کا کام دیا اس نے قیصر روم کو خط لکھا کہ "ارسطو کی جس قدر تصانیف مل سکین، دارالخلافہ کو روانہ کی جائین" یہ وہ زمانہ تھا کہ بادشاہانِ اسلام کے معمولی خطوط قیصر و فغفور پر فرمان کا اثر رکھتے تھے، قیصر تعمیلِ ارشاد پر مستعد ہوا، مگر روم کے اطراف مین فلسفہ خود گمنام ہوچکا تھا، بڑی تلاش سے ایک راہب ملا جس نے پتہ دیا کہ یونان مین ایک مکان ہے جو قسطنطین کے زمانے سے مقفل ہے اور جتنے تاجدار اس کے بعد تخت نشین ہوے قفلون کی تعداد بڑھاتے گئے، قسطنطین نے فلسفہ کی تمام کتابین ہر جگہ سے جمع کرکے اس مکان مین بند کرادی تھین کہ اگر فلسفہ و حکمت کو آزادی ملی تو دین عیسوی کو سخت صدمے اٹھانے پڑین گے،

۱؎ اس خواب کا تذکرہ صاحب کشف الظنون نے ذکر حکمت مین اور علامہ ابن ابی اصیبعہ نے حنین کے ترجمے مین دو مختلف روایتون کے ساتھ کیا ہے، مین نے جو روایت لکھی وہ نامۂ دانشوران ناصری سے لکھی ہے،

راہب کی ہدایت پر یہ پرخطر خزانہ کھولا گیا، تو بہت سی کتابین محفوظ ملین
لیکن قیصر کو اب یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانون کے ساتھ ایسی فیاضی مذہباً ممنوع تو نہو،
ارکان دولت نے متفق اللفظ عرض کیا کہ "کچھ مضایقہ نہین، فلسفہ اگر مسلمانون مین پھیلا
تو ان کے مذہبی جوش کو بھی ٹھنڈا کرکے رہیگا"، قیصر نے بھی یہی مناسب سمجھا اور پانچ
اونٹ لادکر خاص فلسفہ کی کتابین مامون کے پاس روانہ کین، مامون نے تصنیفات
ارسطو کے ترجمے پر یعقوب بن اسحق کندی کو مامور کیا جو مختلف زبانون کے جاننے اور تحقیقات
علمی مین عموماً بے نظیر مانا جاتا تھا مامون نے خود بھی حجاج بن البطریق، سلما کو جو بیت الحکمہ
کے مہتمم اور افسر تھے، اس غرض سے روم بھیجا کہ اپنی پسند سے کتابین انتخاب کر کے
لائین، آرمینیہ، مصر، شام، سیپرس، اور دوسرے مقامات مین بھی قاصد بھیجے اور لاکھون
روپئے عنایت کئے کہ جس قدر صرف سے اور جس طرح ممکن ہو فلسفی تصنیفات بہم پہونچائین
اسی زمانہ مین قسطا بن لوقا ایک عیسائی فلاسفر اپنے شوق سے روم گیا، اور فنون
حکمت کی بہت سی کتابین بہم پہونچائین، مامون کو اس کا حال معلوم ہوا، تو بلا بھیجا
اور بیت الحکمہ مین ترجمے کے کام پر مقرر کیا، سہل بن ہارون کو جو ایک فارسی النسل حکیم
تھا، مجوسیون کے علوم و فنون کے ترجمے کی خدمت دی[1]،

مامون کی التفات اور توجہ دیکھکر تمام دربار مین یہ جوش پھیل گیا، محمد و احمد و حسن
نے جو مامون کے خاص ندیم اور ہندسہ حیل، موسیقی مین استاد مشہور تھے، روم کے
اطراف مین بہت سے ایلچی بھیجے اور فنون حکمیہ کی ہزارون کتابین منگوائین، دور دور

---

[1] یہ تمام تفصیل ہم اپنے رسالہ "مسلمانون کی گذشتہ تعلیم" مین لکھ چکے ہین، اور اس کو کسی قدر تغیر کے ساتھ یہان نقل کر دیا ہے

دردانہ ملکون سے مترجم بلوائے، اور بیش قرار مشاہرون پر ترجمہ کرنے کیلئے نوکر رکھا جبریل بن بختیشوع المتوفی سنہ ۲۱۵ھ جو ایک عیسائی طبیب اور دربارِ خلافت کا بڑا رکن تھا اس نے بھی ترجمہ کے کام مین بڑی فیاضیان دکھائین،

ہارونی و مامونی فیاضیون نے مال و دولت کے اعتبار سے اس کو ایک مستقل والئے ملک بنا دیا تھا[۱]،

اِس عہد مین جن کتابون کے ترجمے ہوے، وہ یونانی، فارسی، کالدی، قبطی، شامی زبانون کی تھین،

[۱] علامہ ابن ابی صبیعہ نے اپنی تاریخ مین جبریل کی آمدنی و مصارف کا ایک مفصل نقشہ نقل کیا ہے جو جبریل کے مرنے کے بعد اس کے خزانے مین پایا گیا تھا، ہم اس موقع پر صرف آمدنی کی بعض مدات لکھتے ہین جس سے معلوم ہوگا، کہ عباسی خاندان نے کس بے نظیر فیاضی سے اپنے دربار مین اہلِ کمال جمع کئے تھے، اور یہ کہ ان کی فیاضیون مین مسلمان اور دوسری قومین برابر حصہ رکھتی تھین،

تفصیل آمدنی عام صیغہ سے دس ہزار درہم ماہوار، خاص صیغہ سے پچاس ہزار درہم ماہوار لباس کیلئے پچاس ہزار درہم ماہوار، خوراک کیلئے پانچ ہزار درہم ماہوار، روزہ کے آغاز مین پچاس ہزار درہم، فطر کے دن پچاس ہزار درہم، خلیفہ کی فصد کے دن ہر دفعہ پچاس ہزار درہم، دوا پلانے کیلئے سال مین دوبار پچاس ہزار درہم، اس کے علاوہ خاندان شاہی اور دربار وزارت سے جو روزینے مقرر تھے انکی تفصیل یہ ہے،

زبیدہ خاتون پچاس ہزار درہم سال، عباسیہ پچاس ہزار درہم، فاطمہ ستر ہزار درہم، عیسی بن جعفر پچاس ہزار درہم، ابراہیم بن عثمان تیس ہزار درہم، یحیی بن خالد برمکی چھ لاکھ درہم سال جعفر برمکی بارہ لاکھ درہم، فضل بن یحیی چھ لاکھ درہم، فضل بن الربیع پچاس ہزار درہم،

جن بادشاہون سے دوستانہ تعلق تھا، چونکہ مامون کا میلانِ طبیعت اسی طرف
پاتے تھے، اسی مذاق کے تحف وہدایا بھیجتے تھے، ہندوستان کے ایک راجہ نے
اپنی ریاست کے مشہور حکیم دوبان کو اس کی خدمت مین بھیجا، اور خط مین لکھا کہ "جو ہدیہ
آپ کی خدمت مین روانہ کرتا ہون، دنیا مین اس سے بڑھکر مفید اور نامور اور معزز
تحفہ نہین ہو سکتا، اس حکیم نے کسی طرح معلوم کیا تھا کہ ایوان کسریٰ مین ایک صندوق
مدفون ہے، جس مین نوشیروان کے وزیر کی ایک نہایت بے مثل تصنیف چھپا کر رکھی
گئی ہے، مامون سے کہکر اُس نے صندوق منگوایا کھولا گیا تو دیبا کے ٹکڑے مین
لپٹا ہوا، قریباً سو ورق کا ایک رسالہ ملا، مامون نے اس کا ترجمہ سنا تو نہایت متأثر
ہوا، اور فضل بن سہل سے مخاطب ہو کر کہا کہ "خدا کی قسم کلام اس کو کہتے ہین۔ وہ
نہین جو ہم لوگ کیا کرتے ہین[1]"

حجاج بن یوسف کوفی، قسطا بن لوقا بعلبکی، ابو حسان، سلمان، حنین بن اسحاق،
سہل بن ہارون، ابو جعفر یحیی بن عدی، محمد بن موسی خوارزمی، حسن بن شاکر، احمد بن
شاکر، علی بن العباس بن احمد جوہری، یعقوب کندی، یوحنا بن ماسویہ، ابن البطریق،
محمد بن شاکر، یحیی بن ابی المنصور، مامون کے دربار کے مشہور مترجم، اور بیت الحکمت
کے مہتمم تھے ان مترجمون مین سے اکثر کی تنخواہین آج کل کے حساب سے ڈھائی ڈھائی
ہزار روپئے ماہوار تھین، ترجمہ کا کام دولت عباسیہ مین خلیفہ منصور کے عہد سے شروع
ہوا اور ایک مدت تک بڑے اہتمام سے جاری رہا، یہ کہنا قریباً صحیح ہے کہ یونان
اٹلی سسلی و اسکندریہ کا کوئی علمی سرمایہ ایسا باقی نہین رہا جو ترجمہ کے ذریعے سے عربی

[1] واسطۃ السلوک مطبوعہ ٹونس صفحہ ۶۵،۶۴۔

زبان مین منتقل نہین ہوا، یہی چیز ہے جسکی وجہ سے علمی دنیا مین دولت عباسیہ کی شہرت کی آواز بازگشت آج تک آرہی ہے،

لیکن بالخصوص مامون الرشید کا دور اس فخر کے تاج کا طرہ ہے، مامون کے سوا اور عباسی خلفا مثل ہارون الرشید وامین ومعتصم وغیرہ علوم فلسفیہ مین محض ناواقف یا برائے نام واقف تھے، اور اس وجہ سے ان کے اہتمام وتوجہ کا اثر وہ نہین ہوسکتا تھا جو ایک ماہر فن کا ہوسکتا تھا، اس سے زیادہ یہ کہ خوش قسمتی سے یا مامون کی رتبہ شناسی سے مامونی عہد کے مترجم زبان دان ہونے کے علاوہ حکیم اور مجتہد الفن بھی تھے، یعقوب کندی جو اس کے دربار کا بڑا مترجم تھا، مسلمانون مین ارسطو کا ہم پلہ تسلیم کیا گیا ہے، سلیمان بن حنان نے لکھا ہے کہ "اسلام مین کندی کے سوا اور کوئی شخص فلاسفر کے لقب سے ممتاز نہین ہوا، وہ طب، حساب، منطق، موسیقی، ہندسہ، طبائع، اعداد، نجوم، کا بہت بڑا ماہر تھا[1]، ان علوم مین اس کی مستقل تصنیفین موجود ہین، علامہ بن اصیبعہ نے اپنی کتاب طبقات الاطبا مین اس کی تصنیفون کی ایک مکمل فہرست لکھی ہے، جس مین دو سو بیاسی کتابون اور رسالون کے نام ہین، ان مین سے بعض مین اس نے یونانی حکما کی غلطیان ثابت کی ہین بعض مین حالات جدیدہ کا بیان ہے، ایک رسالہ ایک آلہ پر لکھا ہے جس سے تمام اجرام کا بعد دریافت ہوسکتا ہے ایک اور آلہ کی ترکیب لکھی ہے جس سے تمام معائنات کا بعد معلوم ہوسکے، اس قسم کے اور جدید آلات پر اس نے رسالے لکھے ہین، علوم فلسفیہ کے

---

[1] دیکھو طبقات الاطبا، حالات یعقوب کندی، مین نے جو کچھ اس حکیم کی نسبت لکھا ہے، اسی معتمد کتاب سے لکھا ہے، جو اپنے باب مین ایک بے نظیر تصنیف ہے،

ترجمہ مین اس بات کو بہت بڑا دخل ہے کہ مترجم فن سے مجتہدانہ واقفیت رکھتا ہو۔ اسی بنا پر ابومعشر نے کتاب المذکرات مین لکھا ہے۔ کہ اسلام مین عمدہ مترجم چار شخص گذرے "یعقوب کندی حنین بن اسحق، ثابت بن قرہ، عمر بن الفرخان الطبری، یعقوب کندی نے ترجمہ کے ساتھ اصل کتاب کی پیچیدگیان بھی رفع کر دین، اور اس وجہ سے اس کے ترجمے ایک اعتبار سے شرح کی حیثیت رکھتے ہین،

یعقوب کندی کی خاص تصنیفین جو منطق مین ہین ایک مدت تک درس مین داخل تھین اور جب تک ابونصر فارابی کی تصنیفین نہین شایع ہوئین انکا رواج تمام ممالک فارس و خراسان و عراق مین قایم رہا یعقوب کے شاگردون مین سے حسنویہ، بلمویہ، نفطویہ، احمد بن الطیب کو علمی شہرت حاصل ہے، احمد بن الطیب علوم فلسفیہ کا بڑا فاضل تھا اُس نے اکثر ارسطو وغیرہ کی تصنیفات کے خلاصے کئے اور شرحین لکھین،

مامون کے دربار کا دوسرا مترجم حنین[1] بن اسحق جسکا نشو و نما، مامون ہی کے عہد مین ہوا۔ ترجمہ کا نامور ہیرو ہے، عربیت کی تکمیل خلیل بن احمد بصری سے کی تھی، جو لغات عرب کا پہلا مدون اور فن عروض کا موجد ہے، یونانی زبان بلاد روم مین جاکر سیکھی اوّل اس نے جبریل بن بختیشوع کی خدمت مین رسائی حاصل کی رفتہ رفتہ دربار خلافت مین، مامون نے اس کو ترجمے کے کام پر مامور کیا، اور زر و مال سے مالا مال کر دیا مشاہرہ کے علاوہ صلہ و انعامات کی کوئی حد نہ تھی مشہور یہ ہے کہ مامون ہر کتاب کے ترجمے کے عوض کتاب کے برابر سونا تول کر دیتا تھا لیکن حنین نے خود ایک رسالہ مین دینار کی بجائے درہم کی تصریح کی ہے، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے کتاب طبقات الاطبا مین جو ۶۴۳ھ مین تالیف

[1] حنین کا مفصل تذکرہ طبقات الاطبا مین ملاحظہ کرنے کے قابل ہے۔

ہوئی لکھا ہے کہ مین نے خود حنین کے بہت سے ترجمے دیکھے جو اس کے کاتب ارزق کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے، اور جن پر مامون الرشید کا شاہی طغرا بنا ہوا تھا، ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے، کہ "یہ مترجم کتابین نہایت جلی خط مین تھین، کاغذ بھی نہایت گندہ تھا۔ اور ہر صفحہ مین صرف چند سطرین تھین، غالباً حنین قصداً کتاب کی ضخامت کو بڑھانا چاہتا تھا، کیونکہ کتاب کے برابر تول کر اس کو چاندی ملتی تھی" علامہ موصوف ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ اگر اس قدر گندہ اور مضبوط کاغذ پر بھی لکھی ہوتین تو آج تک یہ کتابین محفوظ نہ رہ سکتی تھین علامہ ابن ابی اصیبعہ نے حکیم جالینوس کے ذکر مین جالینوس کی ایک سو اکیس کتابون کے نام اور ان کے مضامین لکھے ہین پھر لکھا ہے کہ قریباً یہ سب کتابین حنین نے عربی مین ترجمہ کین حنین نے ایک رسالہ مین خود جالینوس کی تصنیفات کی تفصیل کی ہے، اور لکھا ہے کہ مین نے کن مشکلون سے یہ کتابین بہم پہونچائین اور ان کے ترجمے کئے وہ لکھتا ہے کہ کتاب البرہان کی تلاش مین جزیرہ فلسطین، مصر، اسکندریہ، اور تمام ممالک شام مین پھرا، لیکن صرف نصف مقالہ دمشق مین دستیاب ہوا، جالینوس کی کتابون کے ترجمے اور مترجمین نے بھی کئے، مثلاً الطاث، ابن بکی، بطریق، ابو سعید عثمان دمشقی، موسیٰ بن خالد، لیکن حنین کے ترجمون سے ان کو کچھ نسبت نہین ہے، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے موسیٰ بن خالد کے ترجمے خود دیکھے، ان کا بیان ہے کہ دونون مین زمین آسمان کا فرق ہے، تعجب ہے کہ حنین خود بھی صاحبِ تصنیفات تھا، طبقات الاطبا مین اس کی خاص تصنیفات کی فہرست تین صفحون مین نقل کی ہے، جس کو ہم تطویل کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہین،

حنین کا نامور فرزند اسحق اور اس کا بھانجا جیش، ان دونون نے ترجمہ کے کام کو

بہت وسعت دی، ارسطو کی اکثر فلسفی تصانیف اسحق نے ترجمہ کین،

قسطا ابن لوقا بعلبکی بھی نہایت نامور فاضل اور مختلف زبانون کا ماہر تھا، ابن الندیم کا بیان ہے کہ "وہ طب، فلسفہ، ہندسہ، اعداد، موسیقی مین مہارت کامل رکھتا تھا، یونانی زبان نہایت فصاحت سے بولتا تھا، عربیت مین کامل تھا، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے، کہ اس نے یونان کی بہت سی کتابین عربی مین ترجمہ کین، اور اکثر پہلے ترجمون کی اصلاح کی"، اس کے علاوہ وہ خود بھی صاحب تصنیفات تھا، طبقات الاطبا مین اس کی بہت سی تصنیفات کے نام لکھے ہین،

خاص مامون کے عہد مین جس قدر کتابین ترجمہ ہوئین، اور ان پر جو شروح و حواشی لکھے گئے ان کی فہرست کے لئے ایک مستقل رسالہ درکار ہے[1]،

مامون جس قدر فلسفہ کے دلچسپ مسائل سے آگاہ ہوتا گیا، اس کے شوق تحصیل کو اور ترقی ہوتی گئی، اور زیادہ تر تحقیق و ترجمے پر مائل ہوا،

علم جبر و مقابلہ پر اسلام مین اوّل جو کتاب لکھی گئی وہ اسی عہد کے ایک مشہور عالم محمد ابن مکی خوارزمی نے مامون کی فرمائش سے لکھی، یہ تصنیف آج بھی موجود ہے اور اس قدر جامع و مرتب ہے کہ گو علمائے اسلام نے جبر و مقابلہ مین سیکڑون نادر کتابین لکھین لیکن

---

[1] تعجب ہے کہ صاحب کشف الظنون نہ صرف مامون الرشید بلکہ خاندان عباسیہ کی مجموعی کوششون کو بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتے ہین، وہ علم حکمت کے ذیل مین لکھتے ہین کہ یونان کی عمدہ اور معظم تصنیفات عربی مین ترجمہ نہین ہوئین اور جس قدر ہوئین ان مین اکثر غلطیان رہ گئین،
مین اس موقع پر صرف اس قدر کہنا چاہتا ہون کہ صاحب کشف الظنون کو تاریخ الحکما، و طبقات الاطبا لابن ابی اصیبعہ غور سے پڑھنا چاہئے تھا، مین کئی سو تصنیفات کے ترجمون کا نشان دے سکتا ہون،

اصل مسائل مین اس سے زیادہ ترقی نہ کر سکے، یونانی کتب حکمت مین اس نے پڑھا تھا کہ کرۂ زمین کا دور ۲۴ ہزار میل ہے،

مزید تحقیق کے لحاظ سے محمد و احمد و حسن کو جو اُس کے خاص ندیم اور فنون حکمت کی ترقی و اشاعت مین اس سے بھی کچھ زیادہ سرگرم تھے حکم دیا کہ دربار مین جو ہیئت دان ماہرِ فن ہین، ان کو ساتھ لین، اور کسی ہموار اور وسیع صحرا مین آلات رصدیہ اور اصول حساب کے استعمال سے کرۂ زمین کی پیمایش کرین سنجار کا سطح اور وسیع میدان اس تجربے کیلئے نہایت مناسب مقام تھا، ان لوگون نے پہلے ایک جگہ ٹھہر کر آلات رصدیہ کے ذریعے سے قطب شمالی کا ارتفاع معلوم کیا، پھر وہان ایک کھونٹی گاڑدی، اور ایک لمبی رسی اس مین باندھکر ٹھیک شمال کی سمت چلے، رسّی جہان ختم ہوگئی، وہان ایک دوسری کھونٹی گاڑدی، اور اس مین ایک رسّی باندھکر پھر شمالی سمت کو چلے اور ایک جگہ ٹھہر کر رصد سے دیکھا تو قطب شمالی کا ارتفاع ایک درجہ بڑھ گیا تھا، اب جس قدر مسافت طے ہوئی تھی اس کی مساحت کی تو ۶۶ میل اور دو ثلث میل ٹھہری، اس سے نتیجہ نکالا کہ آسمان کے ہر ایک درجہ کے مقابل زمین کی سطح ۶۶ میل اور دو ثلث میل ہے، پھر اسی مقام سے ٹھیک جنوب کی طرف چلے اور اسی طرح رسیان باندھتے گئے یہان قطب شمالی کا ارتفاع لیا تو معلوم ہوا کہ ایک درجہ کم ہے، اب اس طرح حساب لگایا، کہ ایک درجہ کے مقابل زمین کی جو مسافت ٹھہری تھی، اس کو تین سو ساٹھ مین ضرب دیا کیونکہ آسمان کے درجے اسی قدر قرار دیئے گئے ہین، اس حساب سے محیط زمین ۲۴ ہزار میل ٹھہرا[1]،

دولت اسلامیہ مین اوّل جس نے رصدخانہ کی بنیاد ڈالی اور بیش بہا آلات رصدیہ

---

[1] ابن خلکان، ترجمہ محمد بن موسیٰ،

مہیا کئے، وہ یہی نامور خلیفہ مامون ہے، اِس کام کے لئے اُس نے علاوہ ان لوگون کے جو دربار مین تھے، تمام ممالک محروسہ سے ہیئت وہندسہ کے ماہرین فن طلب کئے، اور ۲۱۴ھ مین بمقام شماسیہ عظیم الشان رصد خانہ قائم کیا، جس کے مہتمم یحییٰ بن ابی المنصور، راس المنجمین خالد بن عبد الملک مرورذی، سند بن علی، عباس بن سعید جوہری، اور چند ریاضی دان علماء تھے، نہایت بے بہا آلات رصدیہ طیار ہوئے، اور آفتاب کے میل کا مقدار، اس کے مرکزون کا خروج اوج کے مواضع، اور چند سیارات وثوابت کے حالات دریافت کئے گئے،[۱]

مامون کے زمانہ تک جس زیچ پر اعتماد کیا جاتا تھا، وہ محمد بن ابراہیم فزاری کی تالیف تھی، لیکن نئی تحقیقات کے بعد مامون کے ایک بڑے منجم ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے جو زیچ ترتیب دی، اس کی شہرت مقبول نے اورون کا نام مٹا دیا، یہ زیچ دنیا کی تمام مستند زیچون سے ماخوذ تھی، اوساط ہندوستان کی زیچ کے مطابق رکھے تھے، تعدیلین فارس کی تحقیقات کے موافق تھین، اور میل شمس مین بطلیموس کی رائے لی تھی، اس کے ساتھ ترتیب وتقریب کے متعلق خود پسند ایجادین کی تھین،[۲]

مامون کے ایک دوسرے منجم حبش حاسب مروزی نے بھی تین زیچین طیار کین مگر ان مین جو تحقیقات جدیدہ کے مطابق اور مامون کے نام سے منسوب ہے زیادہ مشہور ہوئی،[۳]

ایشیائی حکومتون مین کسی چیز کی اشاعت کے لئے صرف یہ بات کافی ہے کہ فرمانروائے

۱؎ کشف الظنون ذکر الرصد، ۲؎ دیکھو جامع القصص الہندیہ مطبوعہ فرانس مقام بن ۱۸۴۵ صفحہ ۱۰
۳؎ نامہ دانشوران ناصری صفحہ ۱۲۵،

وقت اس کا قدر دان ہو، لیکن مامون کے عہد مین چند اور باتین جمع ہو گئی تھین،

اس وقت تک مسلمانون مین عزم و ثبات کا عام مادہ موجود تھا، اور ہر شخص کا دل جوش اور امنگ سے لبریز تھا، یہ سرگرم طبیعتین جس طرف رخ کرتی تھین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھتی تھین اس کے ساتھ مامون کی پایہ شناسی اور فیاضیون نے اور بھی حوصلے بڑھا دیئے، اور چونکہ مامون خود نہایت محقق اور ماہر فن تھا، اور اس کے دربار مین فروغ پانا کچھ آسان بات نہین تھی، ملک مین کمال کا عام رواج ہو گیا،

۲۱۷ھ مین جب وہ بغداد پہونچا تو قاضی یحییٰ بن اکثم کو حکم دیا کہ علما و فضلا مین سے بیس شخص انتخاب کئے جائین جو علمی مجلسون مین شریک ہوا کرین فرامین بھیجکر ہر جگہ سے ادیب، فقیہ، شاعر، متکلم، حکیم طلب کئے، اور معقول تنخواہین مقرر کین[۱]،

اصمعی کو جو ایک اعجوبۂ روزگار شخص، اور لغات عرب مین قریبًا ایک خمس اسی کی روایت ہے بصرہ سے بلانا چاہا، مگر چونکہ اس نے ضعف اور پیرانہ سالی کا عذر کیا، اس لئے حکم دیا، کہ نحو اور ادب کے مشکل مسائل جو دربار کے علما حل نہ کر سکین، اصمعی کے پاس جواب کی غرض سے بھیجے جائین[۲]، شاہ یونان کو خط لکھا کہ حکیم لیو کو اجازت دی جاوے کہ مجھکو یہان آکر فلسفہ پڑھا جائے جس کے عوض مین صلح دائمی کا وعدہ اور پانچ ٹن سونا دینا منظور کرتا ہون[۳]،،

فرا نحوی کو جو علم نحو کے ارکان مین شمار کیا گیا ہے، حکم دیا کہ نحو مین ایسی جامع کتاب لکھے جو تمامی اصول پر حاوی اور اہل زبان کے محاورات اور طریق استعمال سے مستنبط ہو،

[۱] مروج الذہب مسعودی ذکر خلافت قاہر باللہ، [۲] ابن خلکان ترجمہ اصمعی [۳] چیمبرس انسائکلو پیڈیا مطبوعہ ۱۸۶۰ء صفحہ ۳۴۷ جلد اول،

اِس غرض سے ایوانِ شاہی کا ایک کمرہ خالی کیا گیا، اور خدام و ملازم مقرر ہوئے کہ فرا کو کسی ضرورت کے لئے کچھ کہنا نہ پڑے، صرف نماز کے وقت آدمی اطلاع کرتا تھا، کہ "وقت ہوا"، بہت سے کاتب اور ناقلین معین ہوئے کہ جو کچھ فرا بتاتا جائے، لکھتے جائین، دو برس کی متصل محنت مین ایک نہایت بسیط کتاب تیار ہوئی، مامون نے حکم دیا کہ اسکی بہت سی نقلین لکھواکر کتب خانون مین بھیجی جائین اِس کتاب کا نام کتاب الحدود ہے، فرا نے اِس کے بعد کتاب المعانی لکچر کے طور پر لکھوائی، راوی کا بیان ہے کہ جو شایقین فنِ اسکے لکھنے کے لئے ہر روز فرا کی خدمت مین حاضر رہتے تھے، مین نے ان سب کا شمار کرنا چاہا تو نہ کرسکا، لیکن صرف قاضیون کو گنا تو اسّی تھے[۱]،

مامون کے عہدِ خلافت کی ایک بڑی یادگار یہ ہے کہ فارسی شاعری کی ابتدا اسی زمانے مین ہوئی، گو فارس مین اسلام سے پہلے سخنوری اوج کمال تک پہونچ چکی تھی لیکن فتوحات عرب کے سیلاب مین وہ دفتر خدا جانے کہان بہ گئے کہ آج بڑے بڑے وسیع النظر مصنف تذکرون کے ہزارون ورق الٹ کر بھی ایک قطعہ یا غزل کا پتہ نہین دے سکتے، فارسی لٹریچر پر خلافت مامون کا یہ ابدی احسان ہے کہ اِس عہد مین اسکی مردہ شاعری نے دوبارہ جنم لیا، مامون کی مادری زبان فارسی تھی، اس کا ابتدائی زمانہ بھی خراسان مین بسر ہوا، لیکن دربار مین صرف عرب کے شعرا تھے، جو جشن اور خوشی کے موقعون پر فصیح و بلیغ قصائد لکھکر گرانبہا صلے حاصل کرتے تھے، اِس بات نے عباس مروزی ایک ایرانی فاضل کو رشک کے ساتھ حوصلہ دلایا کہ ملک کی مردہ شاعری کو پھر زندہ کرے مامون کی مدح مین اس نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے چند شعر یہ ہین[۲]:-

[۱] مرات الجنان یافعی، ابن خلکان ترجمہ فراء نحوی، [۲] دیکھو تذکرہ مجمع الفصحاء، ذکر عباس مروزی،

اے رسانیدہ بدولت فرق خود بر فرقدین	گسترانیدہ بفضل وجود در عالم یدین
مر خلافت را تو شایستہ چو مردم دیدہ را	دین یزدان را تو بایستہ چو رخ را ہر دو عین
کس بدین منوال پیش از من چنین شعری نگفت	مر زبانِ پارسی را ہست با این نوع بین
لیک از ان گفتم من این مدحت ترا تا این لغت	گیرد از مدح وثنائے حضرت تو زیب وزین

حکومت کی تاثیر دیکھو، عربی الفاظ نے ہزارون برس کی خاص اور منجھی ہوئی زبان پر کس قدر جلد قبضہ کرلیا، کہ حب وطن مین ڈوبا ہوا شاعر، اپنے ملک کی زبان کو اس سے آزاد کرنا چاہتا ہے، اور نہین کرسکتا،

مامون کے عہد مین علم خط نے بھی جو ایشیا کا ایک بڑا جوہر ہے نہایت ترقی حاصل کی اس سے پہلے بھی بہت سے خط ایجاد ہو چکے تھے منصور و مہدی عباسی کے زمانے مین اسحٰق بن حماد مشہور خوشنویس تھا اس کے شاگرون نے بارہ قسم کے خط ایجاد کئے تھے لیکن اس وقت تک کسی نے اس فن کی اصول وضوابط نہین لکھے تھے، بلکہ یہ کہنا چاہیے، کہ اس وقت تک یہ فن کوئی علمی فن نہ تھا، سب سے پہلے مامون کے درباریون مین سے احول محرر نے اس کے اصول و قاعدے منضبط کئے، مامون کے وزیر اعظم ذوالریاستین نے بھی ایک خط ایجاد کیا، جو اس کی طرف منسوب ہو کر قلم الریاسی کے نام سے مشہور ہے،

مامون کا فضل و کمال، علمی مجلسین، اہل علم، کی قدردانی،

اسلام کو آج تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے، اس وسیع مدت مین ایک تخت نشین بھی ایسا نہین گذرا جو فضل و کمال کے اعتبار سے مامون کی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا' افسوس ہے کہ سلطنت کے انتساب نے اس کو خلفاء و سلاطین کے پہلو مین جگہ دی' ورنہ شاعری، ایام العرب، ادب، فقہ، فلسفہ کونسی بزم ہے، جہان فخر و شرف کے ساتھ اسکا استقبال نہ کیا جاتا، قریبًا پانچ برس کی عمر مین وہ مکتب مین بٹھایا گیا، علما جو اس کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے، ہر ایک یگانۂ وقت تھا،

یزیدی، جس کو تعلیم کے ساتھ اتالیقی کی خدمت بھی سپرد تھی، ایک مشہور مصنف ہے' خلیل بصری جو لغات عرب کا پہلا مدوّن ہے، اس کا استاد تھا، لغت مین کتاب النوادر یزیدی ہی کی تصنیف ہے، وہ ۲۰۲ھ تک زندہ رہا اور ہمیشہ مامون اسکی صحبت سے مستفید ہوتا رہتا تھا، مامون کا دوسرا استاد، کسائی نحو کے مجتہدین مین شمار کیا گیا ہے، امام مالک جو فن حدیث مین مامون کے استاد تھے، مشہور امام ہین، آج دنیا مین سنی مذہب کے لوگ قریبًا ایک ربع اُنھین کے مقلد اور پیرو ہین،

مامون کے اساتذہ اور طالب العلمی کے حالات کو اس موقع پر ہم دہرانا نہین چاہتے' ناظرین کتاب کے حصۂ اوّل مین جہان یہ حالات پڑھ چکے ہین، ان صفحون کو ایک بار اور

اٹھاکر دیکھ لین، ذیل کی حکایتون سے جو نہایت صحیح اور مستند تاریخی شہادتون سے ثابت ہین
مامون کی جامعیت اور فضل و کمال کا اندازہ ہوسکتا ہے،

ایک دن علما کا مجمع تھا ہر فن کے اہل کمال دربار مین حاضر تھے، ایک عورت فریادی
آئی کہ میرا بھائی چھ سو اشرفیان چھوڑ کر قضا کر گیا، مگر لوگون نے ترکہ مین مجھکو ایک ہی اشرفی
دلوائی، مامون نے ذرا دیر دل ہی دل مین کچھ حساب لگایا، دیکھا تو سہام صحیح تھے عورت
سے کہا کہ ہان تجھکو اتنا ہی ملنا چاہئے، اِس غیر متوقع جواب پر سب کو حیرت ہوئی علماء نے پوچھا
امیرالمومنین! کیونکر؟ مامون نے کہا متوفی کی دو بیٹیان ہونگی دو ثلث یعنی چار سو اشرفیان
تو انکو ملین، مان بھی ہوگی جس کو سدس یعنی سو اشرفیان پہونچین، زوجہ کو ثمن یعنی پچھتر ملا ہوگا
۲۵ باقی رہے، مامون نے عورت کی طرف مخاطب ہوکر کہا، سچ کہنا تیرے بارہ بھائی ہین
عورت نے تسلیم کیا ہان، مامون نے کہا دو دو ان کو ملین، ۲۴ ہوئین، ایک باقی رہی
وہ تیرا حق ہے[1]،

ایک بار ایک شخص مامون کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ محدث ہون، اور
اسی فن مین کل زندگی بسر کردی ہے، مامون نے کہا اس مسئلے کے متعلق کتنی حدیثین یاد
ہین؟ وہ ایک بھی نہ بتا سکا، مامون نے بیسیون روایتین بیان کین اور سندون کا ایک
تار باندھ دیا کہ اِس باب مین ہشیم نے یہ کہا ہے، حجاج نے یہ روایت کی ہے، ایک دوسرے
محدث کا یہ قول ہے، پھر اس شخص سے ایک دوسرا مسئلہ پوچھا وہ اب بھی عاجز رہا، مامون
نے اُسی طرح حدیث کے متعدد طریقے بیان کئے، اور درباریون سے مخاطب ہوکر کہا کہ لوگ
تین دن حدیث پڑھکر بھول جاتے ہین کہ ہم بھی محدث ہین، خیر تین درہم اس کو دلاؤ[2]،

---

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی، [2] تاریخ الخلفاء سیوطی،

ادب وشاعری مین وہ کمال بہم پہونچایا تھا کہ بڑے بڑے ماہرین فن اس کی استادی کا اعتراف کرتے تھے قدما اور شعراے جاہلیت کے علاوہ شعراے عصر کے مشہور قصائد اور قطعے اس کو نوک زبان یاد تھے، اور اس باب مین اس کی شہرت ضرب المثل کی حد تک پہونچ گئی تھی، علامہ یزیدی نے ایک بار خلیفہ واثق کی تعریف کی کہ تمام خلفائے عباسیہ مین واثق کے برابر کسی کو عرب کے اشعار نہین یاد تھے، لوگون نے نہایت متعجب ہو کر کہا، کیا مامون سے بھی زیادہ، یزیدی نے کہا ہان،، مامون نے ادب مین نجوم اور طب اور منطق کو بھی ملا دیا تھا، لیکن واثق نے ادب کے سوا اور کسی فن کی طرف توجہ بھی نہین کی،، مامون کو اس ذوق شوق مین شان سلطنت کا بھی خیال نہ تھا، خود اس کی ہجو مین دعبل وغیرہ نے جو لکھا تھا اس کو حفظ یاد تھا، اور اور زبان کی شستگی کے لحاظ سے اس کی تحسین کرتا تھا، خدا نے طبیعت ایسی موزون اور طباع عطا کی تھی، کہ شعرا اس کی زود فہمی اور نکتہ سنجی پر حیرت زدہ ہو جاتے تھے، ایک موقع پر جب عمارۃ بن عقیل نے سو شعرون کا ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا تو ہر شعر پر مصرعہ ثانی کے شروع ہونے سے پہلے **مامون** بتا تا گیا کہ یہ قافیہ ہے، اور اس پہلو سے بندھا ہو گا، عمارۃ نے حیرت زدہ ہو کر کہا، خدا گواہ ہے، اب تک اس قصیدہ کا ایک شعر بھی مین نے ظاہر نہین کیا ہے، مامون نے کہا تم کو معلوم ہو گا کہ جب عبد اللہ بن عباس کے سامنے ایک شاعر نے اپنا لکھا ہوا قصیدہ پڑھا تو وہ برابر دوسرا مصرعہ پڑھتے گئے، مین انھین کا فرزند ہون[1]، ایک بار اس نے محمد بن زیاد اعرابی سے جو مشہور ادیب اور نساب تھا پوچھا کہ ہند کے اس مصرعہ مین نحن بنات طارق، (ہم طارق کی بیٹیان ہین) طارق سے کون مراد ہے، محمد بن زیاد نے بہت خیال دوڑایا، مگر ہند کے خاندان مین طارق کسی

---

[1] تاریخ الخلفا سیوطی،

کا نام نہ تھا، آخر عرض کیا حضور مین نہین بتا سکتا، مامون نے کہا "یہان طارق کے معنی، ستارہ کے ہین، جیسا کہ قرآن کی اس آیت مین ہے وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، شاعر نے فخریہ اپنے کو ستارہ کی طرف منسوب کیا ہے، محمد نے عرض کیا کہ کوئی سند ارشاد ہو، **مامون** نے کہا مین خود مجتہد لغن او مجتہد یعنی (ہارون الرشید) کا فرزند ہون، یہ کہکر فخر کے جوش مین عنبر کا ایک غلہ جو ہاتھ مین لئے ہوے تھا، محمد کی طرف پھینکا، محمد نے اس گران بہا انعام کو جو پانچہزار درہم قیمت رکھتا تھا، بڑی خوشی سے قبول کیا، اور رخصت ہوا،[1]

مروان بن ابی حفصہ اس زمانہ کا ایک مشہور شاعر تھا، ہارون الرشید نے اسکو ایک قصیدہ پر اسپ خاصہ و خلعت اور پانچہزار دینار انعام مین دیئے تھے، چونکہ مامون الرشید باپ سے بھی زیادہ فیاض اور پایہ شناس تھا، مروان نے اس امید پر کچھ مدحیہ اشعار لکھے اور مامون کو سنائے، لیکن اس بات سے کہ مامون نے نہ کچھ داد دی نہ اس کے چہرے سے کچھ قبول کا اثر ظاہر ہوا، مروان کو سخت تعجب ہوا دربار سے واپس آکر عمارہ بن عقیل سے کہا، "کیون تمھاری کیا راے ہے؟ مین تو خیال کرتا ہون کہ مامون کو سخن فہمی کا مطلق مادہ نہین ہے،" (عمارہ) این! مامون سے زیادہ اور کون نکتہ سنج ہوسکتا ہے (مروان) اگر مین نے تو اس کے سامنے یہ لاجواب شعر پڑھا، اور اس کو ذرا جنبش نہ ہوئی،

اضحیٰ امام الھدیٰ المامون مشتغلا

بالدین والناس بالدنیا مشاغیل

ترجمہ، لوگ دنیا کے کاروبار مین پھنسے ہین، لیکن امام، رہنما مامون دین مین مشغول ہے (عمارہ) سبحان اللہ! اس شعر کی بھی آپ داد چاہتے ہین، مامون نہ ہوا کوئی بڑھیا

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی، [2] تاریخ الخلفاء سیوطی،

ہوئی کہ محراب مین بیٹھی تسبیح پھرا رہی ہے، اگر مامون (جو بار سلطنت کا حامل ہے) دنیا کا کفیل نہ ہوگا تو اور کون ہوگا (مروان) اب مین سمجھا کہ میری خطا تھی[۱]،

مامون کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا عموماً لوگ اعتراف کرتے ہین، ثمامہ بن اشرس کا قول ہے کہ مین نے جعفر برمکی اور مامون سے زیادہ فصیح و بلیغ کسی کو نہین دیکھا،

مامون کے خطبے اب بھی موجود ہین، جن کے ہر فقرہ سے شستہ بیانی اور زور طبیعت کی شہادت ملتی ہے اگرچہ اس وقت خطبون کا وہ زور شور نہین رہا تھا، جیسا جاہلیت یا آغاز اسلام مین تھا، اور خصوصاً پولیٹیکل موقع پر تو اس کی صدا بالکل نابید ہو گئی تھی، تاہم جمعہ اور عیدین مین ابتک فصحا اپنی تیغ زبان کا جوہر دکھاتے تھے، لیکن آج کل کی طرح لکھ کر آموختہ نہین سناتے تھے، بلکہ جو کچھ کہتے تھے. زبانی اور برمحل کہتے تھے، اس قسم کے خطبے جو مامون نے مختلف وقتون مین پڑھے کتاب العقد لابن عبد ربہ مین بالفاظہا مذکور ہین، مگر افسوس ہے کہ ان کا نقل کرنا یہان موزون نہ ہوگا، ناظرین مین سے عربی دان کتنے ہین، اور ترجمہ کیا جاوے تو وہ بات نہین رہتی سخنوری کے لحاظ سے مامون ایک بلند مرتبہ شاعر تھا، اس کے چند شعر جنکی نازک خیالی اور مضامین کی خوبی کا اندازہ کسی قدر ترجمہ سے ہو سکتا ہے، ہم اس موقع پر نقل کرتے ہین[۲]:-

لسانی کتوم لاسرارکم ودمعی نموم لسری مذیع

میری زبان تمھارے رازون کو چھپاتی ہے لیکن آنسو غماز ہین اور میرے راز کو فاش کر دیتے ہین

فلو لا دموعی کتمت الھوی ولو لا الھوی لم یکن لی دموع

اگر آنسو نہ ہوتے تو مین عشق کو چھپا سکتا، اور اگر عشق نہ ہوتا، تو آنسو ہی کیون ہوتے،

---

[۱] تاریخ الخلفاء سیوطی، [۲] یہ اشعار فوات الوفیات و تاریخ الخلفاء و کامل ابن الاثیر و عقد الفرید سے جمع کئے گئے ہین،

انا المامون والملك الهمام ولکنی بحبك مستهام

مین مامون ہون اور عظیم الشان بادشاہ ہون، لیکن تیرے عشق مین سرگشتہ ہون،

اترضی ان امت علیك وجدا ویبقی الناس لیس لھم امام

کیا تجھکو یہ پسند ہے کہ مین تیرے عشق مین مرجاؤن، اور دنیا بے امام کے رہ جائے،

بعثتك مرتادا ففزت بنظرة واغفلتنی حتے اسأت بك الظنا

مین نے تجھکو محبوب کی تلاش مین بھیجا، تو اس کے دیدار سے کامیاب ہوا، اور مجھے بھول گیا جس سے مجھکو تیری نسبت بدگمانی ہوئی،

فناجیت من اھوی وکنت مباعدا فیالیت شعری عن دنوك ما اغنی

میرے محبوب سے تو نے سرگوشی کی اور مین دور تھا، ہاے! تیرا قرب (محبوب سے) میرے کس کام آیا؟

فیالیتنی کنتُ الرسول وکنتنی فکنتُ الذی یقصے وکنت الذی ادنے

کاش مین ہی قاصد ہوتا، اور تو بجاے میرے ہوتا، پس تو محبوب سے دور رہتا اور مین قریب ہوتا

اری اثرا منه بعینیك بینا لقد اخذت عیناك من عینه حسنا

مین تیری آنکھون مین علانیہ محبوب کا اثر دیکھتا ہون، بے شبہہ تیری آنکھون نے اُس کی آنکھون سے حسن لے لیا ہے،

قاصد پر رشک کرنا، شعرا کا ایک وسیع مضمون ہے، اور بہت سے نازک خیالون نے اِس کے مختلف پہلو نکالے ہین، عرفی نے قاصد سے گذر کر خود پیغام پر رشک کیا ہے اس کا شعر یہ ہے، **شعر**

بسوئے او نفرستم پیام ازان ترسم کہ بر حکایت من مطلع شود پیغام

مگر نکتہ سنج سمجھ سکتا ہے کہ مامون نے اِس مضمون کو کس کس طرح پلٹا ہے، اور ہر بندش مین جدت کے ساتھ بات مین بات نکالی ہے،

ایک بار عید کے دن مامون کے خوان کرم پر بہت سے معزز مہمان جمع تھے، تین سو سے زائد مختلف اقسام کے کھانے دسترخوان پر چنے گئے، مامون ہر ایک کا خاصہ اور اثر بتاتا جاتا تھا کہ بلغمی مزاج کو یہ مفید ہے، سوداوی کو وہ نافع ہے، جس کو صفرا کا زور ہو، وہ اِس خاص قسم سے پرہیز کرے، جو تقلیل غذا کا عادی ہے وہ یہ کھائے، مامون کی ہمہ دانی پر تمام حاضرین محو حیرت تھے، قاضی یحییٰ بن اکثم سے نہ رہا گیا، بے ساختہ بول اٹھے کہ امیر المومنین آپ کی کس کس بات کی تعریف کی جائے، طب کا ذکر ہو تو آپ جالینوس وقت ہین، انجوم کی بات چھڑے تو ہرمس، فقہ کی بحث ہو تو علی مرتضیٰ، سخاوت مین حاتم، راست بیانی مین ابوذر، وفا مین سموال، اس سچی خوشامد سے مامون بھی بھڑک اُٹھا، اور کہا کہ ہان آدمی کو جو شرف ہے عقل سے ہے، ورنہ خون اور گوشت مین کیا خوبی رکھی ہے،

مامون کے بعض دلآویز اقوال اس موقع پر نقل کرنا موزون ہوگا، جن سے اس کے لطیف اور اعلیٰ و فیاضانہ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے، اس کا قول تھا کہ شریف وہ ہے جو بڑون کو دبالے، اور چھوٹون سے خود دبے، عقلون کی لڑائی دیکھنے سے دنیا مین کوئی تماشا عمدہ نہین، دلیل سے غالب ہونا، مین بہ نسبت زور سے غالب ہونیکے زیادہ پسند کرتا ہون، آدمی تین قسم کے ہین، بعض ایسے ہین، جنکی ہر وقت ضرورت ہے بعض بمنزلہ دوا کے ہین کہ خاص وقتون مین انکی ضرورت پڑتی ہے، اور بعض تو ایسے ہین کہ بیماری کی طرح کسی حال مین پسندیدہ نہین، بادشاہ کو لجاجت نہایت نازیبا ہے، اور اس سے زیادہ یہ نازیبا ہے کہ قاضی فریقین کی تسکین نہ کرسکے، اور گھبرا جائے، اور ان سب سے

زیادہ ناموزون بوڑھون کی ظرافت جوانون کی کاہلی. سپاہی کی بزدلی ہے، سب سے عمدہ مجلس وہ ہے جسمین لوگون کے حالات سے واقفیت ہو،

لطیفہ، مامون شطرنج کا بڑا شایق تھا، مگر اچھی نہین کھیلتا تھا، اکثر کہا کرتا تھا، کہ عرصہ عالم کا بندوبست کرتا ہون مگر دو بالشت کا انتظام نہین کرسکتا،

مامون کا ایک مشہور مناظرہ جس مین اس کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام صحابہ مین حضرت علی افضل ترین، ایک بڑے معرکے کا مناظرہ ہے، قاضی یحییٰ بن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقیہ اس دعوے کے مخالف تھے، اِدہر مامون تنہا سب کا طرف مقابل تھا مناظرہ کے وقت حاکمی اور محکومی کا پردہ اُٹھا دیا گیا تھا، اور ہر شخص کو گفتگو مین پوری آزادی حاصل تھی، صبح سے قریبًا دوپہر تک دونون فریق نے داد سخن دی، مگر انصاف یہ ہے کہ میدان مامون کے ہاتھ رہا، یہ پورا مناظرہ کتاب العقدہ مین مذکور ہے، اور حق یہ ہے کہ مامون کی وسعت نظر جودت ذہن، کثرت معلومات حسن بیان، زور تقریر کا ایک حیرت انگیز مرقع ہی،

یون تو مامون کی عام مجلسین بھی علمی تذکرون سے خالی نہین ہوتی تھین، لیکن سہ شنبہ کا دن مناظرہ کا مخصوص دن تھا، جس کا طریقہ یہ تھا، کہ صبح کچھ دن چڑھے ہر مذہب وملت کے علماء اور ماہرین فن دربار مین حاضر ہوئے، ایک پرتکلف ایوان پہلے سے مرتب رہتا تھا سب لوگ نہایت بے تکلفی سے وہان بیٹھ گئے، خادم نے ہر شخص کے سامنے آکر عوض کیا کہ بے تکلفی سے تشریف رکھئے اور چاہیے، تو پاؤن سے موزے بھی اتار ڈالئے، پھر دسترخوان جو مختلف اقسام کے اطعمہ واشربہ سے مزین ہوتا، بچھایا گیا، کھانے سے فارغ ہوکر سب نے وضو کیا، عود لوبان کی انگیٹھیان آئین، کپڑے بسائے خوشبو ملی، خوب مطیب ومعطر ہوکر دار المناظرہ مین حاضر ہوے، اور مامون کے زانو سے زانو ملا کر

بیٹھے، مناظرہ شروع ہوتا، مامون خود ایک فریق بنتا تھا، لیکن اس آزادی سے گفتگو مین ہوتی تھین، کہ گویا کسی شخص کو یہ معلوم ہی نہین، کہ مجلس مین خلیفۂ وقت بھی موجود ہے، دوپہر تک یہ انجمن قائم رہتی تھی، زوالِ آفتاب کے بعد خاصہ حاضر ہوتا تھا، اور لوگ کھا پی کر رخصت ہوتے تھے[۱]، اِن مجلسون مین بعض وقت اہلِ مناظرہ اعتدال کی حد سے تجاوز کر جاتے تھے، مگر مامون بڑے حلم و متانت سے برداشت کرتا تھا، ایک بار محمدؐ صولی و علی بن الہشیم بحث کے دو فریق تھے، گفتگو جس قدر بڑھی بدمزہ ہوتے گئے یہان تک کہ محمدؐ صولی نے علی کو سخت کہدیا، علی نے برافروختہ ہوکر کہا، اِس وقت تم کسی دوسرے کی زبان سے بول رہے ہو، ورنہ اِس مجلس سے باہر تم ایک کہتے تو دو سنتے،، اِس بے باکانہ گستاخی سے دفعتہً مامون کا چہرہ متغیر ہو گیا، تاہم اس نے ضبط کیا اور اٹھکر زنانہ مین چلا گیا، کہ بات کو ٹال جائے، جب غصہ فرو ہوا تو پھر دربار مین آیا[۲]،

ایک دن ایک ثنوی المذہب[۳] سے نہایت لطیف بحث ہوئی، مامون نے اُس سے پوچھا کہ انسان برا کام کرنے کے بعد کبھی شرمندہ بھی ہوسکتا ہے (ثنوی) ہان کیون نہین (مامون) گناہ پر نادم ہونا اچھا ہے، یا بُرا؟ (ثنوی) اچھا ہے، (مامون) جو شخص نادم ہوا، گناہ اس سے سرزد ہوا تھا، یا کسی دوسرے شخص سے؟ (ثنوی) اُسی سے، (مامون) بس تو ایک ہی شخص سے گناہ بھی ہوا، اور ثواب بھی، (ثنوی) گھبرا کر، نہین مین یہ کہونگا کہ جو نادم ہوا، اس نے گناہ نہین کیا تھا (مامون) تو اس کو اپنے گناہ پر ندامت ہے یا دوسرے کے (ثنوی) آخر لاجواب ہو کر ساکت ہو گیا[۴]،

ایک اور دن مجلسِ **مناظرہ** قائم تھی، چوبدار نے اطلاع دی کہ ایک اجنبی شخص دروازے پر

---

[۱] مروج الذہب مسعودی، خلافۃ المامون [۲] آغانی جز ۱۴ ـ صفحہ ۶۳ ـ مطبوعہ مصر ۱۲۸۵ھ

[۳] ایک فرقہ ہے جو نیکی اور بدی کا جدا جدا خالق مانتا ہے،

[۴] عقد الفرید،

کھڑا ہے، اور حضور سے بحث کرنے کی اجازت چاہتا ہے، مامون نے حکم دیا کہ بلاؤ، آیا تو اِس ہیئت سے آیا کہ جوتا ہاتھ مین اور پائچے چڑھے ہوئے صفِ نعال مین کھڑا ہوا، اور وہین سے چلا کر کہا "السلام علیکم ورحمتہ اللہ" مامون نے سلام کا جواب دیا، اور اجازت دی، کہ قریب آکر بیٹھے، مامون سے اس نے پوچھا کہ خلافت آپنے بزور حاصل کی ہے، یا دنیا کے تمام مسلمانون نے اتفاق راے سے آپ کو منتخب کیا ہے؟ مامون نے کہا "نہ زور سے نہ اتفاق سے، بات یہ ہے کہ مجھ سے پہلے جماعتِ اسلام پر جو حکمران تھا، اور عامۂ مسلمانان جبرًا یا طوعًا اس کے حلقہ بگوشِ اطاعت تھے، اُس نے میری ولیعہدی کے لئے عام بیعت لی، اور اُس وقت جو لوگ اسلامی طاقت کے ارکان مانے جاتے تھے سب نے معاہدۂ بیعت پر دستخط کئے، اس کے انتقال کے بعد مین نے خیال کیا کہ جس پر دنیا کے تمام مسلمانون کا اتفاق ہو تخت نشین ہو لیکن ایسا شخص نہ مل سکا، ادھر ملک کے نظم ونسق کیلئے ایک قوی انتظام کی ضرورت تھی ورنہ امن وامان مین خلل آنا اور عظمتِ اسلامی کے تمام اجزا متفرق ہو جاتے، مجبورانہ سردست مین نے یہ بار اپنے سر لیا اور منتظر بیٹھا ہون کہ جب دنیا کے تمام مسلمان اتفاقِ راے سے ایک شخص کو انتخاب کرلین، تو مین عنانِ حکومت اس کے ہاتھ مین دیکر الگ ہو جاؤن، مین تم کو اپنا وکیل کرتا ہون، ایسا موقع ہو تو فورًا مجھکو خبر کرنا[1]"

ایک دن مامون نے یحییٰ بن اکثم سے جو قاضی القضاۃ تھے، کہا کہ میری خواہش ہے کہ آج محدثانہ حدیث کی روایت کرون، قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضور سے زیادہ کس کو یہ حق حاصل ہے، معمول کے موافق منبر رکھا گیا، اور مامون نے منبر پر بیٹھ کر بڑی قابلیت کے ساتھ درس دیا، قریبا تیس حدیثین تحقیق وتنقید کے ساتھ روایت کین لیکن حاضرین کے رخ

---

[1] مروج الذہب مسعودی خلافت مامون۔

سے اس نے جان لیا کہ لوگ محظوظ نہین ہوئے منبر پر سے اترا، تو قاضی یحیٰی نے کہا سچ یہ ہے،
کہ تم لوگون کو کچھ مزا نہ آیا حقیقت مین اس منصب کے وہی لوگ مستحق ہین، جو اس ذوق
مین تن بدن کا خیال نہین رکھتے اور منبر پر بیٹھتے ہین تو ان کے کپڑے بوسیدہ ہوتے ہین[1]، مامون
کی راست پسندی کا اکبر شاہ کی خود رائی اور جہل مرکب سے مقابلہ کیا جائے تو ایک عجیب
حیرت انگیز تفاوت معلوم ہوتا ہے،

ایک دن دربار مین ایک شخص جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا، حاضر کیا گیا، حسب معمول
بہت سے منجم اور ہیئت دان علما بھی حاضر تھے، مگر کسی کو اس کے ادعائے نبوت کا حال معلوم
نہ تھا مامون نے ستارہ شناسون کو حکم دیا کہ زائچہ دیکھکر بتائین کہ یہ شخص سچا ہے یا جھوٹا ہے سب نے
صحن مین جاکر طالع کو دیکھا تو یہ صورت تھی کہ شمس و قمر ایک دقیقہ مین تھے، مشتری سنبلہ مین تھا
اور اسی کی طرف ناظر تھا، زہرہ و عطارد عقرب مین تھے، اور عقرب کی طرف ناظر تھے، اس بنا
پر سب نے حکم لگایا کہ مدعی نے جو دعوی کیا ہے صحیح ہوگا لیکن یحیٰی بن منصور نے ان لوگون کی رائے
سے اختلاف کیا اور کہا کہ مشتری ہبوط مین ہے اور جس برج مین ہے، اس سے کارہ ہے،
اس بات نے طالع کی سعادت بالکل زائل کر دی ہے، دونون فریق قیاسات لگا چکے
تو مامون نے کہا، "یہ بھی جانتے ہو کہ اس شخص نے کس بات کا دعوی کیا ہے، یہ نبوت کا
مدعی ہے"، حاضرین دربار یہ سنکر اس سے معجزہ کے طالب ہوئے، اس نے ایک انگوٹھی پیش
کی، کہ میرے سوا جو اس کو پہن لے گا، بے اختیار ہنسنا شروع کریگا، اور جب تک اتار نہ دے
یہی حالت ہوگی، لیکن اگر مین پہن لون تو کچھ اثر نہ ہوگا، اسی طرح اس نے ایک قلم دکھایا،
جس سے صرف وہ لکھ سکتا تھا، اور دوسرا شخص اس سے لکھنا چاہتا، تو مطلق نہین چلتا

---

[1] تاریخ الخلفا سیوطی،

تجربے سے دونون باتین صحیح نکلین، مامون نے سمجھ لیا کہ کوئی نادر اور علمی شعبدہ ہے، اور اگر نبوت کے ادعائے باطل سے وہ باز آئے تو کام کا آدمی ہوگا،

مامون نے اس کو اپنا ندیم بنالیا، اور اس قدر استمالت اور مراعات کی کہ آخر اس نے اپنا راز بتادیا، اور انگوٹھی اور قلم مین جو صنعت تھی ظاہر کردی،

مامون نے ہزار دینار انعام مین دیئے اور مقربین مین داخل کرلیا۔ یہ شخص ریاضی اور ہیئت کا بڑا عالم تھا طلسم الخاص اسی کی ایجاد ہے، جو بغداد کے اکثر گھرون مین موجود تھا،

ایک بار نضر بن شمیل المتوفی ۲۰۳ھ جو خلیل بصری کے شاگرد، اور حدیث، فقہ، نحو، غریب شعر۔ ایام العرب مین استاد وقت تھے، مامون کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور چونکہ مامون کی سادہ مزاجی اور بے تکلفی سے واقف تھے کپڑے تک نہین بدلے اور وہی مدت کا بوسیدہ قمیص و عبا زیب بدن کئے ہوئے ایوان شاہی مین چلے آئے (مامون) کیون نضر؟ امیر المومنین سے اس لباس مین ملنے آئے ہو (نضر) مرو کی سخت گرمی کی انھین کپڑون سے حفاظت ہوتی ہے، مامون، یہ تو بہانے ہین، اصل یہ ہے کہ تم کفایت شعاری پہ مرتے ہو، اس کے بعد علم حدیث کا تذکرہ شروع ہوا

مامون نے اپنی سند سے ایک حدیث روایت کی، مگر "سداد" کے لفظ کو جو اس حدیث مین تھا، فتح سے پڑھ گیا، نضر نے اس غلطی پر اس کو متنبہ کرنا چاہا تو اسی حدیث کو اپنی روایت سے بیان کیا، اور سداد کو بکسر پڑھا، مامون تکیہ لگائے بیٹھا تھا، دفعۃً سنبھل بیٹھا اور کہا د کیون کیا سداد بفتحہ غلط ہے،" (نضر) ہان ہشیم آپ کے استاد نے آپ کو غلط بتایا، (مامون) کیا دونون کے معنی مختلف ہین (نضر) سداد بالفتح کے معنی راست روی کے ہین سداد

لہ مختصر الدول حکماے عہد مامون۔

بالکسر اس کو کہتے ہین جس سے کوئی چیز روکی جائے (مامون، کوئی سند بتا سکتے ہو؟
(نضر، عربی کا یہ شعر موجود ہے:-

اضاعونی وای فتی اضاعوا لیوم کریھۃ و سداد ثغر

مامون نے سر نیچے کر لیا اور کہا خدا اس کا بُرا کرے جس کو فن ادب نہین آتا، پھر نضر سے
مختلف مضامین کے اشعار سُنے اور رخصت ہونے کے وقت وزیر اعظم **فضل بن سہل** کو
رقعہ لکھدیا کہ پچاس ہزار درہم نضر کو عطا کئے جائین، نضر یہ رقعہ لیکر فضل کے پاس گئے،
فضل نے رقعہ پڑھکر کہا، تم نے امیر المومنین کی غلطی ثابت کی، نضر نے کہا نہین غلطی تو
ہشیم نے کی، امیر المومنین پر کیا الزام ہے، فضل نے پچاس ہزار پر تیس ہزار اور اپنی طرف
سے مزید کئے، اسی طرح ایک غلطی بتانے کے صلے مین نضر نے اسّی ہزار درہم حاصل کئے[1]،

کلثوم عتابی جس کو اپنے علم و فضل پر بڑا ناز تھا، اور بجا بھی تھا، مامون کی پایہ شناسی
کا شہرہ سنکر بغداد پہونچا، اور دربار مین حاضر ہوا، مامون نے مزاج پرسی کی، اور حالات
پوچھے، کلثوم نے اس فصاحت اور برجستگی سے گفتگو کی کہ مامون بھی حیرت مین رہ گیا
اور حکم دیا کہ ہزار دینار اس کے سامنے لاکر رکھدین، لیکن چونکہ حاضر جوابی اور نکتہ سنجی
کا امتحان ہنوز باقی تھا، مامون نے اسحق موصلی کی طرف اشارہ کیا کہ کلثوم کو اس فن مین آزمائے،
اسحق نے سامنے آکر مناظرانہ گفتگو شروع کی، اور اعتراضات کا تار باندھ دیا، کلثوم بالکل
حیرت زدہ ہو گیا کہ اس بلا کا ذہین کون شخص ہو سکتا ہے، دربار کے قاعدے کے موافق
پہلے اُس نے مامون سے اجازت طلب کی پھر اسحق کی طرف متوجہ ہوا کہ "آپ کا نام
و نسب کیا ہے،" (اسحاق، نسباً آدمی ہون اور میرا نام کل بصل ہے،" (کلثوم، نسب تو

[1] تاریخ الخلفا سیوطی،

تو خیر ظاہر ہے، مگر نام نئے ڈھنگ کا ہے (اسحاق) "کل بصل" "کلثوم" سے زیادہ تعجب انگیز نہین ہے، یہ ظاہر ہے کہ لہسن سے پیاز بہر حال اچھی ہے[1]، اس لطیفہ پر کلثوم بھی بھڑک گیا اور مامون سے درخواست کی کہ ہزار دینار جو مجھکو انعام مین عطا ہوئے، اسی کو دلائے جائین، مگر مامون نے کلثوم کا انعام مضاعف کر دیا اور حکم دیا کہ اسحاق کو بھی اسی قدر صلہ عطا کیا جائے[1]،

مامون کا دربار اگرچہ نامور شعرا سے معمور تھا جو وقتاً فوقتاً قصیدے اور قطعے لکھ کر گران بہا صلے حاصل کرتے تھے لیکن عام ایشیائی فرمان رواؤن کی طرح وہ اپنی مدح کی دل آویز صداؤن سے جی خوش کرنا نہین چاہتا تھا بلکہ اس فیاضی سے اس کو زیادہ تر علم و ادب کی ترقی مقصود تھی، تشبیب اور عام مضامین کے متعلق جو اشعار ہوتے تھے، انکو نہایت ذوق سے سنتا تھا لیکن خاص مدحیہ اشعار دو تین سے زیادہ سننا پسند نہین کرتا تھا، اور یہ کہکر شاعر کو روک دیتا تھا، کہ بس میری قدر افزائی کے لئے اتنا کافی ہے[2]،

اہل علم کے ساتھ مامون کی معاشرت بالکل دوستانہ تھی، اہل کمال کا عموماً نہایت ادب کرتا تھا، اور اس کی شاہانہ فیاضیان ان لوگون کے لئے بالکل بے روک تھین، علامہ **واقدی** نے جو فن سیر کے امام ہین، ایک بار مامون کو خط لکھا جسمین ناداری کی شکایت، اور لوگون کا جس قدر قرضہ چڑھ گیا تھا، اس کی تعداد لکھی تھی، مامون نے جواب مین یہ الفاظ لکھے آپ مین دو عادتین ہین، حیا و سخاوت، سخاوت نے آپ کے ہاتھ کھول دیئے ہین کہ جو کچھ تھا آپ نے سب اڑا ڈالا، حیا کا یہ اثر ہے کہ آپ نے اپنی پوری حاجت نہین ظاہر کی، مین نے حکم دیدیا ہے، تعداد مطلوبہ کا مضاعف آپکی خدمت

---

[1] عربی مین لہسن کو ثوم اور پیاز کو بصل کہتے ہین، [2] مروج الذہب مسعودی خلافت مامون،

[3] آغانی، ترجمہ اولاد ابو محمد یزیدی،

مین پہونچ جاویگا، اگر آپ کی اصلی ضرورت کے لئے یہ تعداد پوری نہ اترے تو خود آپ کی کوتہ قلمی کا قصور ہے، اور اگر کافی ہو جائے تو آئندہ بھی آپ جس قدر چاہین فراغ دستی سے صرف کرین خدا کے خزانہ مین کچھ کمی نہین ہے، آپ نے خود مجھ سے حدیث روایت کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر سے فرمایا تھا، کہ رزق کی کنجیان عرش پر ہین، خدا بندون کے لئے ان کے خرچ کے موافق رزق دیتا ہے، زیادہ ہو تو زیادہ اور کم ہو تو کم" علامہ واقدی کو یہ حدیث یاد نہین رہی تھی، وہ صلہ سے زیادہ اس بات پر خوش ہوئے کہ مامون کے یاد دلانے سے ان کو ایک بھولی ہوئی حدیث یاد آگئی[1]،

مامون کے دو فرزند فرا نحوی سے تعلیم پاتے تھے، ایک بار وہ کسی کام کے لئے مسندِ درس سے اٹھا، دونون شہزادے دوڑے کہ جوتیان سیدھی کرکے آگے رکھدین، مگر چونکہ دونون ساتھ پہونچے اس پر نزاع ہوئی کہ اس شرف کے ساتھ اختصاص کس کو ہو، آخر دونون نے فیصلہ کر لیا، اور ہر ایک نے ایک جوتی سامنے لاکر رکھی،

مامون نے ایک ایک چیز پر پرچہ نویس مقرر کر رکھے تھے، فوراً اطلاع ہوئی، اور فرا طلب کیا گیا، مامون نے اس سے مخاطب ہوکر کہا، آج دنیا مین سب سے زیادہ معزز کون ہے،؟ (فرا) امیرالمومنین سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے (مامون) وہ جسکی جوتیان سیدھی کرنے پر امیرالمومنین کے لخت جگر بھی آپس مین جھگڑا کرین، (فرا) مین خود شہزادون کو روکنا چاہتا تھا، مگر پھر خیال ہوا کہ ان کو اس شرف سے کیون باز رکھون عبداللہ بن عباس نے بھی حسنینؓ علیہ السلام کے رکاب تھامی تھی اور جب حاضرین مین سے

---

[1] ترجمہ واقدی ابن خلکان،

کسی نے اعتراض کیا، کہ آپ تو عمر مین ان سے بہت بڑے ہین، تو اُنھون نے ڈانٹا کہ " اے جاہل چپ رہ تو ان کی قدر کیا جان سکتا ہے " (مامون) اگر تم انکو روکتے تو مین تم سے نہایت آزردہ ہوتا، اس بات نے ان کی عزت کچھ کم نہین کی، بلکہ اصالت کے جوہر دکھائے، بادشاہ، باپ، اُستاد کی اطاعت ذلت مین داخل نہین ہے، یہ کہہ کر لڑکون کو سعادت مندی اور فرا کو حسن تعلیم کے صلے مین دس دس ہزار درہم عطا کئے[1]،

---

[1] ابن خلکان ترجمہ فرا نحوی،

مامون کے عام اخلاق و عادات، شاہانہ شان و شوکت عیش و طرب کے جلسے،

مامون کی نسبت مؤرخین کے متفقہ الفاظ یہ ہین، تمام خلفاے بنی العباس مین کوئی تخت نشین دانائی، عزم، بردباری، علم راے، تدبیر، ہیبت، شجاعت، عالی حوصلگی، فیاضی مین اُس سے افضل نہین گذرا، مامون کا یہ ادعا کچھ بیجا نہین تھا، کہ "معاویہ کو عمرو بن العاص کا بل تھا، عبد الملک کو حجاج کا، اور مجھکو خود اپنا"،

ہارون الرشید اکثر کہا کرتا تھا کہ "مین مامون مین منصور کا حزم، مہدی کی خداپرستی ہادی کی شان و شوکت پاتا ہون"، ان باتون پر اگر اس کے عفو و انکسار، بے تکلفی، سادہ مزاجی کی صفتین بڑھائی جائین، تو افضلیت کا دائرہ جسکو مؤرخین نے بنی العباس تک محدود کیا تھا، تمام سلاطین اسلام کو محیط ہو جاتا ہے،

مامون کا قول تھا کہ مجھکو "عفو مین ایسا مزا آتا ہے کہ اس پر ثواب ملنے کی توقع نہین"

عبد اللہ بن طاہر کا بیان ہے کہ ایک بار مامون کی خدمت مین مین حاضر تھا، اسنے غلام کو آواز دی، اگر ھدا ے برنخواست، پھر پکارا، تو ایک ترکی غلام حاضر ہوا، اور آتے ہی بڑبڑانے لگا، کہ "کیا غلام کھاتے پیتے نہین، جب ذرا کسی کام کے لئے باہر گئے تو آپ "یا غلام یا غلام" چلانے لگتے ہین، آخر یا غلام کی کوئی حد بھی ہے"،

مامون نے سر جھکا لیا، اور دیر تک سر بگریبان رہا، مین نے سمجھا کہ بس اب غلام کی خیر نہین، مامون میری طرف مخاطب ہوا، اور کہا کہ "نیک مزاجی مین یہ بڑی آفت ہے

کہ نوکر اور غلام شریر اور بدخو ہو جاتے ہین، مگر یہ تو نہین ہو سکتا کہ ان کے نیک خو کرنے کے لئے مین بدمزاج بنون[1]،،

ایک دن دجلہ کے کنارے بیٹھا تھا، ارکان دولت دست بستہ کھڑے تھے سامنے پردہ پڑا ہوا تھا، ایک ملاح یہ کہتا ہوا جاتا تھا کہ ،،مامون جس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا، کیا ہماری آنکھ مین عزت حاصل کر سکتا ہے،، مامون یہ سنکر مسکرا دیا، اور ارکان دولت کی طرف مخاطب ہو کر کہا ،،کیون صاحبو آپ ایسی بھی کوئی تدبیر بتا سکتے ہین کہ مین اس جلیل القدر آدمی کی نظرون مین موقر ہو سکون[2]،،

ناظرین کو غالباً اس بات سے تعجب ہوگا کہ اس غیر معتدل رحم پر جو بظاہر شان خلافت کے شایان نہ تھا، مامون کو ناز تھا، وہ فخر سے کہتا تھا کہ ،،خواص و خدام اکثر اپنے جلسون مین بیٹھ کر مجھکو گالیان دیتے ہین اور مین خود اپنے کانون سے سنکر دانستہ اغماض کرتا ہون[3]،،

حسین بن ضحاک ایک شاعر نے جو امین کا ندیم تھا، امین کے قتل کا نہایت جانگداز مرثیہ لکھا جس مین مامون کو بہت کچھ برا بھلا کہہ کر دل کے پھپھولے توڑے تھے، مامون نے یہ اشعار سنے تو صرف یہ حکم دیا کہ شاعرون کے ساتھ دربار مین نہ آئے چند روز کے بعد پھر بلایا، اور کہا ،،سچ کہنا بھائی امین کے قتل اور بغداد کی فتح کے دن تو نے کسی ہاشمی عورت کو مارے جاتے اور ذلیل ہوتے دیکھا تھا، حسین نے کہا کسی کو نہین، مامون نے اس کے الزام دینے کو اس کے چند اشعار پڑھ کر سنائے جسمین اس نے نہایت درد انگیز

---

[1] مستطرف فی کل فن مستظرف، [2] تاریخ الخلفاء سیوطی،

[3] تاریخ الخلفاء سیوطی،

لفظون مین یہ سمان کھینچا تھا کہ بغداد تباہ کیا جارہا ہے، اور آل ہاشم کی نازک اور گل اندام عورتین غارتگرون کے بیرحم ہاتھ سے اپنے ناموس کو نہین بچا سکتین، حسین نے کہا اے امیر المومنین! یہ ایک جوش تھا جس کو مین دبا نہ سکا امین کے غم مین صحیح اور غلط کی کس کو تمیز تھی، خلیفہ مرحوم کا ماتم جن لفظون مین ہو سکا ادا ہوا، اگر تو مواخذہ کرے تو تجھ کو حق ہے، اور بخشدے تو تیری فیاضی ہے[1]، مامون کی آنکھون مین آنسو بھر آئے، اور حکم دیا کہ اس کی تنخواہ بحال کردی جائے، ایک بار اسی حسین نے ایک قصیدہ لکھکر حاجب کو دیا کہ مامون کی خدمت مین پیش کرے قصیدہ شاعری کے لحاظ سے نہایت عمدہ تھا، مامون نے سخنوری کی داد دی، مگر حاجب سے کہا کہ اسی حسین کا یہ شعر بھی ہے، شعر

فلا فرح المامون بالملک بعدہ ولا زال فی الدنیا طریدًا مشردًا

ترجمہ،، خدا کرے مامون اس کے بعد کبھی سلطنت سے لذت نہ اٹھائے، اور ہمیشہ دنیا مین خوار اور مردود رہے،، مامون نے یہ شعر پڑھکر حاجب سے کہا کہ، مدح وذم مل کر برابر ہو گئی، اب شاعر کو صلہ کا کوئی حق نہین، حاجب نے عرض کیا پھر حضور کی وہ عفو کی عادت کیا ہوئی، مامون نے کہا، ہان یہ صحیح، اچھا مناسب انعام دیا جائے[2]، جس زمانہ مین امین بغداد مین محصور تھا، کوثر اس کا پیارا غلام ایک دن لڑائی کی سیر دیکھنے کو نکلا اتفاق سے ایک پتھر چہرہ پر آکر لگا، اور خون جاری ہوا، امین اپنے ہاتھ سے خون پونچھتا جاتا تھا اور یہ اشعار جو اس وقت اس کی زبان سے بے اختیار نکلے تھے، پڑھتا جاتا تھا،،۔

[1] کامل ابن الاثیر فتح بغداد، [2] تاریخ الخلفاء سیوطی،

ضربوا قرة عینی　　ومن اجلی ضربوہ

اخذ اللہ بقلبی　　من اناس احرقوہ

ترجمہ۔ لوگون نے میرے قرۃ العین کو مارا، اور میری ضد کی وجہ سے مارا، جن لوگون نے میرے دل کو جلایا، خدا ان لوگون سے میرے دل کا بدلا لے،

چونکہ غمزدہ دل نے یاری نہ دی، اس سے زیادہ وہ نہ کہہ سکا، اور عبد اللہ[1] ایک شاعر کو حکم دیا کہ ان اشعار کو پورا کرے، عبد اللہ نے چند شعر لکھے جن کے اخیر شعر یہ تھے،

من رای الناس لہ فضل　　علیھم حسدوہ

مثل ما حسد القائم　　بالملک اخوہ

ترجمہ۔ لوگ جس کو صاحب فضل دیکھتے ہین، اس پر حسد کرتے ہین جسطرح خلیفہ وقت پر اس کے بھائی (مامون) نے حسد کیا،

امین کے قتل کے بعد یہی شاعر مامون کے دربار مین حاضر ہوا کہ مدح سنا کر انعام لے مامون نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ ہان وہ کیا شعر ہے، مثل ما حسد القائم بالملک اخوہ، شاعر نے اس کی معذرت مین چند اشعار برجستہ پڑھے، مامون نے پچھلے جرم کا کچھ خیال نہ کیا، اور دس ہزار انعام دلائے[2]،

مامون کا دعوی تھا کہ بڑے سے بڑا جرم بھی میرے حلم کو متزلزل نہین کرسکتا ایک شخص سے جو متعدد بار نافرمانیان کرچکا تھا اس نے کہا تو جس قدر گناہ کرتا جائے گا مین بخشتا جاؤن گا، یہان تک کہ آخر عفو تجھکو تھکا کر درست کر دیگا، مامون کی اس

---

[1] تاریخ الخلفاء،　　[2] تاریخ الخلفاء

رحم دلی پر لوگون کو اس قدر بھروسہ ہو گیا تھا کہ بے تکلف اس کے سامنے اپنی خطاؤن
کا اعتراف کر دیتے تھے، عبد الملک جسکی شکایت کی بہت سی عرضیان گذر چکی تھین، ہمون
نے اس کو بلا کر پوچھا کہ اصل کیا بات ہے، عبد الملک نے مطلقاً انکار کیا، مامون نے کہا مگر
مجھکو تو اس کے خلاف خبرین پہونچتی ہین، عبد الملک نے عرض کیا، امیر المومنین! اگر
کوئی بات ہوتی تو مین خود اقرار کر دیتا حضور کا عفو تو ہر حالت مین میری حمایت کیلئے
سپر بن سکتا تھا، پھر مین سچائی کی دولت کو دانستہ کیون کھوتا[۱]، مامون اگرچہ
ملک کے ایک ایک جزئیات کی خبر رکھتا تھا، اور اس شوق مین ہزارون لاکھون
روپئے صرف کر دیتا تھا، مگر غمازون کا جانی دشمن تھا، اس باب مین اس کے مقولے
آب زر سے لکھنے کے قابل ہین، اس کے سامنے جب غمازون کا ذکر آتا تھا تو اکثر کہا کرتا تھا
کہ،، ان لوگون کی نسبت تم کیا خیال کر سکتے ہو جنکو خدا نے سچ کہنے پر بھی لعنت کی ہے[۲]
اس کا قول تھا کہ جس شخص نے کسی کی شکایت کر کے اپنی عزت میری آنکھون
مین گھٹا دی، پھر کسی طرح اس کی تلافی نہین کر سکتا،،

مامون اگرچہ بڑی عظمت وشان کا بادشاہ تھا، اور ناموری کے دفتر مین عام
مؤرخین نے اُس کے جاہ وجلال کی داستانین جلی خط سے لکھی ہین، مگر ہمارے خیال
مین جو چیز اس کی تاریخ زندگی کو نہایت مزین اور پر اثر بنا دیتی ہے، وہ اس کی سادہ مزاجی
اور بے تکلفی ہے، ایک ایسا شہنشاہ جو تختِ حکومت پر بیٹھکر کل اسلامی دنیا کا ذمہ دار بنجاتا
ہے کس قدر عجیب بات ہے کہ عام دوستون سے ملنے جلنے مین شانِ سلطنت کا لحاظ رکھنا
بالکل پسند نہین کرتا، اکثر اہل علم وارباب کمال راتون کو اس کے مہمان ہوتے تھے اور

---

[۱] عقد الفرید [۲] عقد الفرید،

اس کے بستر سے بستر لگا کر سوتے تھے، مگر اس کا عام برتاؤ ایسا ہی ہوتا تھا، جیسا کہ ایک سادہ خالص دوست کا دوست کے ساتھ ہوتا ہے، قاضی یحییٰ ایک رات اس کے مہمان تھے، اتفاقاً آدھی رات کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی، اور پیاس معلوم ہوئی چونکہ چہرہ سے بیتابی کا اثر ظاہر ہوتا تھا، مامون نے پوچھا خیر ہے، قاضی صاحب نے پیاس کی شکایت کی، مامون خود چلا گیا اور دوسرے کمرے سے پانی کی صراحی اُٹھا لایا، قاضی صاحب نے گھبرا کر کہا حضور نے خدام کو ارشاد کیا ہوتا، مامون نے کہا نہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، کہ سید القوم خادمھم راتون کو خدام سوجاتے تھے، تو خود اُٹھکر چراغ اور شمعین درست کر دیا کرتا تھا،

ایک بار باغ کی سیر کو گیا، قاضی یحییٰ بھی ساتھ تھے، مامون ان کے ہاتھ مین ہاتھ دے کر ٹہلنے لگا، جاتے کے وقت دھوپ کا رخ قاضی صاحب کی طرف تھا، ادہر سے واپس آتے وقت مامون کی طرف بدل گیا، قاضی صاحب نے چاہا کہ وہ پہلو خود لے لین تاکہ مامون سایہ مین آجائے، لیکن اس نے گوارا نہ کیا، اور کہا کہ "یہ انصاف سے بعید ہے، پہلے مین سایہ مین تھا، اب واپسی کے وقت تمھارا حق ہے"

مامون کی سادہ مزاجی کچھ عربی النسل ہونے کی حیثیت سے نہ تھی، بے شبہ عباسی خاندان عرب کا ایک مشہور اور ممتاز خاندان تھا، لیکن قریبًا سو برس سے شاہنشاہی کا چتر اس پر سایہ فگن تھا، اتنی مدت مین نسل اور سرزمین کی سادہ خاصیتین بالکل شاہانہ آداب و تکلفات سے بدل گئی تھین، عہد ہی سے پہلے تو درباریون کو خلیفہ کا دیدار بھی نصیب نہین ہوتا تھا، سریر خلافت کے آگے قریبًا بیس ہاتھ کے فاصلہ پر ایک مکلف پردہ پڑا ہوتا تھا، اور درباری اس سے ذرا فاصلہ پر دست بستہ

کھڑے ہوتے تھے، خلیفۂ وقت پردے کی اوٹ مین بیٹھکر تمام احکام صادر کرتا تھا، گو خلیفہ مہدی نے سلطنت کے چہرے سے یہ نقاب اٹھادیا تھا مگر اور بہت سے تکلفات کے حجاب باقی تھے،

مامون کے عہد تک تمام دربار اب تک اسی قسم کے آئین وآداب کا پابند تھا مامون کو ایک بار چھینک آئی، حاضرین مین سے کسی نے سنت نبوی کے طریقہ پر یرحمک اللہ نہین کہا، مامون نے سبب پوچھا، درباریون نے عرض کیا کہ آداب شاہی مانع تھا، مامون نے کہا کہ مین ان بادشاہون مین نہین ہون جو دعا سے عار رکھتے ہین[۱]، چونکہ مامون اس قسم کے بیہودہ آداب ومراسم کو ناپسند کرتا تھا، اہل دربار نے بھی تکلف کی قید سے آزادی حاصل کی،

باانہمہ مامون کی سادہ روی سے یہ نہین خیال کرنا چاہئے کہ شاہانہ جاہ وحشم وشوکت یامسرفانہ مصارف مین کچھ تنزل ہوا تھا، دس ہزار درہم روزانہ صرف اس کے طعام خاصہ کا صرف تھا، ایک یورپین مصنف نے خلفائے راشدین کی سادہ طرز زندگی کا اس عہد سے ایک عجیب صورت مین مقابلہ کیاہے،

وہ لکھتا ہے کہ "جب حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا تو ان کا کل ضروری اسباب ورسد وکھانے کا سامان ایک اونٹ پر رکھا گیا، اور جب مامون شکار کو نکلا تو اس کے ضروری اور معمولی سازوسامان کے لئے تین سو اونٹ بھی کافی نہ ہوئے،، دولت بنی امیہ کے عہد سے جو اس انقلاب کا پہلا دیباچہ تھا، اتنی ہی قلیل مدت تک طرز معاشرت مین اس قدر عظیم الشان تبدیلیان ہوگئین کہ کسی طرح قیاس مین نہین آسکتین،

---

[۱] تاریخ الخلفاء،

زبیدہ خاتون (مامون کی سوتیلی مان تھی)، کی ایجاد پسند طبیعت نے زیب و زینت کے متن پر بہت سے حاشیے اضافہ کیے جو نہایت ذوق اور مسرت سے قبول کئے گئے اور تمام امرا و عمائد مین رواج عام پا گئے، عنبر کی شمعین پہلے پہل اُسی کے شبستان عیش مین جلائی گئین، جواہر کی مرصع جوتیان اسی کی ایجادات سے ہین، چاندی آبنوس، صندل کے قبے اوّل اسی نے تیار کرائے، اور ان کو دیبا و سمور اور مختلف رنگ کے حریر سے آراستہ کیا، کپڑون کی ساخت مین یہ ترقی ہوئی کہ زبیدہ کے استعمال کیلئے ایک ایک تھان پچاس پچاس ہزار اشرفی کی قیمت کا تیار ہوا[1]،

مامون کی ایک شادی کی تقریب جس شان و شوکت سے ادا ہوئی وہ اس عہد کی مسرفانہ فیاضی اور حشمت و دولت کا سب سے بڑھا ہوا نمونہ ہے،

عربی مورخون کا دعویٰ ہے کہ گذشتہ اور موجودہ زمانہ کوئی نظیر نہین لا سکتا ہماری محدود واقفیت مین ابتک کسی نے اس فخریہ ادعا پر اعتراض کرنے کی جرأت نہین کی ہے، یہ خوش قسمت لڑکی جس سے مامون کا نکاح ہوا حسن بن سہل کی بیٹی تھی جو فضل کے مرنے پر وزیر اعظم مقرر ہوا تھا، اس لڑکی کا نام **بوران** تھا، اور نہایت قابلہ اور تعلیم یافتہ تھی[2]، مامون مع خاندان شاہی اور ارکان دولت و کل فوج و تمام افسران ملکی، و خدام حسن کا مہمان ہوا، اور برابر ۱۹ دن تک اس عظیم الشان بارات کی ایسے فیاضانہ حوصلے سے مہمانداری کی گئی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی نے بھی چند روزون کیلئے امیرانہ زندگی بسر کرلی، خاندان ہاشم و افسران فوج اور تمام عہدہ داران سلطنت پر مشک و عنبر

---

[1] مروج الذہب مسعودی ذکر خلافت قاہر باللہ، [2] تاریخون مین بوران کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے تذکرۃ الخواتین مین جو زمانہ حال کی ایک معمولی تالیف ہے لکھا ہے کہ بورانی اسی بوران کی طرف منسوب ہے،

کی ہزارون گولیان نثار کی گئین، جن پر کاغذ لپٹے ہوے تھے، اور ہر کاغذ پر نقد، لونڈی غلام، املاک خلعت، اسپ، خاصہ، جاگیر وغیرہ کی ایک خاص تعداد لکھی ہوئی تھی، نثار کی عام لوٹ مین یہ فیاضانہ حکم تھا، کہ جس کے حصہ مین جو گولی آئے، اس مین جو کچھ لکھا ہو، اسی وقت وکیل المخزن سے دلادیا جائے، عام آدمیون پر مشک وعنبر کی گولیان اور درہم ودینار نثار کئے گئے، مامون کے لئے ایک نہایت مکلف فرش بچھایا گیا جو سونے کے تارون سے بنایا گیا تھا، اور گوہر ویاقوت سے مرصع تھا، مامون جب اس پر جلوہ فرما ہوا تو بیش قیمت موتی اس کے قدم پر نثار کئے گئے، جو زرین فرش پر بکھر کر نہایت دلآویز سمان دکھاتے تھے، مامون نے ابو نواس کا یہ مشہور شعر پڑھا اور کہا کہ ابو نواس نے جو لکھا گویا یہ سمان اپنی آنکھون سے دیکھ کر لکھا،

کان صغری وکبری من فی اقعہا حصاءُ درّ علی ارض من الذہب

جام شراب سے چھوٹے بڑے بلبلے ایسے معلوم ہوتے ہین، کہ گویا سونے کی زمین پر موتیون کے دانے ہین،

زفاف کی شب جب نوشہ اور دولھن ساتھ بیٹھے تو بوران کی دادی نے ہزار بیش بہا موتی دونون پر نچھاور کئے، اس تقریب کے تمام مصارف کا تخمینہ پانچ کرور درہم کیا گیا ہے[1]،

عرب کے مؤرخون نے **مامون** کی سخاوت و دریا دلی کا ذکر، فخر اور جوش کے ساتھ کیا ہے، اور چونکہ مامون کے اصلی وعلمی کارنامے اس قسم کی حیرت انگیز فیاضیون

---

[1] اس شادی کا ذکر پوری تفصیل سے علامہ ابن خلدون نے مقدمۂ تاریخ مین کیا ہے ابو الفداء، ابن الاثیر، ابن خلکان (ترجمۂ بوران مین) اور دوسرے مؤرخون نے بھی یہ حالات اجمالاً وتفصیلاً لکھے ہین،

سے معمور ہین ان کو ایشیائی عبارت آرائی کی ضرورت نہین پڑی، اِن صفات کے متعلق جس قدر مبالغہ کیا جاسکتا ہے، خوش قسمتی سے وہ مامون کے اصلی واقعات ہین، گبن حسب ذیل لکھتے ہین،

مامون کی فیاضی کی تعریف اس کے ارکانِ دولت نے ضرور کی ہوگی جس نے رکاب سے پاؤن نکالنے کے پیشتر ایک ضلع کی آمدنی کے چار خمس چوبیس لاکھ چار ہزار دینار[1] تھے دیدیئے، ایک جزئی مثال ہے، شعرا اور اہل فن کو ہزارون لاکھون درہم و دینار عطا کر دینا مامون کا ایک معمولی کام تھا، محمد بن وہیب کے ایک مدحیہ قصیدہ کے صلے مین حکم دیا کہ فی شعر ایک ہزار دلا دیئے جائین، یہ کل پچاس شعر تھے اور پچاس ہزار درہم اسی وقت اسکو دلا دیئے گئے[2]،

بوران کے نکاح مین ایک مفلس آدمی نے نمک اور اشنان کی دو تھیلیان نذر بھیجین اور خط لکھا کہ اگرچہ "ناداری ہمت کو دبا دیتی ہے، مگر مین نے یہ پسند نہ کیا، کہ اہل کرم کی فہرست بند کر دی جائے اور میرا نام اس مین نہ ہو، نمک کی برکت اور اشنان کی لطافت اس بات کے لئے کافی ہے کہ مین اس کو حضور کی نذر کیلئے انتخاب کرون مامون نے حکم دیا کہ دونون تھیلیان اشرفیون سے بھر کر اسکو واپس دی جائین[3]، اس قسم کی سینکڑون مثالین موجود ہین، اور ہم کو نئے تعلیم یافتہ نوجوانون کی طرح جو ایشیائی روایتون کو عموماً بے اعتباری کی نگاہ سے دیکھتے ہین، واقعات سے انکار کرنا نہین چاہیئے، یہ ایک بڑی غلطی ہے، کہ ہم آج موجودہ طرز سلطنت کو پچھلی ایشیائی حکومتون کے اندازہ کرنے

---

[1] آج کل کے حساب سے ایک کرور بیس ہزار روپئے صرف ہوئے،

[2] آغانی ترجمہ محمد بن وہیب، [3] تاریخ الخلفا سیوطی،

کا پیمانہ بتائین.

آج کل کے تعلیم یافتہ اس قسم کی روایتون کو جو تاریخون مین مذکور ہین عموماً مبالغہ پر محمول کرتے ہین. وہ سمجھتے ہین کہ ملکی اور فوجی مصارف سے بچ کر اتنا روپیہ کہان سے آسکتا ہے کہ اِن بے انتہا فیاضیون کیلئے کافی ہو، لیکن یہی ان کی غلطی ہے کہ پچھلی ایشیائی سلطنتون کے ملکی اور فوجی مصارف کو وہ آج پر قیاس کرتے ہین، حالانکہ اس وقت نہ اتنے مختلف صیغے اور عہدے تھے، نہ اتنی کثیر تنخواہین، اِس لئے خزانہ عامرہ کا بڑا حصہ اِن فیاضیون مین صرف ہوتا تھا جس کو آج ہم فضول اور لغو بتاتے ہین، یہ باتین ہم کو بعض عمدہ تاریخی نتائج کی طرف رہبری کرتی ہین، ہم اس عبرت انگیز انقلاب کو حیرت کی نظر سے دیکھتے ہین، جو دوہی صدی مین اسلامی جانشینون کے طریق حکومت مین ہو گیا حضرت عمرؓ ایک بار منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگون سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "سنو اور مانو"، یہ صدا اپنی پوری رفتار طے نہین کر چکی تھی کہ حاضرین مین سے ایک شخص کھڑا ہوا، اور بلند لہجہ مین کہا "لا سمعاً و لا طاعۃً"، یعنی نہ سنین گے اور نہ مانین گے، حضرت عمرؓ نے فرمایا "آخر کیون"، اس نے کہا، یمنی چادرین جو تمام مسلمانون کو تقسیم کی گئین اس مین تمہارا حصہ ایک سے زیادہ نہ تھا، مگر تمھارے بدن پر جو پیرہن ہے اور اسی چادر کو کاٹ کر بنایا گیا ہے، یہ یقیناً ایک چادر سے زیادہ مین بنا ہو گا، تم کو اس ترجیح کا کیا حق تھا، حضرت عمرؓ نے اپنے فرزند عبد اللہؓ کے ذریعے سے اِس اعتراض کا جواب دیا، جھنون نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ جس قدر کپڑا گھٹ گیا تھا وہ مین نے اپنے حصے کی چادر سے پورا کر دیا، وہ شخص یہ کہکر بیٹھ گیا کہ "ہان اب سنین گے اور مانین گے"[1]،

[1] آثار الدول امام رازی،

اس کے ساتھ اب مامون کے عہد کا مقابلہ کرو کہ اس کے غیر معتدل اصرافات
پر کروڑون مسلمانون مین سے ایک بھی نکتہ چینی کی جرأت نہین کرسکتا، کل بیت المال
(پبلک فنڈ) ایک شخص کے ہاتھ مین دیدیا گیا ہے، اور وہ جس طرح چاہے، اس پر آزادانہ
تصرف کرسکتا ہے، اس قسم کے بے قاعدہ مصارف سے ہم یہ بات آسانی سمجھ سکتے ہین
کہ ملکی عہدے کم تھے اور جس قدر تھے ان کی تنخواہین مبیش قرار نہ تھین،

ہمارے ناظرین جنھون نے مامون کو کبھی فقہ وحدیث کا تذکرہ کرتے دیکھا ہے کبھی
اہل کمال کے ساتھ اسکی عالمانہ بحثین سنی ہین، نہایت تعجب سے دیکھین گے، کہ بزم عیش
مین وہ رندانہ وضع سے بیٹھا ہے، بے تکلف اور رنگین طبع احباب جمع ہین، پری پیکر
نازنینون کا جھرمٹ ہے، دور شراب چل رہا ہے، ساز چھیڑا جارہا ہے، گل اندام کنیزین
نغمہ سرا ہین، یاران باصفا بدست ہوتے جاتے ہین، آغاز خلافت مین بیس مہینے
تک **مامون** نغمہ وسرود سے بالکل محترز رہا، چند روزون کے بعد شوق پیدا ہوا، مگر اتنا
ہی کہ احتیاط کے ساتھ کبھی کبھی سن لیتا تھا، یہ حالت بھی چار برس تک قائم رہی، پھر تو
ایسی چاٹ پڑ گئی کہ ایک دن اِن صحبتون کے بغیر بسر نہین کرسکتا تھا، لیکن اگر انصاف
سے دیکھئے تو اس مین تعجب کی کیا بات ہے، آزادی، حوصلہ مندی، لطافت طبع جوش
شباب، ہمیشہ زہد کی حکومت سے باغی رہتے آئے ہین، مامون کی تخصیص نہین اسوقت

سلہ علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ مین نہایت سختی کے ساتھ مامون وغیرہ کی
بادہ نوشی سے انکار کیا ہے لیکن تاریخی سند کوئی پیش نہ کرسکے، صرف حسن ظن پر تقریر کو طول دیا
ہے، تاہم نبیذ کا پینا تسلیم کرتے ہین، ابن خلدون کے تسلیم کرنیوالے مجاز ہین کہ ہماری کتاب مین
مامون کی نسبت جہان شراب کا ذکر آئے وہان بجاے شراب کے نبیذ پڑھین،

اسلامی سوسائیٹیان عموماً اس رنگ مین ڈوبی ہوئی تھین، مسلمانون کو اس عہد مین امن، فراغ، اطمینان، زرومال سب کچھ میسر تھا، پھر کیا چیز تھی جو ان کو زندگی کے پرخطر مقاصد سے روک سکتی، ایک مذہب البتہ درانداز ہو سکتا تھا لیکن جدت پسند طبیعتین اس کو بھی کھینچ تان کر اپنے ڈھب کا بنا لیتی تھین، شراب کی جگہ نبیذ (کھجور کی تاڑی) موجود تھی جسکو عموماً عراق کے مذہبی پیشواؤن سے حلت کی سند مل چکی تھی،

لونڈیون کی عام اجازت نے عیاشی کے سب حوصلے پورے کردیئے تھے، نغمہ وسرود تو قابلیت علمی کے بڑے جزو سمجھے جاتے تھے،

بنوامیہ اور عباسیہ مین ایک بھی خلیفہ ایسا نہین گذرا جو اس فن شریف مین مناسب دستگاہ نہ رکھتا ہو، بڑے بڑے مذہبی علماء بھی اس چاٹ سے خالی نہ تھے، حضرت عمرؓ ابن عبدالعزیز سے زاہد خشک بھی تو فن نغمہ مین بہت سے سرون کے موجد ہین[1]، مامون کے دربار مین مغنیون کا ایک بڑا گروہ موجود تھا، جنھون نے علمی اصول وقواعد کے موافق موسیقی کو معراج کمال تک پہونچادیا، اور جنمین سے مخارق، علویہ، عمرو بن بانتہ عقید، یحیٰی مکی، سوسن، زلزل، زرزود، اس فن کے ارکان تسلیم کئے گئے ہین، لیکن **اسحٰق** موصلی کی شہرتِ مقبول کے آگے کسی کو فروغ نہ ہو سکا، اسحٰق کا باپ ابراہیم، موسیقی کا ایک مشہور استاد تھا، اور ہارون الرشید کے دربار مین اپنی خدمت پر دس ہزار درہم ماہوار کا نوکر تھا، اسحٰق نے فن ادب، انساب، روایات، فقہ، نحو مین مجتہدانہ کمال پیدا کیا تھا، یہ عبرت کی جگہ ہے کہ موسیقی کے انتساب نے تمام معزز خطابون سے

[1] صاحب آغانی نے جہان خلفاء کی ایجادات موسیقی کا ذکر کیا ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا نام بھی لیا ہے،

محروم کرکے اس کو مغنی کا "حقیر لقب" دلادیا جس کی شہرت کو وہ کسی طرح دبا نہ سکا، وہ
اس نسبت سے نہایت نفرت کرتا تھا، مگر قبول عام پر کس کا زور ہے، مامون کو بھی
اس بات کا افسوس رہا کہ اسحق منصب قضا کے قابل تھا، لیکن قوالی کی بدنامی نے
اس بلند درجہ پر پہونچنے نہ دیا، تاہم اس کی عظمت کا اتنا پاس تھا، کہ دربار مین اس کو ندیمون
کے زمرے مین جگہ ملتی تھی، اس سے زیادہ یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس کو دربار مین فقہا کا لباس پہنکر آنیکی اجازت
تھی، اسپر بھی مانع نہوا، اور مامون سے درخواست کی کہ دراعہ اور سیاہ طیلسان پہنکر جمعہ کے دن مقصورہ[1] مین
داخل ہو سکے، مامون نے مسکرا کر کہا "اسحق، یہ نہین" لیکن مین تمھاری درخواست لاکھ درہم پر خرید
لیتا ہون،" یہ کہکر حکم دیا کہ لاکھ درہم اس کے گھر پہونچا دیئے جائین،

اسحق کا بیان ہے کہ تحصیل کے زمانہ مین مدتون میرا یہ روزانہ معمول رہا کہ صبح
تڑکے ہشیم کی خدمت مین پہونچکر حدیثین سنین، پھر کسائی، یا فرّا کے پاس جاکر قرآن کا سبق
پڑھا، اس سے فارغ ہوکر زلزل سے عود بجانے کی مشق کی، پھر شہدہ سے دو تین راگ
سیکھے، سب سے آخر اصمعی اور ابو عبیدہ کی خدمت مین حاضر ہوا، کچھ اشعار سنائے
کچھ ادب کے مسائل تحقیق کئے، شام کو گھر واپس آیا تو جو کچھ دن بھر سیکھا تھا، سب
پدر بزرگوار کو سنا دیا اسی کا بیان ہے کہ مین نے ایک لاکھ درہم مختلف وقتون مین زلزل
کے نذر کئے، تب عود بجانا آیا خلیفہ معتصم باللہ اکثر کہتا تھا، اسحق جب گاتا ہے
تو مجھے جوش مسرت مین یہ خیال ہوتا ہے، کہ میری سلطنت مین کوئی نیا ملک اضافہ ہو گیا
اسحق نے موسیقی کے جو اصول و قواعد اپنی تصنیف مین لکھے ہین وہ یونانی حکما

---

[1] جامع مسجد مین جہان بادشاہ نماز ادا کرتا تھا، وہ ایک کٹھگرا ہوتا تھا، اس کو عربی
مین مقصورہ کہتے ہین،

کی تحقیقات سے عموماً مطابق ہین، حالانکہ یہ بات تاریخی شہادتون سے ثابت ہو گئی ہے، کہ اس کو نہ یونانی زبان آتی تھی نہ ان کتابون کے ترجمے اس کی نگاہ سے گذرتے تھے، اس بات پر تمام اہل فن کو حیرت ہے، اور حق یہ ہے کہ اس فن کی تدوین اور ترتیب مین اس نے فیثاغورث سے کچھ کم کام نہین کیا۔

ان مغنیون کے سوا ایک اور طائفہ تھا جس سے مامون کے جلسون کی زیب وزینت تھی، روم و ایشیاے کوچک کی گل اندام نازنینین جو لڑائی کی لوٹ مین پکڑی آتی تھین، دلّال ان کو سستے دامون پر خرید لیتے تھے، اور موسیقی، شاعری، ایام العرب ادب، خوشنویسی، ظرافت، حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے، ان فنون مین کامل ہو کر وہ نہایت گران قیمتون پر بازار مین بکتی تھین، مامون کے شبستان عیش مین ان حورو شون کا ایک بڑا جھرمٹ رہتا تھا جنکی خریداری اور تربیت نے خزانہ عامرہ کو اکثر زیربار کر دیا تھا، ایک بار ایک لونڈی بکنے آئی جس کے فضل و کمال فصاحت، ادبیت، سخن سنجی کی قیمت بیچنے والے نے دو ہزار دینار طلب کی، مامون نے کہا مین ایک شعر پڑھتا ہون، اگر یہ فی البدیہہ اس کے جواب مین دوسرا شعر کہے تو اصل قیمت سے کچھ زیادہ دیتا ہون، شعر یہ تھا:-

ماذا تقولین فیمن شفہ ارق　　　　من جہد حبک حتی صار حیرانا

کنیز نے برجستہ کہا:-

اذا وجدنا محبا قد اضربہ　　　　داء الصبابة اولناہ احسانا

عریب ایک کنیز جو ہر علم و فن مین یکتائے روزگار تھی، اور لاکھ درہم اس کی

۱؎ اسحق و ابراہیم کا نہایت مفصل تذکرہ اغانی مین ملے گا،

خریداری مین صرف کئے گئے تھے، مامون کی محبوبہ خاص تھی، اس نے ہزار راگ ایجاد کئے تھے جنمین سے بعض کا تتبع اسحٰق بھی مشکل کر سکتا تھا، عریب کی قابلیت اور کمالات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خلیفہ المعتز باللہ عباسی نے جو فن بدیع کا موجد اور عرب کے شعراء کا خاتم ہے، عریب کے حالات مین ایک مستقل کتاب لکھی ہے، ایک بار عریب نے مامون سے رنجیدہ ہو کر ملنا چھوڑ دیا، قاضی احمد بن ابی داؤد سے مامون نے التجا کی کہ آپ بیچ مین پڑ کر صلح کرا دیجئے، عریب نے سنا تو پردہ سے بول اُٹھی کہ:-

تخلط الھجر بالوصال ولا یدخل فی الصلح بیننا احد

یعنی، وصال مین ہم ہجر کو ملا دیتے ہین، لیکن صلح کرانیکے لئے ہمارے بیچ مین کوئی غیر شخص نہین پڑ سکتا

مامون کی ایک دوسری کنیز جس کا نام **بذل** تھا، فن موسیقی کے مشہور استادون مین تسلیم کی گئی ہے، علی بن ہشام نے اسکی ایک تصنیف کا جو سات ہزار راگون پر مشتمل ہے، دس ہزار درہم صلہ دیا تھا، علامہ ابوالفرج اصفہانی نے عریب وبذل کے دل آویز حالات کے لئے اپنی بے نظیر کتاب الاغانی کے بیسیون صفحے نذر کئے ہین، رنگین طبع ناظرین کو اگر زیادہ دلچسپی ہو تو اس کے صفحے پیش نظر رکھین، اس عہد مین تعلیم یافتہ کنیزین عموماً امرا و خوشحال لوگون کے حرم مین داخل تھین، اور چونکہ ان کے حقوق اور معاشرت عملی طور سے ہر خاندان مین اصلی ازواج کے برابر بلکہ بڑھکر تھے، اس لئے عورتون کی تعلیم اور آزادی کا مسئلہ بہت کچھ ان کی بدولت حل ہو گیا تھا،

مامون کے عیش وطرب کے جلسون مین گو عیاشانہ رنگینی پائی جاتی ہے،

مگر انصاف یہ ہے کہ یہ جلسے علمی مذاق سے بالکل خالی بھی نہ تھے، اس قسم کے جلسے جو شاعرانہ جذبات کو پورے جوش کے ساتھ اُبھار دیتے ہین، اگر متانت وتہذیب کے ساتھ ہون تو لٹریچر پر نہایت وسیع اور عمدہ اثر پیدا کرتے ہین، مامون خود سخن سنج اور موسیقی کا بڑا ماہر تھا، یاران مجلس بھی عموماً نازک خیال اور نکتہ شناس تھے، بات بات پر شاعرانہ لطیفے ایجاد ہوتے، کبھی موسیقی کی بحث چھڑ جاتی، کسی وقت مامون کے فی البدیہہ مصرعون یا شعرون پر شعرا کی طبع آزمائیون کا امتحان ہوتا، ایکدن بزم عیش آراستہ تھی، بادۂ وجام کا دور تھا، بیس عیسائی کنیزین دیبائے رومی کے لباس پہنے، گردنون مین سونے کی صلیبین، کمر مین زرین زنار، ہاتھون مین گلدستے لئے ہوئے، بزم مین جلوہ آرا تھین، یہ سمان ایسا نہ تھا، کہ مامون دل پر قابو رکھ سکتا، بیساختہ چند اشعار زبان سے نکلے، اور احمد بن صدقہ ایک مغنی کو بلا کر ان شعرون کے گانے کی فرمایش کی، احمد کی نغمہ سرائی کے ساتھ کنیزین ناچنے کھڑی ہوگئین، ان کی مخمور آنکھین اور جام شراب مامون کے بدست کرنے مین یکسان کام دے رہے تھے، وہ بالکل سرشار ہوگیا، اور حکم دیا کہ ان نازنینون کے قدم پر تین ہزار اشرفیان نثار کی جادین، مامون کا چچا ابراہیم جس کے ادعائے خلافت کا حال پہلے حصہ مین گذر چکا ہے، اور جو موسیقی کا بڑا استاد اور اس فن مین اسحٰق موصلی کی ہمسری کا دعویٰ رکھتا تھا، ایک دن بزم عیش مین حاضر تھا، مامون کے دائین بائین بیس حور وش کنیزین ایک سر مین عود چھیڑ رہی تھین، اسحٰق بھی حاضر ہوا، اور آنے کے ساتھ ٹھٹک سا گیا، (مامون) کیون اسحٰق! کوئی بے اصول آواز کان مین آرہی ہے؟ (اسحٰق) حضور ہان (مامون ابراہیم کی طرف مخاطب ہوکر) تم اس سوال کا جواب کیا دیتے ہو! (ابراہیم)

نہین، مامون نے اسحق کی طرف دیکھا، اس نے کہا "اب مین تعین بتا دیتا ہون
کہ اس صف مین کس کی تار پر غلط مضراب پڑ رہا ہے"، ابراہیم نے اس طرف
کان لگا کر سنا، مگر پھر بھی تمیز نہ ہوئی، اسحق نے ایک خاص کنیز کی طرف اشارہ
کیا کہ وہ تنہا بجائے اور سب ہاتھ روک لین، اب ابراہیم بھی سمجھ گیا اور اپنی
ناواقفیت پر نادم ہوا، مامون نے کہا "ابراہیم اسی تارون کی یکسان اور مشتبہ گونج
مین ایک غلط صدا جس کے کان مین کھٹک جائے اور اس کو بہ تعین بتا دے
تم اس کی ہمسری کا کیونکر دعوی کر سکتے ہو"، شاید یہ پہلا دن تھا کہ ابراھیم نے صریح
لفظون مین اسحاق کی فضیلت کو تسلیم کر لیا، ایک دن معتصم باللہ نے مامون کی دعوت
کی، مکان جو دعوت کے لئے سجایا گیا تھا، اس کی چھت مین جا بجا روشندانون
مین شیشے لگے تھے، مجلس مین احمد یزیدی اور سیما ترکی بھی موجود تھا، جو معتصم کا پیارا غلام
اور حسن و جمال مین یگانہ روزگار تھا، آفتاب کا عکس شیشون سے ہو کر سیما کے چہرے
پر پڑا، تو عجیب کیفیت پیدا ہوئی، مامون بے ساختہ پکار اٹھا کہ "دیکھنا! آفتاب
کا عکس سیما کے چہرے پر پڑ کر کیا سمان دکھلا رہا ہے، پھر ایک شعر پڑھا، کہ اسی
وقت موزون ہوا تھا پہلا مصرع یہ ہے، قد طلعت شمس علی شمس
یعنی "آفتاب پر آفتاب چمک رہا ہے"، اگرچہ یہ ایک برجستہ لطیفہ تھا، تاہم معتصم
کو رشک ہوا، مامون نے تسکین کر دی کہ "رقابت مقصود نہین، صرف یہ ایک
فوری اثر کا اظہار تھا"،

مامون کا مذہب

مامون مذہب کے لحاظ سے اِس شعر کا مصداق ہے:-

کس کی ملت مین گنون آپکو بتلاے شیخ
تو کہے گبر مجھے گبر مسلمان مجھکو

سُنّی مورخ اس کے محاسن و فضائل کا علانیہ اعتراف کر کے بڑی حسرت سے لکھتے ہین، کہ "افسوس شیعی تھا"، شیعہ سخت ناراض ہین کہ اُس کا تشیع بالکل فریب تھا جس کے ذریعہ سے اُس نے حضرت **علی رضا** علیہ السلام پر قابو حاصل کیا، اور پھر زہر دلوا دیا، معتزلہ کی تاریخین موجود نہین، ورنہ یہ دیکھنا تھا کہ اس مقدس فرقہ نے اس کو کس لقب سے یاد کیا ہے، اصل یہ ہے کہ مامون کے زمانہ تک اِن فرقون مین وہ حد فاصل نہین قائم ہوئی تھی، جو اب ہے، سنی شیعہ، معتزلہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، سُنیون کے بڑے بڑے پیشوائے مذہبی (امام بخاری وغیرہ) شیعون سے حدیثین روایت کرتے تھے،

بزرگانِ سلف مین سینکڑون ایسے گذرے ہین کہ اگر ان کے مجموعہ عقائد کا شیرازہ کھولدیا جائے تو شیعہ، سُنی، معتزلی، قدریہ ہر ایک کے ہاتھ مین اسکا کچھ حصّہ آئے گا، عقائد کے لحاظ سے مامون معجون مرکب تھا، قرآن کے حادث ہونیکا قائل تھا، عام منادی کرادی تھی کہ جو شخص امیر معاویہؓ کو اچھا کہے، وہ دائرہ اطاعت سے باہر ہے، حضرت علیؓ کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتا تھا، لیکن اور خلفا سے بھی بد اعتقاد نہ تھا، اُس نے ایک نظم مین حضرت عثمانؓ و عایشہؓ کی نسبت

بھی اپنا راسخ اعتقاد ظاہر کیا ہے، اس کے یہ خیالات جنکو اب مذہبی اعتقادات
کا لقب دیا جاتا ہے، مختلف زبانون کی تعلیم و معاشرت کے نتائج تھے خاندان
برامکہ کی صحبت نے جو اُس کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے راہنما تھے، اس کو
شیعہ پن کے خیالات سکھائے، بڑا ہوا تو بھی یہی صحبت رہی، فضل بن سہل جو
پایہ تخت کے وزیر اور حکومت کے ارکان اعظم تھے مامون پر ایسے محیط تھے کہ
وہ انھین کی آنکھون سے دیکھتا تھا، اور اُنھین کے کانون سے سنتا تھا، یہ
دونون شیعے تھے، اور ان کے اقتدار نے کل دربار پر اپنا رنگ جمالیا تھا،
اخیر مین معتزلی اپنے فضل و کمال کی وجہ سے باریاب ہوئے، مامون کی قابل
طبیعت نے ان کے عقائد کو بھی خیر مقدم کہا، اس دوطرفہ کشمکش مین سنیت کا
جس قدر حصہ باقی رہ گیا، وہ صرف خاندان کا قدرتی اثر تھا، مامون کے دربار
مین ہندو، عیسائی، یہودی، مجوسی ہر ایک مذہب کے عالم اور فاضل تھے وہ
سب سے نہایت فیاضانہ مراعات رکھتا تھا، اور کسی کے عقائد اور مذہبی
خیالات سے اس کو بحث نہ تھی، لیکن تعجب اور افسوس ہے کہ خود اس کے
ہم مذہبون کو ہمیشہ اس کے تعصبات سے گزند پہونچتا تھا، شیعہ پن کے جوش
مین ایک بار منادی کرادی کہ **متعہ** عموماً جائز سمجھا جائے، اگر یہ حکم ذاتی رائے
کی صورت مین ہوتا، تو شاید کسی کو خیال بھی نہ ہوتا، لیکن ایک عام منادی فرمان
شاہی کے ہمزبان تھی اور اگر قاضی یحییٰ کے منطقی استدلال سے مامون عاجز
نہ آجاتا تو شاید سنیون کی قسمت بدل گئی ہوتی، مامون اس وقت دمشق مین
تھا، دربار کے تمام علما بھی ساتھ تھے، اِس وحشت انگیز منادی نے گو

تمام شہر کو برہم کر دیا، لیکن حکومت کی آواز کو کون دبا سکتا تھا جو لوگ مامون کے مزاجدان تھے، سمجھ چکے تھے، کہ اس پرخطر موقع پر اگر کوئی شخص اپنی جرأت کا امتحان کے سکتا ہے، تو وہ صرف قاضی یحییٰ ہین، درباریون مین سے دو شخص ان کی خدمت مین حاضر ہوئے، وہ پہلے سے تیار بیٹھے تھے، ان لوگون سے کہا، کہ دربار مین چلئے، مین بھی ذرا دیر مین آتا ہون، یہ لوگ پہونچے تو مامون حضرت عمرؓ کا یہ قول پڑھ رہا تھا، دو متعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد مین تھے مین اُن کو حرام کرتا ہون،" ہر لفظ پر اس کا چہرہ غصہ سے متغیر ہوتا جاتا تھا، اور جب ایک پرغیظ لہجہ مین یہ روایت ختم کر چکا تو نہایت طیش مین آکر کہا اے جعل جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین جائز تھی، تو کون ہے کہ اس کو حرام کرے"، مامون کو اس طرح برافروختہ دیکھکر سب سہم گئے، اتنے مین قاضی یحییٰ پہونچے، اور گو خود کچھ نہین کہا لیکن ان کا مغموم چہرہ ان کے دلی خیالات کو صاف ادا کر رہا تھا، مامون نے اُن کی طرف مخاطب ہو کر کہا، کیون آپ کا چہرہ کیون متغیر ہے؟

(قاضی یحییٰ) اسلام مین ایک بنا رخنہ پڑا،

(مامون) وہ کیا؟ (قاضی یحییٰ) زنا حلال کر دیا گیا،

(مامون) یہ کیونکر؟ (قاضی یحییٰ) متعہ زنا ہی تو ہے،

(مامون) کس دلیل؟ (قاضی یحییٰ) قرآن مجید کی اس آیت مین الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم صرف دو قسم کی عورتون سے تمتع جائز کیا گیا ہے، جورو، لونڈی، کیا ممتوعہ لونڈی ہے، (مامون) نہین،

(قاضی یحییٰ) پھر کیا زوجہ شرعی ہے، کیا اس کو میراث مل سکتی ہے؟ قاضی یحییٰ نے ایک حدیث بھی متعہ کی حرمت مین پڑھی، مامون کو اپنی خود رائی پر نہایت افسوس ہوا، اور اسی وقت حکم دیا کہ پہلا حکم منسوخ کردیا گیا[1]،

مامون اس بات مین بے شبہہ نہایت تعریف کا مستحق ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی فلسفیانہ تعلیم وخیالات کے ساتھ مذہبی عقائد مین نہایت راسخ الاعتقاد تھا، فرائض اور اعمال کا سخت پابند تھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو جو سچی ارادت تھی عاشقانہ وارفتگی کی حد تک پہونچ گئی تھی، شام کے سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک ملا تو آنکھون سے لگایا، اور جوش محبت کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی، بار بار آنکھون سے لگاتا تھا، اور روتا جاتا تھا، مذہبی جوش ایک بڑی طاقت ہے، اور ہمیشہ دنیا مین اس سے عجیب عجیب اثر ظاہر ہوئے ہین، مگر افسوس ہے کہ مامون نے اس قوت سے کوئی عمدہ کام نہین لیا، بلکہ یہ کہنا چاہئے، کہ جس چیز نے اس کی تمام خوبیان غارت کردین وہ یہی مذہبی جنون تھا، فلسفہ کے اثر نے اس کو چند عقائد مین معتزلی المذہب بنا دیا تھا جس مین سے قرآن کے حادث ہونے کا مسئلہ اس رسوخ کے ساتھ اس کے دل مین بیٹھ گیا کہ اس کے نزدیک اس مسئلہ سے انکار کرنا، گویا اصل توحید سے انکار کرنا تھا، ۲۱۸ھ مین جب وہ شام کے اضلاع مین مقیم تھا، تو اسحق خزاعی گورنر بغداد کو ایک فرمان بھیجا جس کا مختصراً مضمون یہ تھا "امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے کہ عموماً تمام

حدوث قرآن مامون کی

[1] دیکھو تاریخ ابن خلکان حالات قاضی یحییٰ بن اکثم،

مسلمان جو شریعت کی باریکیون کو نہین سمجھ سکتے قرآن کے قدم کے قائل
ہین، حالانکہ خود قرآن کی متعدد آیتون سے اس کے خلاف ثابت ہے یہ
لوگ بدترین امم اور ابلیس کی زبان ہین بغداد کے تمام قاضیون کو جمع کرکے
یہ فرمان سنا دیا جائے، اور جس کو انکار ہو، وہ ساقط العدالت مشہور کر دیا
جائے،، مامون کو اس پر بھی تسلی نہین ہوئی، سات بڑے بڑے عالمون کو
جو مذہبًا بہت بڑا اقتدار رکھتے تھے اپنے پاس طلب کیا، اور رد و در رد گفتگو
کی یہ سب لوگ اس مسئلہ مین مامون کے خلاف تھے، مگر تلوار کے ڈر سے
وہ کہہ آئے، جو ان کا دل نہین کہتا تھا جب یہ لوگ بھی مامون کے ہمزبان
بن گئے، تو اس نے اسحق کے نام ایک دوسرا فرمان بھیجا کہ ممالک اسلامیہ کے
تمام علماء اور مذہبی پیشواؤن کا اظہار لیا جائے، اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہوئی
اور سب کے اظہار ان کے خاص الفاظ مین قلم بند ہوکر مامون کے پاس
بھیج دئے گئے، اس کے جواب مین مامون نے جو کچھ لکھا وہ اس کے
جنون مذہبی کا ہذیان تھا، تمام محدثین اور فقہا مین سے ایک بھی نہین بچا،
جس پر رشوت، چوری، دروغگوئی، بے علمی، حماقت شعاری کا الزام نہین لگایا
تھا، فرمان مین یہ چنگیزی حکم بھی تھا کہ جو لوگ اس عقیدہ سے باز نہ آئین پابزنجیر
روانہ کئے جائین، تاکہ مین خود اپنے سامنے اتمام حجت کرکے ان کی موت
وحیات کا فیصلہ کردون اسحق نے یہ فرمان مجمع عام مین پڑھکر سنایا جس کی
ہیبت نے بڑے بڑے ثابت قدمون کے عزم کو متزلزل کر دیا، اور
سب کے سب سچائی اور آزادی کو خیرباد کہکر مامون کے ہمزبان ہوگئے۔

علامہ قواریری و سجادہ البتہ کسی قدر مستقل رہے، مگر جب پاؤن مین بیڑیان ڈال دی گیئن اور ایک رات اسی سختی مین گذری تو ثابت ہو گیا کہ ان لوگون کو اپنے عزم و استقلال کی نسبت جو حسن ظن تھا وہ صحیح نہ تھا، صرف امام حنبل و محمدؒ بن نوح اس معرکہ مین ثابت قدم رہے، جس کے صلے مین پا بزنجیر ہو کر طرطوس روانہ کئے گئے،

ماموں کو پھر معلوم ہوا کہ جن لوگون نے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا، تقیہ کیا تھا، وہ نہایت برافروختہ ہوا، اور ان لوگون کی نسبت حکم دیا کہ آستانۂ دولت پر حاضر کئے جائین، ایک جم غفیر جسمین ابو حسان زیادی، نضر بن شمیل، قواریری، ابو نصر تمار، علی بن مقاتل، بشر بن الولید وغیرہ شامل تھے، پولیس کی حراست مین شام کو روانہ کیا گیا، یہ لوگ رقہ تک پہونچ چکے تھے کہ ماموں کے مرنے کی خبر آئی، جس کا اثر عام مسلمانون پر جو کچھ ہوا ہو، لیکن ان بیکسون کے لئے تو یہ ایک نہایت جانفزا مژدہ تھا،[1]

تمام خلفائے بنی العباس کے برخلاف ماموں آل علی سے نہایت محبت رکھتا تھا، باغ فدک سادات کو واپس دے دیا تھا، آل ہاشم کو عموماً بڑے بڑے ملکی عہدے دیئے، اس عزیزانہ مراعات کو خاندان عباس رشک کی نگاہ سے دیکھتا تھا، یحییٰ بن حسین نے (علوئین مین سے تھے) جب انتقال کیا، تو ماموں کو ان کے مرنے کا ایسا صدمہ ہوا، کہ شاید کبھی نہ ہوا تھا، خود ان کے جنازہ پر حاضر ہوا، اور دیر تک رنج و غم کی وہ حالت اس پر طاری

[1] یہ تمام واقعات کامل بن الاثیر اور تاریخ الخلفا مین زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہین،

رہی کہ لوگ دیکھکر تعجب کرتے تھے، اس واقعہ کے تھوڑے دنون کے بعد زنیت خاتون کا (جو تمام خاندان عباس مین نہایت محترم تھین) ایک عزیز فرزند مرگیا، مامون نے بجائے اس کے کہ جنازہ مین شریک ہوتا، یا خود تعزیت کو جاتا، صالح کو اپنی طرف سے بھیجا کہ عذرخواہی کے ساتھ ماتم پرسی کر آئے اس بے پرواہی نے زنیت خاتون کو اس قدر رنج دیا کہ ان کو عظمتِ خلافت کا بالکل خیال نہ رہا، اور مامون کی طرف اشارہ کرکے یہ شعر پڑھا:۔

سبکناہ ونحسبہ لجینا ، فابدی الکیر عن خبث الحدید

ترجمہ: ہم نے اسے تایا تو چاندی خیال کیا تھا، لیکن بھٹی سے تے ظاہر کردیا کہ زنگ آلود لوہا ہے،، پھر صالح سے کہا کہ مامون سے جاکر کہنا:۔

دائے[1] مراجل کے لونڈے! اگر آج یحیی بن الحسین ہوتا، تو تو منہ پر دامن رکھکر جنازہ کے پیچھے دوڑتا جاتا)

یہ عجیب بات ہے کہ مامون کی اس فیاضانہ مراعات کو ہمارے مؤرخین شیعہ پن کا اثر خیال کرتے ہین، مامون کو بے شبہہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت پرجوش اور محبت آمیز عقیدت تھی، اس کا لازمی اثر تھا کہ خاندانِ نبوت کے ساتھ بھی اس کو دلی اخلاص ہو، اس مراعات کا ایک اور سبب تھا جس کو خود مامون نے ایک موقع پر بیان کیا ہے، اس نے

---

[1] یہ مامون کے کنیز زادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے، [1] کامل بن الاثیر ذکر سیرت مامون،

کہا کہ "ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانِ خلافت مین ایک بنی ہاشم کو بھی کوئی

ملکی عہدہ نہین دیا، عمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اِس خاندان کے

ساتھ کچھ فیاضی نہ کی، لیکن علی مرتضیٰ جب ہوئے، تو عبداللہ بن عباس کو بصرہ

عبید اللہ کو یمن، معبد کو مکہ، قثم کو بحرین کی حکومت دی، اور آل عباس مین کوئی

باقی نہین رہا جس کو حکومت مین کچھ حصہ نہ ملا ہو، ہمارے خاندان پر یہ

قرض باقی چلا آتا تھا جس کو اب مین نے ادا کیا ہے[1]"،

---

[1] تاریخ الخلفا سیوطی،

معاصر سلطنتین

ہم مختصر طور پر بتانا چاہتے ہین کہ جس زمانہ مین مامون دنیا کے بڑے بڑے
حصون پر نہایت عظمت و جلال کے ساتھ حکمرانی کر رہا تھا، اس وقت اس کی
معاصر سلطنتین ترقی کے کس پایہ پر تھین،

انگلینڈ کا تنگ رقبہ سات چھوٹی چھوٹی حکومتون مین منقسم تھا جن کے نام
یہ ہین، [1] کینٹ سیکس، وسیکس، اسیکس، نادمبرلینڈ، مرشیا، ایسٹ انگلیا،
یہ سب بادشاہ جن کو رئیس کہنا چاہیے، آپس مین لڑتے رہتے تھے، اور جو
شخص ان مین کسی قدر غلبہ حاصل کرلیتا تھا، اس کو بادشاہ انگلش کا پر فخر
لقب ملتا تھا، ۸۲۷ء مین اگبرٹ (EGBERT) بادشاہ وسیکس اپنے
تمام حریفون پر غالب ہوگیا، اور قریباً تمام انگلینڈ مین اس کی فتوحات پھیل
گئین، لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے فتوحات کی بنیاد مستحکم کرے، ڈنیس
(DANES) کا حملہ شروع ہوگیا، اگبرٹ نے ۸۳۶ء مین انتقال کیا،
جرمنی، اٹلی، ہنگری، ایسی چھوٹی چھوٹی ریاستین تھین، جن کے لئے سلطنت کا لقب

---

[1] ان نامون کا صحیح تلفظ انگریزی مین یہ ہے:-

(1) KANT. (2) SUSSEX. (3) WESSOX. (4) ESSEX. (5) NORTH ENMBERLAND. (6) MERCIA (7) EAST ANGLIA.

نہ تہذیب وشائستگی کے لحاظ سے موزون تھا، نہ جمعیت وطاقت کے اعتبار سے، **شارلمین** شاہنشاہِ فرانس نے ۸۰۰ء مین اِن ریاستون کو فتح کامل حاصل کرنے کے بعد اپنی حدودِ حکومت مین داخل کرلیا، اور ایک سلطنتِ اعظم کی بنیاد قائم کی، یورپ کے مؤرخون نے اس کی عظمت وشان کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے، کہ اُس نے اپنے معاصر ہارون الرشید اعظم سے دوستانہ راہ ورسم پیدا کی، اور سفارت وہدایا بھیجے، فرانس کے مؤرخون نے یہ بھی لکھا ہے، کہ اس سفارت کے جواب مین ہارون الرشید نے جو شاہانہ تحفے بھیجے ان مین ایک گھڑی بھی تھی[1] جس کی کمالِ صنعت پر تمام دربار حیرت زدہ ہوگیا، اور فرانس مین گھڑی کا رواج اُسی زمانے سے شروع ہوا، عربی تاریخون مین اس سفارت کا بالکل ذکر نہین ہے، اور اس وجہ سے مسٹر پامر صاحب کا خیال ہے کہ مسلمانون کی سلطنت چونکہ اُس وقت نہایت عروج پر تھی اس لئے اس سے فخریہ رابطہ قائم کرنے کیلئے یورپ مین یہ قصّے خود ایجاد ہوگئے[2]، شارلمین ۸۱۴ء مین انتقال کرگیا، اسی کے ساتھ عظمتِ سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا،

قسطنطنیہ مین میکل اوّل ومیکل دوم وتھیو فلس پسر میکل دوم مامون کے معاصر تھے، یہ خاندان اکثر دولت عباسیہ کو خراج کے طور پر کسی قدر سالانہ رقم ادا کیا کرتا تھا، بعض تخت نشینون نے کبھی کبھی سرتابی کی، مگر عباسیون نے اپنی قاہرہ فتوحات

---

[1] اس گھڑی کا حال کشف الجناعن فتوح الادبا مین تفصیل کے ساتھ لکھا ہے تعجب ہے کہ یہ پہلی ایجاد آجکل کی بہت اعلیٰ قسم کی صنعت کے برابر تھی، [2] دیکھو تاریخ ہارون الرشید مصنفہ پامر صاحب مطبوعہ لنڈن صفحہ ۸۴،

سے ان کو بتا دیا کہ ان کے حق مین صلح بہر حال جنگ سے زیادہ مفید ہے، ناظرین کو چاہئے، کہ اس موقع پر مامون کی فتوحات پر ایک بار اور نظر ڈالین،

غرض دنیا مین اس وقت جتنی سلطنتین موجود تھین سلطنت عباسیہ سے کچھ نسبت نہین رکھتی تھین، لیکن خاندان بنی امیہ جو اسپین مین فرمان روا تھا، عباسیہ کا حریف مقابل تھا، حکم بن ہشام جو ۱۸۱ھ مین تخت نشین ہوا، اور عبد الرحمن اوسط جو ۲۰۶ھ مین تختِ حکومت پر بیٹھا، یہ دونون اموی خلیفہ مامون کے معاصر تھے، اور اگر وسعتِ سلطنت کے اعتبار سے نہین تو فتوحاتِ یورپ کے لحاظ سے وہ صحیح طور پر مامون کی ہمسری کا دعوی کر سکتے تھے حکم نے فوج کو بہت ترقی دی اور علم کی نہایت قدردانی کے ساتھ سرپرستی کی، عبد الرحمن اوسط نے یورپ پر بہت سی فتوحات حاصل کین، اسپین مین بے شمار مسجدین بنوائین، خلفائے بنی امیہ مین وہ پہلا تخت نشین ہے، جس نے سلطنت کے اُصول و قواعد منضبط کئے،

ارکین دربار اور ملکی عہدے

ہر سلطنت مین بعض اہل دربار اور عہدہ داران ملک اپنے زور لیاقت اور حسن تدبیر سے ایسا اقتدار حاصل کر لیتے ہین کہ اُن کے کارنامے سلطنت کی تاریخ کا ایک ضروری حصہ بنجاتے ہین اور اس لیئے ان کے عام حالات زندگی پر بھی ایک اجمالی نگاہ ڈالنا مؤرخ کا فرض ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ ایک اور بڑا سبب ہے، جسکی وجہ سے ہم درباریون اور عہدہ دارون کا مختصر طور پر تذکرہ کرنا ضروری سمجھتے ہین،

خلفاے راشدین کے بعد مسلمانون مین شخصی حکومت شروع ہو گئی، جس کی بنیاد امیر معاویہ نے ڈالی تھی، اس وقت سے آج تک جہان جہان اسلامی حکومت قائم ہوئی شخصی اختیارات کے اصول پر قائم ہوئی، جسکا ایک لازمی خاصہ یہ تھا کہ فرمانرواے وقت کسی عام ملکی قانون کا پابند نہین ہوتا تھا، شریعت کے مسلمہ اصول بھی ہمیشہ اسکی ذاتی خواہشون کے سانچے مین ڈھالے جاتے تھے، اسی طرح اس کے نائبان سلطنت اور عمال اپنے اپنے اختیارات کی حدود تک گویا خود مختار فرمان روا ہوتے تھے، اس لئے ہم کو اگر کسی عہد کے امن و انصاف کی نسبت کوئی راے قایم کرنی ہو تو ضرور ہے، کہ سلطان وقت اور عہدہ داران سلطنت کی ذاتی لیاقت اور طریق عمل پر بھی نگاہ ڈالین، مامون کے عمالون اور عہدہ دارون کے حالات لکھنے سے پہلے

مختصر طور پر ہم عہدون کے تعیین اور ان کے فرائض لکھتے ہین، اس وقت بڑے بڑے ملکی عہدے جن پر سلطنت کی بنیاد قائم تھی، یہ تھے:-

وزارت، کتابت، شرطہ (پولیس) قضا، عدالت، ولایت،

وزارت، یہ سب سے بڑا منصب تھا، اور حق یہ ہے کہ عملی طور سے وزیر اعظم کے اختیارات، بادشاہ کے اختیارات سے زیادہ وسیع اور باثر ہوتے تھے،

وزارت کے مختلف درجے تھے اور ہر صیغہ کے وزیر الگ الگ مقرر تھے، مثلاً وزیر القلم، وزیر الحرب، وزیر الخراج، اِن سب سے بالاتر وزارت اعظم کا منصب تھا، جو ذوالریاستین یعنی وزیر الحرب والقلم کے معزز خطاب سے مخاطب ہوتا تھا، اسی رعایت سے اس کا امتیازی پھریرہ جس نیزے پر آویزان ہوتا تھا اس کے دو پھل ہوتے تھے،

کتابت، کاتب کا رتبہ عظمت اور رسوخ کے اعتبار سے قریبًا وزیر کے رتبہ کے ہم پلہ تھا، وہ تمام فرامین، احکام، توقیعات، سلطنتہاے غیر کے معاہدے اپنی خاص عبارت مین لکھتا تھا، جن پر وہ اپنے دستخط ثبت کرتا تھا اور دونون کنارون پر سرخ روشنائی سے شاہی مہر لگاتا تھا، اس کے علاوہ ان تمام عرضیون پر جو ہر روز ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ مختلف مقاصد کیلئے بادشاہ کی خدمت مین بالذات یا بواسطہ گذرانتے تھے، بادشاہ کی ہدایت سے نہایت مختصر اور بلیغ عبارت مین مناسب احکام لکھتا تھا، ہمین اسقدر کمال بہم پہونچایا گیا تھا، کہ جعفر برمکی کی تمام توقیعات بازار مین ایک ایک اشرفی کو بکتی تھین اور فن انشا کے شایق بڑے شوق

سے مول لیتے تھے،

قضا، قاضی جس کو جج و جسٹس کہا جا سکتا ہے، اس کو فصلِ مقدمات کے علاوہ یتیمون اور مجنونون وغیرہ کی جائداو کا انتظام مفلسون کی خبر گیری، وصیتون کی تعمیل، بیواؤن کی تزویج (جب کوئی والی نہ ہو) اس قسم کے کام سپرد تھے،

معدل، دفتر قضا سے تعلق رکھتا تھا، اس کے پاس ایک رجسٹر ہوتا تھا جسمین ثقہ اور ساقط العدالت لوگون کے نام درج ہوتے تھے، مقدمات کی پیشی کے وقت گواہون کے اعتبار و عدم اعتبار کا مدار بہت کچھ اس کے رجسٹر پر ہوتا تھا، اس کے علاوہ عام حقوق اور مشتبہ جائدادون و قرضون کے کاغذات مرتب رکھتا تھا، اور عموماً دستاویزات کی رجسٹری اسی کے دفتر مین ہوتی تھی، یہ بڑی ذمہ داری کا عہدہ تھا اور اس لئے نہایت مشہور راستباز اور ثقہ لوگ اس منصب کیلئے انتخاب کئے جاتے تھے،

محتسب، کو ان باتون کی خبر گیری رکھنی پڑتی تھی، بازارون، یا مجامع عام مین کوئی امر خلافِ شریعت نہ ہونے پائے، جانورون پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادا جائے، کشتی مین زیادہ آدمی سوار نہ ہونے پائین، راستہ پر یا سڑک پر جو مکانات گرنے کے قریب ہون، ان کو ان کے مالکون سے کہکر گروادے، جو معلمین لڑکون پر زیادہ سختی کرتے ہون، ان کو سزا دے کوئی شخص ترازو یا پیمانہ وزن سے کم نہ رکھنے پائے محتسب کے ساتھ بہت سے سرکاری پیادے ہوتے تھے، اور وہ بازارون اور گلی کوچون مین گشت کرتا رہتا تھا،

ولایت، والی یا عامل، علی اختلاف مراتب کلکٹر، کمشنر، لفٹنٹ گورنر، اور بعض حالتون مین گورنر کے برابر ہوتے تھے[1]،

مامون کے دربار مین جو لوگ یکے بعد دیگرے وزارت اعظم کے منصب پر ممتاز ہوئے ان کے نام یہ ہین، فضل بن سہل، حسن بن سہل (یہ دونون حقیقی بھائی تھے)، احمد بن ابی خالد احول، ثابت بن یحییٰ، محمد بن یزداد، لیکن وزارت اعظم کا اصلی جاہ و جلال فضل بن سہل کے دم تک قائم رہا، اور شاید اس کے برابر تنخواہ بھی یعنی تیس لاکھ درہم ماہوار کسی اور کی نہین مقرر ہوئی، اسی بنا پر بعض مؤرخون نے خیال کیا ہے کہ فضل کے بعد یہ عہدہ توڑ دیا گیا، اور حسن وغیرہ جو وزرا مشہور ہین در اصل کاتب کا منصب رکھتے تھے،

فضل، نسباً و مذہباً مجوسی تھا، اور ۱۹۰ھ مین مامون کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا جعفر برمکی نے ہارون الرشید کی خدمت مین اس تقریب سے اس کو پیش کیا کہ شہزادہ مامون کی صحبت کے لائق ہے، لیکن جب ہارون نے امتحاناً دربار مین طلب کیا، تو شاہانہ عظمت و جلال کا ایسا اثر ہوا کہ فضل حیرت زدہ رہ گیا، اور آداب و سلام کے معمولی الفاظ بھی ادا نہ کرسکا، ہارون نے متعجبانہ جعفر کی طرف دیکھا فضل نے بڑھکر عرض کی "امیر المومنین! غلام کی سعادت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ آقا کی ہیبت سے متاثر ہو"، ہارون پھڑک اٹھا، اور جعفر کے انتخاب کی تعریف کی، فضل شہزادگی کے زمانے مین مامون کا ندیم خاص رہا، اور چونکہ ابتدا مین اسی کے پرزور ہاتھون نے خلافت کی کشتی ڈوبنے

---

[1] ان تمام عہدون کی تفصیل مقدمہ ابن خلدون مین عمدہ طور سے لکھی ہے،

سے بچالی تھی، مامون پر نہایت محیط ہو گیا تھا، اور دربار مین کسی شخص کو اس کی مخالفت کا یارا نہ تھا، اِس خود پرستی کے سوا فضل مین اور تمام خوبیان تھین، نہایت فیاض، مدبر، فرزانہ علم دوست تھا،

بڑے بڑے مشہور شعرا مثلاً صریع الغوانی، ابراہیم صولی، ابو محمد جو فن انشا کے بڑے ترقی دینے والے تھے، اس کے دربار مین حاضر رہتے تھے، چونکہ فیاضی کے ساتھ عام طور پر حاجت روا ے خلق تھا، ہر روز حاجتمندون کا ایک بازار لگا رہتا تھا، چنانچہ اس نے گھبرا کر تمامہ بن اشرس سے کہا مین ان لوگون سے نہایت تنگ آ گیا ہون، تمامہ نے کہا "آپ جس پایہ پر ہین، اس سے اتر آئین تو ایک شخص بھی آپ کو تکلیف دینے نہ آئیے گا" اِس مؤثر فقرے نے اس کی فیاضی کو پہلے سے بہت زیادہ کر دیا،

ایک شخص نے اس کو ایک رقعہ لکھا جسمین کسی کی چغلی کھائی تھی، فضل نے اس کے حاشیہ پر لکھدیا کہ "مین غمازی کے قبول کرنے کو غمازی سے بدتر سمجھتا ہون کیونکہ غماز صرف رستہ بتاتا ہے، اور قبول کرنے والا خود اس پر چلتا ہے، فضل علم نجوم کا بہت بڑا ماہر تھا، نجوم کا علم مصطلح معنون مین صحیح ہو یا غلط، مگر فضل کی چند پیشین گوئیان تاریخی شہادتون سے ایسی صحیح ثابت ہو گئی ہین کہ حسن اتفاق کی اس سے عجیب تر مثال نہین مل سکتی، ۲۰۲ھ مین مامون کے اشارہ سے قتل کیا گیا، اس کے اسباب مین ایک صندوق نکلا جسمین ایک حریر کے ٹکڑے پر یہ عبارت اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی "بسم اللہ الرحمن الرحیم" فضل نے اپنی نسبت یہ فیصلہ

کیا ہے، کہ اڑتالیس برس زندہ رہے گا، پھر آگ اور پانی کے درمیان قتل کیا جاوے گا، چونکہ وہ حمام مین مارا گیا تھا، اس لئے اس کی یہ پیشینگوئی پورے طور سے صحیح تسلیم کی گئی[1]،

حسن بن سہل، پہلے فارس، اہواز، بصرہ، کوفہ مین کا گورنر مقرر ہوا تھا، فضل کے قتل ہونے کے بعد وزارت کے منصب پر ممتاز ہوا، اس کی قدرشناسی اور فیاضیون کے فسانے عموماً مشہور ہین، بوران اپنی بیٹی کی شادی جس شان وشوکت سے کی، اس کو مامون کے حالات مین دیکھنا چاہئے،

نہایت فصیح وبلیغ اور نکتہ شناس تھا، اس کے دلآویز فقرے اور پرزور وبلند تحریرین ادب کی تصنیفات مین اکثر مثالاً پیش کی گئی ہین -

عام لوگون کے ساتھ نہایت لطف ومحبت سے پیش آتا تھا، اور دادخواہون کے حال پر ازبس توجہ رکھتا تھا، لوگون کی سفارش کرنے پر اور تقصیرات کے معاف کرانے مین اس کو ایک عجیب دلچسپی تھی، ایک شخص نے کچھ جرم کیا تھا حسن نے اس کو شفاعت کا رقعہ لکھدیا، وہ نہایت شکرگزار ہوا، اور احسان مندی کے جوش مین دیر تک شکریئے کے الفاظ ادا کئے، حسن نے کہا، شکر گذاری کی کیا بات ہے، شفاعت کرنا ہم لوگ جاہ وعزت کی زکوٰۃ سمجھتے ہین،، وہ اکثر کہا کرتا تھا، کہ "قیامت مین جس طرح مال کی زکوٰۃ سے سوال ہوگا، قدرومنصب کی زکوٰۃ کی بھی پرسش ہوگی،،

[1] فضل وحسن کے حالات تاریخ بن خلکان مین کسی قدر تفصیل سے مذکور ہے،

افسوس ہے کہ حسن نے وزارت سے کچھ زیادہ عرصہ تک حظ نہین اٹھایا
فضل کے قتل کا اس کو ایسا صدمہ پہونچا تھا کہ رات دن کے رونے اور فریاد
کرنے سے مختل الحواس ہو گیا، اور آخر یہان تک نوبت پہونچی کہ پاؤن مین
بیڑیان پہنائی گئین ۲۳۶ھ مین بمقام سرخس وفات کی،

احمد بن ابی خالد احول حسن بن سہل کی درخواست پر اس کا قائم
مقام مقرر ہوا تھا مامون نے جب اس کو مستقل کرنا چاہا، تو اُس نے انکار کیا
اور کہا کہ جو خدمت مجھ سے لی جائے مین حاضر ہون، لیکن وزارت کے لقب
سے معاف رکھا جاؤن، مامون نے چونکہ اس کی لیاقت کا صحیح اندازہ کر لیا تھا
یہ درخواست قبول نہ کی اور خلعتِ وزارت عطا کیا، احمد نے نہایت لیاقت
اور عظمت و شان کے ساتھ وزارت کی، مامون بھی اس کی نہایت عزت
کرتا تھا، ایک بار کسی نے عرضی دی کہ "وزیر اعظم احمد کھانے کا بہت شائق
ہے، اور جسکی دعوت کھا لیتا ہے، مقدمات مین خلافِ انصاف اس کی
طرفداری کرتا ہے" مامون نے اس شکایت پر اگر کچھ لحاظ کیا، تو یہ کیا کہ
تنخواہ کے علاوہ ہزار درہم روزانہ احمد کے دسترخوان کے لئے مقرر کر دیے[1]

احمد کی وزارت ختم ہونے کے ساتھ مامون کی خلافت کا زمانہ بھی قریباً ختم
ہوتا ہے، باقی اور لوگ جو برائے نام وزیر کہلائے، ان کی چندروزہ اور
گمنام وزارت کوئی تاریخی اثر نہین رکھتی، اور اس لئے ان کے حالات سے
اگر ہم قطع نظر کرین تو شاید ناموزون نہ ہوگا،

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی،

کتابت، مامون کے دربار مین جو لوگ اس معزز منصب پر مقرر ہوئے اپنے فن مین بے مثل و یگانۂ روزگار تھے، عمرو بن مسعدت المتوفی ۲۱۵ھ بہت بڑا نامور فاضل تسلیم کیا گیا ہے، بڑے سے بڑے مضمون کو مختصر لفظون مین اس خوبی سے ادا کرتا تھا، کہ مضمون کا اصلی اثر اور زیور پورا قائم رہتا تھا، احمد بن یوسف کا بیان ہے کہ ایک بار مین مامون کی خدمت مین حاضر ہوا، وہ ایک خط پڑھ رہا تھا، اور عجیب محویت کے عالم مین تھا، بار بار پڑھتا تھا، اور چھومتا تھا، ہاتھ سے رکھ دیتا تھا، اور پھر اُٹھا لیتا تھا، مجھ کو دیکھا تو کہا «امیر المومنین ہارون الرشید فرمایا کرتے تھے، بلاغت اس کا نام ہے، کہ نہایت مختصر لفظون مین مطلب ادا ہو، اور مضمون کا اصلی زور اور اثر قائم رہے، امیر المومنین نے جو فرمایا تھا، اِس خط نے آنکھون سے دکھا دیا، یہ کہکر مامون نے خط کی عبارت پڑھکر سنائی جو فوج کی باقی تنخواہ کی نسبت ایک شکایت آمیز عرضی تھی، خط کے خاص لفظ یہ ہین، «کتابی الی امیر المومنین ومن قبلی من الاجناد والقواد فی الطاعة والانقیاد علی احسن ما یکون علیه طاعة جند فاخرت عطیاتهم واختلت احوالهم ...» یعنی مین امیر المومنین کو خط لکھ رہا ہون اور فوج و افسرانِ فوج اطاعت اور انقیاد کے اس عمدہ تر درجے پر ہین، جہان تک ایک ایسی فوج کا ہونا ممکن ہے، جس کی تنخواہین نہ ملی ہون، اور تباہ حال ہو رہی ہو[1]»

مامون کا دوسرا کاتب احمد بن یوسف فنِ بلاغت مین اس درجہ کا

---

[1] زہر الآداب مصنفۂ علامۂ ابو اسحق حصری،

مسلم الثبوت اُستاد تھا کہ اس زمانہ مین فضل وکمال کی اس ترقی کے ساتھ بھی کوئی شخص اسکی ہمسری کا دعویٰ نہین کرسکتا تھا، طاہر بن الحسین نے مامون کو امین کے قتل کا جو خط لکھا تھا، اور جو اختصار وحسنِ ادا، بلند خیالی کے لحاظ سے ضرب المثل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اسی احمد بن یوسف کا نتیجہ طبع تھا، وزیر احمد احول اکثر مامون کے سامنے اس احمد بن یوسف کاتب کا تذکرہ نہایت تعریف کے ساتھ کیا کرتا تھا، چنانچہ مامون نے اس کو دربار مین طلب کیا، احمد نے آداب وتسلیم کے بعد اس فصاحت ولطف سے گفتگو کی، کہ مامون حیران رہ گیا اور کہا دد کمال تعجب ہے کہ احمد آج تک اپنے کو چھپا کیونکر سکا،، علامہ ابو اسحٰق حصری نے زہر الاداب مین بہت سے اس کے لطیفے اور فصیح وبلیغ خطوط و اشعار نقل کئے ہین، ہم اس موقع پر صرف ایک شعر پر اکتفا کرتے ہین، شعر

اذا ما التقینا والعیون نواظر ۔۔۔ فالسنا حرب وابصارنا سلم

ترجمہ، جب ہم محبوب سے ملتے ہین توزبانین لڑتی ہین (یعنی باہم شکایت کے دفتر کھولتے ہین)، اور نگاہین صلح کرلیتی ہین،

قضاۃ، ممالک محروسہ مین قضاۃ کا جو بہت بڑا محکمہ تھا، اس کا صدر مقام دار الخلافہ بغداد تھا، اور افسر صدر، قاضی القضاۃ کے لقب سے مخاطب ہوتا تھا۔ اس بلند منصب پر یکے بعد دیگرے دو شخص ممتاز ہوئے، یحیٰی بن اکثم و احمد بن ابی داؤد یحیٰی بن اکثم حکومت کی عظمت وجاہ کے ساتھ پیشوائے مذہبی تسلیم کئے گئے ہین، ان کی جلالت وشان کے لئے یہ امر کافی ہے کہ امام بخاری و ترمذی فن حدیث مین ان کے شاگرد تھے، قاضی یحیٰی کے ذاتی کمال اور پولیٹیکل لیاقت

نے ان کو وزیر اعظم کے رتبہ تک پہونچا دیا تھا، دفترِ وزارت کے تمام کاغذات پہلے ان کی نگاہ سے گذر لیتے تھے، تب سندِ قبول پاتے تھے، انکی تقرری کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ مامون نے ایک خالی شدہ عہدۂ قضا پر کسی کو مقرر کرنا چاہا، امیدوار ون مین یہ بھی پیش کئے گئے، اور چونکہ کریہ منظر تھے، مامون نے حقارت آمیز نگاہ سے ان کی طرف دیکھا، یہ سمجھ گئے، اور عرض کی کہ اگر میری صورت سے غرض ہے تو خیر، ورنہ اصلی لیاقت کا حال امتحان سے معلوم ہو سکتا ہے،، مامون نے امتحاناً پوچھا کہ "ایک میت نے والدین اور دو بیٹیان چھوڑین، پھر ایک بیٹی مری اور وہی پہلے ورثار باقی رہے، ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا" یحییٰ نے کہا "میت مرد ہے یا عورت؟" مامون اس سوال ہی سے سمجھ گیا، کہ قاضی یحییٰ نے اصل مسئلہ سمجھ لیا ہے، جب یہ بصرہ کے قاضی مقرر ہو کر گئے، تو ان کا سن کل بیس برس کا تھا، لوگون نے ان کی کم سنی سے تعجب کیا، اور ایک شخص نے خود ان سے پوچھا کہ "حضور کی عمر کس قدر ہے"؟ انھون نے جواب دیا کہ "عتاب بن اسید کی عمر سے (جن کو رسول اللہ صلعم نے مکہ معظمہ کا قاضی مقرر کیا تھا) زیادہ ہے"، متعہ کی نسبت انھون نے مامون سے گفتگو کی تھی، اس کو ہم مامون کے حالات مین لکھ آئے، مامون کمالِ قدردانی سے ان کو خود اپنے تخت پر جگہ دیتا تھا، فقہ مین انکی تصنیفات نہایت اعلیٰ رتبہ کی ہین، فقہائے عراق کی رد مین ان کی ایک کتاب جسکا نام تنبیہ ہے ایک مشہور کتاب ہے[۱]،

[۱] قاضی یحییٰ کا مفصل تذکرہ تاریخ ابن خلکان مین ملے گا، ۱۲

لطیفہ، قاضی یحییٰ کسی قدر حسن پرستی کا چسکا بھی رکھتے تھے، ایک بار مامون نے امتحاناً چند خوبصورت اور پری پیکر غلامون کو حکم دیا کہ جب مین اُٹھ جاؤن توتم لوگ قاضی صاحب کو چھیڑو، غلام شوخیان کرنے لگے، تو قاضی صاحب نے ان کی طرف حسرت آمیز نگاہ سے دیکھا اور کہا،، ظالمو! تم نہ ہوتے توہم لوگ پکے مسلمان ہوتے،، مامون پردے سے یہ گفتگو سُن رہا تھا، یہ شعر پڑھتا ہوا باہر نکلا:-

وکنا نرجی ان نری العدل ظاهرًا   فاعقبنا بعد الرجاء قنوط

متی تصلح الدنیا ویصلح اهلها   وقاضی قضاة المسلمین یلوط

لطیفہ، مامون کے زمانے مین ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، مامون نے قاضی یحییٰ سے کہا، آؤ چپکے چل کر اس کا حال دریافت کرین، دونون معمولی لباس پہنکر اس کے پاس گئے، اور پوچھا، آپ کا معجزہ کیا ہے، اُس نے کہا مجھکو خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے،، مامون نے کہا،، اس وقت بھی کوئی وحی اتری ہے، اس نے کہا ہان،، یہ الہام ہوا کہ دو شخص تم سے ملنے آتے ہین، ایک بادشاہ ہے اور دوسرا انتہا درجہ کا شاہد باز،، مامون بے ساختہ ہنس پڑا، اور چلّا اُٹھا، واللہ، اشھد انک لرسول اللہ، ان باتونکو ان بزرگون کی بے تکلفی اور رنگین طبعی کا اقتضا سمجھنا چاہئے، ورنہ قاضی صاحب کے زہد اور اتقا، وورع مین کس کو کلام ہوسکتا ہے، اس بحث کے متعلق ابن خلدون نے جو لکھا ہے، نکتہ سنجی کی داد دی ہے، قاضی یحییٰ نے ۲۴۲ھ مین ۸۳ برس کی عمر مین انتقال کیا،

قاضی القضاۃ احمد بن ابی داؤد نہایت بڑے فقیہ، اصولی، متکلم، شاعر تھے دعبل خزاعی نے جو مامون کے عہد کا مشہور شاعر ہے، کتاب الشعرا مین انکا ذکر کیا ہے، ایک دن قاضی یحییٰ بن اکثم کے ہان فقہا، علمار کا مجمع تھا، یہ بھی اُس جلسہ مین موجود تھے کہ شاہی چوبدار آیا، اور کہا امیر المومنین مامون نے قاضی صاحب کو مع تمام حاضرین دربار مین طلب کیا ہے، یہ پہلا موقع تھا کہ قاضی احمد کو دربار مین رسائی ہوئی، مامون نے اِن سب سے علمی بحثین کین، قاضی احمد کی باری آئی توان کی برجستہ گوئی اور طبّاعی سے متعجب ہوکر نام و نسب پوچھا اور حکم دیا کہ آج سے علمی مجلسون مین ہمیشہ شریک ہوا کرین، قاضی احمد سے پہلے دربار کا یہ آئین تھا کہ جب تک خلیفہ خود کوئی بات نہ چھیڑے، کوئی شخص گفتگو کا مجاز نہین تھا، قاضی احمد پہلے وہ شخص ہین جنھون نے اِس جابرانہ قاعدے کو توڑا، اور حق یہ ہے کہ جس آزادی اور دلیری سے وہ اپنے فرائض ادا کرتے تھے، شخصی حکومتون مین اس کی بہت کم مثالین مل سکتی ہین خلیفہ معتصم باللہ[1] کی سطوت و قہر سے تمام دربار کانپتا تھا، مگر قاضی احمد جو چاہتے تھے کہتے تھے، اور معتصم کو سننا پڑتا تھا، معتصم نے جب برمکی کے قتل کا حکم دیا، تو دربار مین سناٹا ہوگیا، اور اس کی غضبناک صورت دیکھکر سب کے حواس جاتے رہے، محمد برمکی چھلنے پر بٹھایا گیا، اور جلّاد نے تلوار کو جنبش دی، قاضی احمد نے بڑھکر کہا "آپ قتل تو کرتے ہین مگر اس کے

---

[1] مامون کا بھائی تھا، اور اس کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا، بڑی عظمت و اقتدار سے حکومت کی، خاندان عباسیہ کی قوت اور عظمت جس کے افسانے مشہور ہین اسی کے عہد تک قائم رہی، پھر خلافت برائے نام رہ گئی تھی،

مرنے کے بعد اس کا مال واسباب آپ کیونکر لے سکتے ہین"، معتصم نے نہایت
طیش مین آکر کہا "مجھکو اس کے مال لینے سے کون روک سکتا ہے"، قاضی احمد
نے کہا "خدا اور اُس کا رسول، کیونکہ شرعاً مال وارث کو مل سکتا ہے، اور
جب تک آپ اس کے قتل کو جائز نہ ثابت کر دین، وارث وراثت سے
محروم نہین ہو سکتا"، قاضی احمد نے یہان تک مجبور کیا کہ معتصم آخر اس
ارادے سے باز رہا،

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ معتصم قاضی احمد کو آتے دیکھکر درباریون سے کہتا تھا
کہ "قاضی صاحب آکر دنیا بھر کی سفارشین اور لوگون کی عرضیان پیش کرینگے
مین ہرگز ان کی سب خواہشین منظور نہین کر سکتا، لیکن وہ اپنے زورِ تقریر اور
حسنِ ادا سے جو کچھ چاہتے تھے منظور کرا لیتے تھے، مذہباً معتزلی تھے ۲۳۷ھ مین خلیفہ
متوکل باللہ نے ان کو عہدۂ قضا سے معزول کیا اور اُن کی اولاد سے
ایک لاکھ ساٹھ ہزار اشرفیان تاوان کے طور پر وصول کین، ۲۴۱ھ
مین انکا انتقال ہوا[1]،

گورنر و لفٹننٹ، عمالون کے طبقہ مین سے خاص خاص شہر کے
عامل ووالی جو کلکٹر کے مساوی الرتبہ کہے جا سکتے ہین بیشمار تھے، اور گو
ہم ان کا مفصل رجسٹر نہین مرتب کر سکتے تاہم جہان تک ہم معلوم کر سکے ہین اِس
سلسلے مین غیر مذہب والے بہت کم داخل تھے، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ بالکل
نہین تھے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس عہدے کے ساتھ عموماً فوجی خدمت

[1] عامہ دانشوران ناصری وتاریخ ابن خلکان مین قاضی احمد کا نہایت مفصل تذکرہ ہے،

شامل ہوتی تھی اور دوسرے مذہب والے اِس خدمت کو پسند نہین کرتے تھے، یا مسلمانون کو خود ان پر اعتماد نہین ہوتا تھا، قدیم اسلامی حکومتون مین عیسائی یہودی وغیرہ قومون کو جو عہدے ملتے تھے، وہ زیادہ تر دفترِ خراج وخزانہ وسررشتہ وکتابت کے عہدے تھے،

اِس عہد تک مسلمانون مین اس قدر آزادی کا اثر باقی تھا کہ صوبہ یا ضلع کا والی جابرانہ حکومت کرنا چاہتا تھا، تو عام رعایا علانیہ ناراضی کا اظہار کرتی تھی، اور اگر وہ باز نہین آتا تھا تو متفق ہو کر اس کو نکال دیتی تھی، ۱۹۸ھ مین جب عبد اللہ (ایک عباسی شہزادہ تھا) مصر کا گورنر مقرر ہو کر گیا، اور رعایا پر سختی کی تو لوگون نے ہنگامہ برپا کر دیا، اور نہایت ذلّت کے ساتھ مصر سے اس کو نکال دیا، مامون کی تاریخِ خلافت مین اِس قسم کی اور بہت سی مثالین موجود ہین؛

مامون کے عہد مین جو لوگ لفٹنٹ یا گورنر مقرر ہوئے، اِن مین طاہر بن الحسین، سری بن الحکم، عبد اللہ بن السری، عبد اللہ بن طاہر، حسن بن سہل نہایت نامور اور مدبّر تھے، اور خصوصاً طاہر کا خاندان تو اقتدار کے اس درجے تک پہونچ گیا تھا کہ مامون کے بعد خراسان مین مستقل حکومت کی بنیاد قائم کر لی، عبد اللہ بن طاہر شجاعت اور تدبیر کے علاوہ نہایت بڑا ادیب، محدث، شاعر، موسیقی دان تھا، اس کی فیاضیون کے سامنے مامون کی دریا دلی بھی کچھ حقیقت نہین رکھتی، جس زمانہ مین وہ مصر کا گورنر تھا، ایک دِن کوٹھے پر چڑھا، دیکھا تو لوگ کھانا پکانے کے لئے آگ جلا رہے ہین، حکم دیا کہ سب کیلئے کھانا کپڑا مقرر کر دیا جائے، یہ کل ہزار آدمی تھے اور جب تک عبد اللہ زندہ رہا، اِن لوگون کی اس کی

سرکار سے وظیفہ ملتا رہا، مصر داخل ہونے سے پہلے راہ مین جس قدر اس نے خیرات کی اس کا اندازہ ایک کرور درہم سے زیادہ کیا گیا ہے، ابو تمام طائی جس کی کتاب الحماسہ آج تمام دنیا مین پھیلی ہوئی ہے اُسی کے دربار کا شاعر تھا، تمام خاندان شاہی اس کی (عبد اللہ بن طاہر کی) نہایت عزت کرتا تھا، ۲۱۱ھ مین جب وہ اس سامان سے بغداد مین داخل ہوا، کہ شام موصل وغیرہ مین جن لوگون نے علم بغاوت بلند کئے تھے پابزنجیر اس کے جلو مین ساتھ تھے. تو تمام بغداد خاندان خلافت اور خود معتصم باللہ اس کے استقبال کو نکلا، مرنے سے پہلے بیس لاکھ درہم خرچ کر کے غلام آزاد کرا دیئے، اِن تمام مصارف پر جب مرا چار کرور درہم خاص اس کے خزانے مین موجود تھے[1]

---

[1] نجوم ظاہرۃ فی تاریخ مصر والقاہرہ مین، عبد اللہ بن طاہر کا مفصل ترجمہ لکھا ہے علامہ ابو الفرج اصفہانی نے عبد اللہ کی لیاقت علمی، نکتہ سنجی، موسیقی دانی کے متعلق جو واقعات لکھے ہین اُن مین اس کے فضل و کمال کا اندازہ ہو سکتا ہے،

مامون کے عہد کے اہل کمال

مؤرخ کا یہ ضروری فرض ہے کہ جس عہد کا حال لکھے اس زمانہ کے اہلِ فضل وکمال کا بھی تذکرہ کرے جس سے ملک کی تہذیب و ترقی اور فرمان روائے وقت کی علمی فیاضیون کا اندازہ ہو سکے، لیکن بغداد کی تاریخ مین اس فرض کو اگر کوئی ادا کرنا چاہے، تو اصل کتاب کے علاوہ کئی جلدین طیار کرنی پڑین گی، مامون کا دربار اکبری و شاہجہانی دربار نہین ہے، کہ دانش اندوزانِ دولت کے لئے آئین اکبری و شاہجہان نامہ کے چند صفحے کافی ہون،

مامون کی حکومت بغداد سے لیکر شام، افریقہ، ایشیاے کوچک، ترک، تاتار، خراسان، ایران، سندھ تک پھیلی ہوئی ہے، اور ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک قصبہ مین علمی کارخانے کھلے ہوئے ہین، جن کا صدر مقام اور اصلی مرکز دار الخلافہ بغداد ہے،

اس زمانہ کی وسعتِ تعلیم کا اس حکایت سے اندازہ ہو گا کہ جب علامہ نصر بن شمیل نے مامون کی قدر دانی کا شہرہ سنکر بصرہ سے خراسان جانے کا قصد کیا تو ان کی مشایعت کے لئے جو لوگ شہر سے نکلے، ان کی تعداد قریباً تین ہزار تھی، جن مین سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو محدث، یا نحوی یا لغوی یا عروضی یا اصولی کے معزز لقب سے ممتاز نہ ہو[1]، امام بخاری اسی زمانہ مین موجود تھے،

[1] تاریخ ابن خلکان، تذکرہ علامہ نضر بن شمیل،

ان کی کتاب جامع صحیح خود ان سے جن لوگون نے پڑھی وہ تعداد مین نوی ہزار سے کم نہ تھے،

تاریخ مین اگر کوئی زمانہ اہل کمال کے پیش کرنے پر ناز کر سکتا ہے، تو مامون کا عہد حکومت اِس فخر مین سب سے مرجح ثابت ہوگا، فقہا و محدثین مین سے یحیی ابن معین، امام **بخاری** محمد بن سعد کاتب واقدی، ابن علیہ **سفیان بن عیینہ** عبد الرحمٰن بن مہدی، یحییٰ القطان، یونس بن بکیر، ابو مطیع **البلخی** شاگرد امام ابو حنیفہ، اسحٰق بن الفرات قاضیِ مصر **حسن ابن زیاد اللولوی** شاگرد امام ابو حنیفہ، حماد بن اسامہ، حافظ بن ہشام، روح بن عبادہ ابو داؤد الطیالسی، غازی بن قیس شاگرد امام مالک، امام **واقدی**، ابو حسان زیادی محمد بن نوح العجلی، علی بن ابی مقاتل یہ وہ لوگ ہین کہ آج مذہبی علوم کے ارکان انھین کی روایتون پر قائم ہین، اور خصوصاً امام **شافعیؒ** و امام **احمد حنبلؒ** کا تو یہ پایہ ہے کہ اسلامی دینا کے بڑے بڑے حصون مین انھین کے اجتہادی مسائل گیارہ سو برس سے آجتک مذہبی قانون بنے ہوئے ہین، اِن تمام فقہا و محدثین کی تصنیفات مامون کے عہد خلافت کی وہ علمی یادگارین ہین جن کی نظیر کوئی دوسرا زمانہ بمشکل لاسکتا ہی،

ابو ہذیل و ثمامہ بن اشرس جو مامون کے مقرب خاص اور ندیم تھے، فرقہ ہذلیہ اور ثمامیہ کے بانی ہین، ابو ہذیل نے مذہب اعتزال مین دس نئے اصول اضافہ کئے جن مین سے ایک یہ ہے کہ جو شخص غور کرنے کے بعد خدا کو نہ جان سکا، اگر خدا کا انکار کرے تو معذور ہے، اور اس پر عذاب نہ ہوگا، عیسائیون مین فرقہ نسطور یہ کا جو بانی ہے وہ مامون ہی کے عہد خلافت کا ایک نامور

حکیم تھا جس کا نام نسطور تھا،

اس عہد مین خیالات کی وسعت اور متعدد بانیانِ مذہب کا پیدا ہونا زیادہ تر اس آزادی کا اثر تھا جو مامون نے مذہبی خیالات کے ظاہر کرنے مین عام لوگون کو دے رکھی تھی، کیونکہ بجز ایک مسئلۂ "خلق قرآن"، کے اس نے مذہبی آزادی کو کبھی روکنا نہ چاہا، وہ خود معتزلی یا شیعی تھا، لیکن اس کے دربار مین قدری جہمی اور تمام دوسرے مذہب والے بھی نہایت عزت ووقار کے ساتھ بار پاتے تھے، اس کی شاہانہ فیاضیان ہر فرقہ پر ایک نسبت کے ساتھ مبذول رہتی تھین،

مامون کے دربار مین فلسفۂ و نجوم کے ماہرون اور کتب حکمت کے مترجمون کا جو گروہ تھا ان مین سے مشہور لوگ یہ ہین حنین بن اسحق عیسائی، ہیسوع عیسائی، قسطا بن لوقا عیسائی، یوحنا ماسویہ عیسائی، ابن البطریق عیسائی، یعقوب کندی عیسائی، ماشاء اللہ یہودی دوبان ہندو، جبریل کحال، حجاج بن یوسف کوفی ابو حسان سلما مہتمم بیت الحکمۃ، ابو جعفر یحییٰ بن عدی، محمد بن موسیٰ منجم، محمد بن موسیٰ خوارزمی محمد بن موسیٰ، حسن بن موسیٰ، احمد بن موسیٰ، علی بن عباس، احمد الجوہری، یحییٰ بن ابی المنصور، حجاج بن المطر، حبیش الحاسب، احمد بن کثیر، فرغانی مصنف "دخل الی علم ہیئۃ الافلاک، عبد اللہ بن سہل بن نوبخت، سہل بن ہارون، خالد بن

لہ مین نے یہ روایت عبد الکریم شہرستانی کی ملل و نحل سے نقل کی تھی، لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ نسطور اسلام سے پہلے گذرا ہے، ابن الاثیر نے عبد الکریم پر تعجب کیا ہے کہ اس نے ایسی بدیہی غلطی کی،

عبد الملک المروزی، سند بن علی، عاص بن سعید الجوہری، اکثر مترجموں کی تنخواہیں آج کل کے حساب سے ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار تھیں،

عبد اللہ بن سہل نجوم میں، اور یحییٰ بن ابی المنصور علم رصد میں نام آور تھے موسیٰ بن شاکر اوائل میں راہزنی کیا کرتا تھا، پھر توبہ کی، اور دربار میں داخل ہوا، اس نے تین صغیر بیٹے چھوڑے، مامون نے ان کی تربیت اور پرداخت [illegible] کی، اور جب کسی قدر بڑے ہوئے، تو حکم دیا کہ یحییٰ بن ابی المنصور کے ساتھ بیت الحکمہ میں کام کیا کریں، تھوڑے دن میں، ان سب نے فلسفہ وہیئت میں بڑی ناموری حاصل کی، اور علوم وفنون کے سرپرست بن گئے، ان میں سے محمدؐ نے رفتہ رفتہ بڑا اقتدار حاصل کیا، اور سپہ سالارِ فوج مقرر ہوا، احمد نے زیادہ تر علم الحیل کی طرف توجہ کی، اس کی کتاب الحیل کی نسبت علامہ ابن خلکان نے نہایت تعجب ظاہر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ عجیب وغریب صنائعِ حکمت پر مشتمل ہے حسن کو علم وہندسہ میں نہایت کمال تھا، حالانکہ تحصیل کے طور پر اس نے صرف چند ہی مقالے پڑھے تھے،

ایک دن مروزی نے مامون کے سامنے اعتراض کے طور پر کہا کہ حسن نے اقلیدس کے صرف چھ مقالے پڑھے ہیں حسن نے کہا "میں ہر شکل کو خاص اپنے طریقِ استدلال سے ثابت کرسکتا ہوں، اس حالت میں مجھکو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے"، مامون نے یہ فخریہ جواب تسلیم کیا مگر یہ کہا کہ "ناتمام چھوڑ دینے سے تمھاری طبیعت کی کاہلی ظاہر ہوتی ہے، علم ہندسہ فلسفہ کے لئے اسی قدر ضروری ہے جس قدر الف ب، ت، ث گفتگو کے لئے[1]"، ادب وعربیت کے ماہرین میں فرا نحوی، اصمعی،

---

[1] رسالہ مختصر الدول ذکر حکمائے عہد مامون الرشید،

ابو عبیدہ نحوی، نضر بن شمیل المتوفی سنہ ۲۰۴ھ یزیدی لغوی، کلثوم عتابی، ابن الاعرابی،
ثعلب نحوی، ابوعمرو الشیبانی، خفش نحوی، قطرب نحوی المتوفی سنہ ۲۰۶ھ جو مامون کے
ہمعصر اور اکثر اس کے خوانِ کرم سے فیضیاب تھے، ان لوگون نے فنِ ادب و عربیت کو
معراج کمال تک پہونچا دیا، آج جس قدر دنیا مین عربی ادب کی تصنیفات موجود
ہین انھین کی تحقیقات اور روایتون سے مالا مال ہین، اور حق یہ ہے کہ اگر اُن کا
واسطہ بیچ سے اُٹھا دیا جائے تو خود ان فنون کی بنیاد قائم نہ رہیگی،

فرا صرف علم نحو ملکہ لغت، فقہ، نجوم، طب، ایام العرب مین بھی کمال درجہ رکھتا
تھا، ثعلب کا قول ہے کہ اگر فرار نہ ہوتا تو آج علم عربیت نہ ہوتا، فرار کی بہت سی تصنیفات
ہین جنکے صفحون کی مجموعی تعداد قریباً چھ ہزار ہے سنہ ۲۰۷ھ مین وفات پائی،

اصمعی بصرہ کا رہنے والا تھا، عربی علم لغت قریباً ایک خمس اسی کی روایت سے
مدون ہوا ہے، اور ہر قسم کے اشعار ایک طرف، بارہ ہزار صرف رجز کے شعر یاد تھے،
ابو عبیدہ و اصمعی ہمزبان اور علوم عربیہ مین حریف مقابل سمجھے جاتے تھے، ایکبار دونون
فضل بن الربیع (وزیر امین الرشید) کے پاس حاضر تھے، فضل نے اصمعی سے پوچھا کہ
"تم نے گھوڑے کے اوصاف مین جو کتاب لکھی ہے کتنی جلدون مین ہے" اصمعی
نے کہا "صرف ایک جلد" ابو عبیدہ سے پوچھا، تو اس نے بڑے فخر سے کہا
"میری کتاب پچاس جلدون مین ہے" اصمعی نے فضل سے کہکر ایک گھوڑا منگوایا
اور اس کے ایک ایک عضو پر ہاتھ رکھکر اس کے متعلق عرب کے اشعار پڑھتا
گیا، ابو عبیدہ سے جب فرمایش کی گئی کہ اس طرح وہ بھی ہر عضو کے متعلق اشعار سنائے
تو اس نے انکار کیا، فضل نے وہی گھوڑا اصمعی کو انعام مین دیا، اصمعی کا بیان ہی کہ جب

مین ابو عبیدہ کو چھیڑنا چاہتا تھا، تو اسی گھوڑے پر سوار ہو کر اس سے ملنے جاتا تھا،

مامون کے وزیر حسن بن سہل نے بھی اپنے دربار مین ابو عبیدہ و اصمعی کو طلب کیا تھا اور اصمعی کی قوت حافظہ پر جس کا اس وقت ایک عجیب طریقے سے امتحان لیا گیا، تمام دربار محو حیرت ہو گیا، اصمعی کی بہت سی تصنیفات ہین جن مین سے ۳۵ کتابون کا ذکر علامہ ابن خلکان نے کیا ہے ۲۱۶ھ مین وفات پائی،

یزیدی مامون کا استاد تھا، ابن ابی العتاہیہ کے ادب کے متعلق اس کے لکچر جمع کئے جو تخمیناً دس ہزار ورق ہین، یزیدی کے پانچ بیٹے تھے، اور ہر ایک ادب شعر ایام العرب مین استاد کامل تھا، ۲۰۲ھ مین انتقال کیا،

ابو عمرو الشیبانی لغت و شعر کا امام تھا، امام حنبل اس کے شاگرد تھے، ابو عمرو نے قبائل عرب مین سے اسی قبیلون کے اشعار جمع کئے ہین، کتاب الخیل، کتاب اللغات، کتاب النوادر الکبیر وغیرہ اسکی تصنیفات سے ہین،

اخفش نحو کا مشہور امام ہے، عروض مین بحر محبت اسی کی ایجاد ہے معانی القرآن کتاب الاشتقاق کتاب العروض، کتاب الاصوات، کتاب معانی الشعر اور اسکے سوا بہت سی تصنیفین کین ۲۱۰ھ مین انتقال کیا

ابو عبیدہ لغت اور اشعار عرب کا بڑا ماہر تھا فضل بن الربیع نے اس کو بصرہ سے طلب کیا تھا جب دربار مین حاضر ہوا، تو بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا، ذرا دیر کے بعد ایک اور شخص کاتبون کا لباس پہنے حاضر ہوا فضل نے اس کو بھی اپنے پہلو مین جگہ دی اور کہا کہ انکو پہچانتے ہو ابو عبیدہ انھین کا نام ہے، وہ شخص مدتون سے ابو عبیدہ کے ملنے کا مشتاق تھا اس نعمت غیر مترقبہ کی بڑی شکر گذاری کی، ابو عبیدہ سے کہا اگر آپ اجازت دین تو ایک شبہ جو مدت سے میرے دل مین کھٹکتا ہے، عرض کرون، ابو عبیدہ نے منظور کیا، اُسنے کہا کہ "قرآن کی اس

...طلعہا کانہ رؤس الشیاطین "، خدا نے شیاطین کے سر سے تشبیہ دی ہے، حالانکہ تشبیہ ایسی چیز سے ہونی چاہیئے جسکو لوگ جانتے پہچانتے ہون" ابو عبیدہ نے کہا، خدا عرب کے مذاق کے موافق کلام کرتا ہے، امراء القیس کہتا ہے، "ومسنونہ زرق کانیاب اغوال"، حالانکہ بھوت اور شیطان کو اہل عرب نے کبھی نہین دیکھا ہے، چونکہ عام خیال مین شیطان کی صورت پرخوف تسلیم کی گئی ہے اس لئے خدا نے خوف کے موقع پر اس سے تشبیہ دی ہے[1]" ابو عبیدہ نے اس واقعہ کے بعد مجاز القرآن ایک کتاب لکھی جسمین اس قسم کی آیتون کی توضیح کی، ابو عبیدہ کی تصنیفین قریباً دو سو ہین جنمین سے پچاس کا ذکر علامہ ابن خلکان نے کیا ہے، ۲۰۹ھ مین وفات پائی،

ابن الاعرابی، امام العربیہ کے لقب سے مشہور ہے، کسائی کا شاگرد تھا، علم لغت مین قدیم مصنفون کی اکثر غلطیان ثابت کین، قریباً سو آدمی اس کے حلقۂ درس مین بیٹھتے تھے، اور بغیر کسی کتاب یا یادداشت کے درس دیتا تھا،

حلقۂ درس مین دور دراز ملکون کے طلبہ حاضر رہتے تھے، ایک دن اُس نے دو طالبعلمون سے انکا نام و نسب پوچھا تو معلوم ہوا، کہ ایک اسبیجاب اور دوسرا اندلس کا رہنے والا ہے، اس بعد المشرقین کے اجتماع پر خود ابن الاعرابی کو بھی تعجب ہوا، ۲۳۱ھ مین انتقال کیا،

ہم اس بحث کو اس اعتراف کے ساتھ ختم کرتے ہین کہ جسقدر لکھنا چاہیئے تھا اس کا دسوان بھی ہم نے نہین لکھا، مامون کے درباریون کے ساتھ اب ہم مامون سے بھی رخصت ہوتے ہین

محمد شبلی پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڈھ

---

[1] تاریخ ابن خلکان تذکرہ علامہ ابو عبیدہ و اصمعی،

مطبع نامی کانپور ۲۰/

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، و مثنویات، قطعات، کا مجموعہ جواب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستہ گل، بوئے گل، برگ گل کے ناموں سے چھپے تھے اس میں سب یکجا کر دیئے گئے ہیں، ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے
قیمت . . . . عگ/

کلیات شبلی اردو، - - - - عہ/

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۃ والذاریات، ۶/

تفسیر سورۃ اللہب، ۴/

تفسیر سورۃ والتین، ۴/

تفسیر سورۃ والکوثر، ۴/

تفسیر سورۃ القیامہ، ۴/

تفسیر سورۃ عبس ۴/

تفسیر سورۃ والمرسلات، ۴/

الرای الصحیح فی من ھو الذبیح، عربی میں حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پرزور رسالہ ۱۰/

اسباق النحو، حصہ اول، و دوم، سہل طرز پر عربی گرامر اردو، ۶/ ۵/

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲/

تحفۃ الاعراب، عربی کی نحو جدید اردو نظم میں، ۲/

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ، ۸/

دیوان فیض، عہ/

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن، حصہ اول، عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد، ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے، جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی، لٹریچر اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے،
قیمت . . . . عہ/

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار، اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث، صفحہ ۲۵۱، قیمت . . . . عہ/

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم
قیمت ۲/

" دوسری ریڈر طبع سوم، زیر طبع ۴/

رسالہ اہل السنت والجماعہ، فرقہ اہل سنت والجماعہ کے اصولی عقائد کی تحقیق طبع دوم، ۸/

حیات مالک، امام مالک کی سوانحعمری اور موطا مالک پر تبصرہ . . . . . عہ/

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین کے سکوں اور کتبوں سے ان کا ثبوت ۳/

دنیائے اسلام اور خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لئے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جدوجہد کر رہی ہیں، مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں، ۶/

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں، ۱/

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے طبع سوم ۴/

شکر، محبت الٰہی اور اسلام، ۔ ۶ر

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، ضخامت ۳۵۰، ۔ ۔ ۔ ۔

ر جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی اور علمی کارناموں کی تفصیل، ضخامت ۵۰۰، قیمت

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب "قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ" طبع دوم، قیمت ۔ ۔ ۔ عکر

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع، قیمت ۔ ۔ ۔ عہ

سیرۃ عمر بن عبد العزیز، حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ اموی کے سوانح حیات اور ان کے مجددانہ کارنامے طبع دوم، قیمت ۔ ۔ ۔ عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عکر غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت عمدہ فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد عکر، غیر مجلد عہ

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲؍

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، ۔ عکر

تصوف اسلام، اسلامی تصوف کا عطر ۔ ۔ عہ

پیام امن، موسیو رچرڈ پال ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات دربارۂ امن عالم، وحدت انسانی و خون آشامی، دول یورپ کی ترجمانی ہے، اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے، جس میں انھیں مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے، اردو میں بالکل نئے خیالات ہیں ۱۶۰ صفحے عہر

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ، عہ و عہر

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزاء جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کیے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے، قیمت ۔ ۔ ۔ عکر

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور عام صحابیات رض کی سوانح عمریاں اور ان کے علمی و اخلاقی کارنامے، ۔ ۔ ۔ ۔ عکر

سیر الانصار، انصار کے حالات اور ان کے اخلاقی اور مذہبی کارنامے حصہ اول عہ دوم عکر

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدیدہ اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ر

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی قومی اور فلسفیانہ نظموں کا مجموعہ، ۱۰ر

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ،